UNIVERSAL
LIBRARY
OU_226241
UNIVERSAL
LIBRARY

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

اور ہونا چاہئے تم میں سے ایک جماعت جو بلائے طرف بھلائی کی اور حکم کرے ساتھ نیکی کے اور منع کرے برائی سے اور یہی لوگ ہیں مراد کو پہنچنے والے

سوانح حیات

گورو نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مصنفہ

شیخ محمد یوایڈیٹر اخبار نور سابق سردار سورن سنگھ

مصنف

اظہار حق - سوانح عمری بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ - گورو کی بانی پدیش - مسلمانوں کے احسان بکھوں پر - پروفیسر رام دیو کے چھ سوالوں کے جواب - فتح مبین - قرآن مجید اور وید - آریہ دھرم کا پول - رد تناسخ - ہندو دھرم اور سوراج - وید و قربانی - قدیم ہندوستان کی روحانی تعلیم - آریہ مذہب کی حقیقت - آریہ دھرم کا فوٹو - سوسنگلا - رد روح مادہ کی ازلیت کا رد ہندو دھرم کی حقیقت - سکھ اور مسلمان - برکات اسلام - وغیرہ وغیرہ

باہتمام

شیخ غلام یٰسین پرنٹر روز بازار الیکٹرک پریس ہال بازار امرتسر میں چھپا

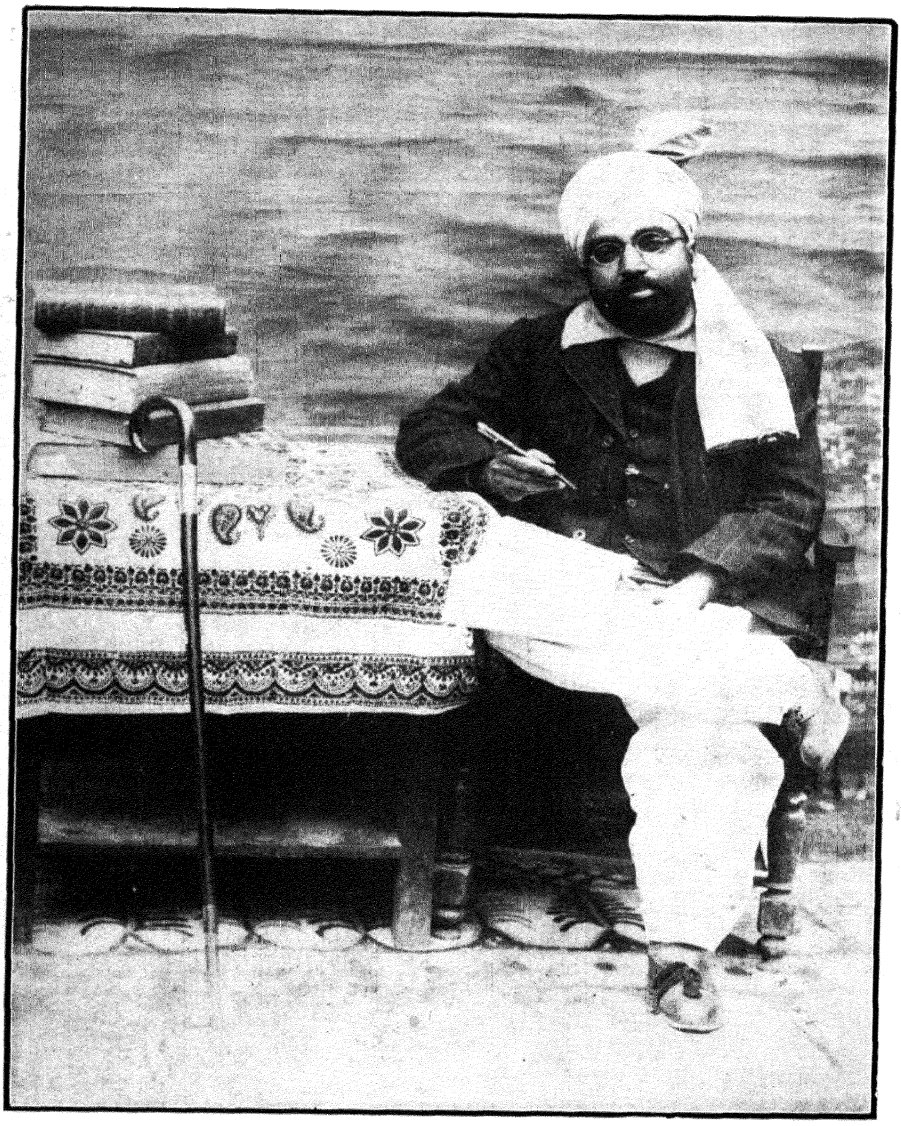
بار دوم

قیمت ایک روپیہ بارہ آنے

Checked 1965
CHECKED. 1974
Checked 1975

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
اس کتاب کے پہلے ایڈیشن پر اخبارات کا تبصرہ	۱
معزز سکھ اخبارات کی شہادتیں	۱۳
متعصب آریہ اخبارات کا اعتراف	۱۴
اکابرین کی شہادتیں	۱۵
دیباچہ	۱۷
ہندوؤں کے عقائد اور سکھ مذہب	۲۰
پہلا عقیدہ وید سمرتی پران	۲۲
دوسرا عقیدہ مسئلہ چھوت	۲۶
تیسرا عقیدہ تیرتھ یاترا	۳۶
چوتھا عقیدہ جنیو . . .	۴۱
پانچواں عقیدہ مورتی پوجا	۴۳
چھٹا عقیدہ سوتک پاتک	۵۰
ساتواں عقیدہ اوتار	۵۴
آٹھواں عقیدہ گئو پوجا . .	۵۸
نواں عقیدہ مردے کا جلانا	۶۱
دسواں عقیدہ ذبیحہ و جھٹکا	۶۸
گیارھواں عقیدہ تناسخ	۷۳
بارھواں عقیدہ پانچ ککے	۸۰
حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ اور اسلام	۸۶
کلمہ طیبہ اور حضرت باوا صاحب	۸۹
نماز روزہ اور حضرت باوا صاحب	۹۳
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت باوا صاحب کی عقیدت	۱۰۲
حج کعبہ اور حضرت باوا صاحب	۱۰۸
قیامت پر ایمان اور حضرت باوا صاحب	۱۱۶
عقیدہ ملائکہ اور حضرت باوا صاحب	۱۲۰
قرآن مجید اور حضرت باوا صاحب	۱۲۳
چولہ اور حضرت باوا صاحب	۱۲۸
باوا صاحب کا دوسرا تبرک	۱۳۷
اسلام اور حضرت باوا صاحب	۱۳۹
عقیدہ شیطان اور سکھ مذہب	۱۴۲
مسلمانوں کی رواداری	۱۴۴
صوفیائے کرام اور حضرت باوا صاحب	۱۴۹
حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے چلے	۱۵۵
حضرت باوا صاحب کے اقوال کا ماخذ قرآن مجید ہے	۱۵۹
حضرت باوا صاحب کے اسلام پر غیر جانبدارانہ شہادتیں	۱۶۵
گرنتھ صاحب اور شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ	۱۷۰
خاص قادیان میں میرا سکھوں سے معرکۃ الآرا مباحثہ	۱۷۶
مسلمانوں کے تعلقات سکھ گوروؤں سے	۲۰۱
شہری گورو گوبند سنگھ اور مسلمان	۲۳۴
مسلمان اور سکھ	۲۳۶
سکھ دھرم۔ نماز و اذان۔ قرآن پاک	۲۴۲



بھائیوں کی دعاؤں کا طالب خاکسار محمد یوسف ایڈیٹر اخبار نور
و مصنف کتاب ہذا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اس کتاب کے پہلے ایڈیشن اور سکھوں میں میرے شاندار تبلیغی کام پر اخبارات کا تبصرہ

مسلم آؤٹ لک لاہور مسلمانوں کا واحد روزانہ انگریزی اخبار **بابا نانک کا مذہب** کے عنوان سے اپنے ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۲۳ء کے پرچہ میں لکھتا ہے۔ کہ مذکورہ بالا کتاب شیخ محمد یوسف صاحب سابق سردار سورن سنگھ ودوان ایڈیٹر نور قادیان کی قلم سے ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے مصنف پہلے سکھ تھا۔ اور بہت تحقیقات کے بعد مسلمان ہوا۔ فاضل مصنف نے سکھ مذہب پر دو پہلوؤں سے بحث کی ہے اور کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصہ میں فاضل مصنف نے اس بات پر بحث کی ہے کہ آیا بابا نانک صاحب ہندوؤں کے قول کے مطابق ہندو مذہب کے پیرو تھے۔ اور سری گرنتھ صاحب اور دوسری معتبر سکھ کتب کے حوالجات سے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ بڑے بڑے ہندو اصولوں مثلاً چھوت چھات۔ جنیو پہننا۔ بت پرستی۔ سوتک یعنی بچہ کی پیدائش کے بعد

عورت کا پلید ہو جانا۔ اوتار۔ گاؤ رکھشا۔ مردوں کا جلانا۔ جھٹکا۔ تناسخ وغیرہ پر ایمان ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر انکی تردید کرتے تھے اور انکو خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف بیان کرتے تھے۔ مصنف نے یہ بھی ثابت کیا ہے پانچ ککار جو سکھوں کا ایمان ہے سکھ مذہب کا کوئی حصہ نہیں ہیں اور نہ ہی گرنتھ صاحب میں ان کا کہیں ذکر ہے۔

دوسرے حصہ میں مصنف نے اس بات پر بحث کی ہے کہ بابا نانک صاحب کا صحیح مذہب کیا تھا۔ اور سری گرنتھ صاحب کے حوالجات سے ثابت کر دیا ہے کہ بابا صاحب مسلمان تھے اور اسلام کی تعلیم پر عمل پیرا تھے۔ بابا صاحب کلمہ شریف پڑھتے تھے۔ قیامت۔ فرشتوں۔ قرآن شریف اور رسول کریم صلعم پر ایمان رکھتے تھے۔ آپ نے مکہ کا حج بھی کیا۔ اور نماز بھی ہمیشہ پڑھتے تھے مصنف نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ بابا صاحب کے اعتقاد کے مطابق نجات صرف اسلام میں ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ ان تمام باتوں کی تصدیق اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ بابا صاحب کے اپنے زمانے کے مسلمانوں اور مسلمان بزرگوں سے بہت گہرے تعلقات تھے اور مسلمان بزرگوں کی آپ بہت عزت کرتے تھے۔ اور اسی واسطے بغرض استفادہ روحانی انکے مقابر پر چلہ کرتے تھے۔ کتاب کے آخری حصہ میں مصنف نے ثابت کیا ہے کہ قرآن ہی بابا نانک صاحب کے اعتقاد اور منقولوں کا ماخذ ہے اور ساتھ ہی سکھ گوروؤں اور مسلمانوں کے تعلقات کا مختصر طور پر ذکر کیا ہے۔ مضمون بالکل نیا ہے اور مسلمانوں کے واسطے نہایت ہی دلچسپ ہے۔ کتاب کو ختم کرنے کے بعد آدمی کے دل میں یہ بات گڑ جاتی ہے کہ سکھ مذہب کا بانی قولاً و عملاً مسلمان تھا۔ اور بدقسمتی سے بعض بوالعجبی واقعات اور مسلمانوں کی بے پرواہی نے بہادر سکھ قوم کو مسلمانوں سے دور کر کے ہندوؤں سے ملا دیا۔ کتاب بالکل بے ضرر زبان اور لہجہ میں لکھی گئی ہے یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو آجکل ہندوستان کے مذہبی لٹریچر میں قطعاً نہیں

پائی جاتی۔ ہم نے تمام کتاب میں ایک فقرہ بھی ایسا نہیں پایا جو پڑھنے والے کی دل آزاری کا باعث ہو سکے۔ ہماری رائے میں یہ کتاب سکھوں میں مفت تقسیم ہونی چاہیئے۔ اور اگر ہو سکے تو صاحب قدرت مسلمانوں کو سکھوں کے استعمال کے لئے نوراکھی اور انگریزی ایڈیشنیں بھی شائع کرنے چاہئیں۔ اس سے امید کی جاتی ہے کہ بہت فائدہ پہنچ سکے گا۔ خیر خواہان اسلام کو چاہیئے کہ اس کی کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کریں۔ اگر اس مفید اور نادر کتاب کو کافی تعداد میں تقسیم کیا جائے تو امید واثق ہے کہ بیفائدہ نہیں جائیگی۔ اور دو قوموں کو ایک دوسرے کے نزدیک کرنے میں بہت مدد ہوگی۔ اور بہت سی غلط فہمیوں کو جو اب دو قوموں کے دلوں میں ہیں دور کر دے گی ؛

روزانہ پیسہ اخبار لاہور اپنے ۱۴ فروری ۱۹۱۵ء کے اشو میں بعنوان "ایڈیٹر نور کا نانک پنتھیوں میں کام" لکھتا ہے کہ شیخ محمد یوسف (سابق سردار سورن سنگھ) ایڈیٹر نور نے کچھ عرصہ سے سندھ اور صوبجات متحدہ میں نانک پنتھی لوگوں میں تبلیغ کا کام جاری کر رکھا ہے چنانچہ ۱۷ و ۲۴ جنوری کے اخبار نور سے نیز انکے سندھی اور ناگری پمفلٹوں سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ ان کے دلائل اس بارہ میں کیسے معقول ہیں کہ باوا نانک صاحب اسلام کے دلدادہ اور معترف تھے اور کہ شیخ محمد یوسف صاحب کے کام کی ان لوگوں میں بھی قدر ہو رہی ہے کہ جن میں وہ کام کر رہے ہیں ایسے دلائل کے اسلح سے مسلح ہو کر جتنے کہ وہ ہو رہے ہیں جس میدان میں بھی وہ جنگ کریں گے کامیاب ہونگے۔ خالصہ سماچار کے ایڈیٹر صاحب نے اپنے گذشتہ پرچوں میں شیخ محمد یوسف صاحب کو چیلنج دیا تھا کہ وہ باوا صاحب کا اسلام ثابت کریں۔ چنانچہ نور کے اس پرچہ میں انھوں نے بہت عمدگی سے اس کوشش میں کامیابی حاصل کی ہے ؛

اہلحدیث امرتسر اپنے ۱۹ فروری ۱۹۱۵ء کے اشو میں "اشاعت اسلام"

کے عنوان سے لکھتا ہے کہ پنجاب میں سکھوں کی قوم بڑی بہادر اور قابل توجہ ہے۔ اس قوم کی ابتداء مسلمانوں کے بہت قریب تھی مگر ہندوانہ رسم و رواج نے انکو مسلمانوں سے ہٹا کر ہندوؤں کے زیادہ قریب کر دیا۔ حالانکہ اس قوم کے سب سے بڑے بزرگ بابا نانک جی مسلمان بزرگوں سے بہت مانوس تھے ہم اس قصور کا اعتراف کرتے ہیں کہ علماء نے اس قوم میں اشاعت اسلام کا خیال نہ کیا تو خدا نے انھیں میں سے ایک شخص سورن سنگھ کو محمد یوسف بنا کر سکھوں میں اشاعت کا کام انکے سپرد کر دیا۔ ہماری دلی آرزو ہے کہ خدا اس بہادر قوم کو عرب اور پٹھان بہادروں کی طرح اسلام جیسے بہادر مذہب سے بہرہ ور کرے شیخ محمد یوسف صاحب گو اعتقادیں ہم سے اختلاف رکھتے ہیں مگر ہم تو اپنے اصول کے پابند ہیں کہ مشترک کام میں ہم ایک ہیں اس لئے ہماری دعا ہے خدا شیخ صاحب موصوف کو اس مہم میں کامیاب کرے۔ جو صاحب اس امر میں شیخ صاحب موصوف سے خط و کتابت یا کسی قسم کی امداد بھیجنا چاہیں وہ دفتر نور قادیان ضلع گورداسپور کے پتہ پر بھیجیں شیخ صاحب نے متعدد کتابیں سکھوں اور گورو نانک جی کے متعلق لکھی ہیں جو قابل دید ہیں۔

روزانہ اخبار سیاست لاہور اپنے ۲۸۔ جولائی ۱۹۲۴ء کے اشو میں بعنوان **بابا نانکؒ کا مذہب** لکھتا ہے کہ یہ جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور مشہور مصنف کی ایک بروست تصنیف ہے جس میں بابا صاحب کے اقوال و اعمال کو نہایت قابلیت کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ قرآنی احکام کے مطابق تھے۔ آجکل سکھوں میں جو خلاف احکام قرآنی رسوم ہیں وہ بابا صاحب کے احکام کے خلاف ہیں۔ اس میں شاہان اسلام اور سکھوں کے تعلقات ظاہر کر کے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سکھوں کے خلاف مسلمانوں پر اور مسلمانوں کے خلاف سکھوں پر جو الزام لگائے جاتے ہیں وہ قطعاً بے بنیاد ہیں۔ ہم سکھ اور مسلمانوں کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اس دور فتن میں اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں تاکہ باہمی غلط فہمیاں رفع ہوں۔ اور سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات میں آئندہ کسی

کشیدگی کا احتمال نہ رہے۔ اس میں واقعات سے ثابت کیا گیا ہے کہ ہندو راجوں نے باوا صاحب اور سکھوں کو کس قدر تنگ کیا تھا +

الفضل قادیان اپنے ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء کے اشو میں بعنوان "باوا نانک جی کا مذہب" لکھتا ہے کہ جناب شیخ محمد یوسف صاحب اپنی اس تازہ تصنیف میں نہ صرف یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت باوا نانک صاحب صرف پکے مسلمان تھے بلکہ یہ بھی دکھایا ہے کہ وہ ہندوؤں کے تمام عقائد کو غلط اور نادرست قرار دیتے تھے۔ اسی طرح سکھوں کے بنیادی عقائد کے متعلق ثابت کیا ہے کہ حضرت باوا صاحب کے قول و فعل سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ کتاب نہایت محنت اور قابلیت سے لکھی گئی ہے اور سکھوں کے لئے نہایت مفید ہو سکتی ہے۔ لکھائی۔ چھپائی کاغذ کا خاص خیال رکھا گیا ہے +

پیغام صلح لاہور اپنے ۱۱۔ جون ۱۹۱۹ء کے اشو میں بعنوان **باوا نانک صاحب کا مذہب** لکھتا ہے کہ شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور۔ سابق سردار سورن سنگھ سے ہمارے دوست واقف ہیں۔ اپنی تازہ تصنیف **باوا نانکؒ کا مذہب**۔ ہمارے پاس برائے ریویو بھیجی ہے اور جہاں تک ہم نے اس کتاب کو بعض بعض مقامات سے دیکھا ہے بہت مفید اور قابل قدر پایا ہے۔ شروع کے چند ابواب بعض ہندوانہ رسوم۔ مثلاً چھوت۔ نیرتھ۔ جنیو مورتی پوجا۔ اوتار۔ گئو رکھشا۔ مُردے کا جلانا۔ ذبیحہ و جھٹکا۔ تناسخ۔ پانچ گنگے کی تردید پر مشتمل ہیں۔ یعنے خود باوا نانک صاحب کے اقوال سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ وہ ان تمام باتوں کے خلاف تھے۔ اسکے بعد اسلامی شعار۔ نماز۔ روزہ۔ حج پر باوا صاحب کا عمل۔ اور قیامت۔ ملائکہ۔ قرآن مجید پر ایمان کا ثبوت دیا ہے۔ اور آپ کے چلوں اور صوفیائے کرام سے میل جول وغیرہ کا مفصل ذکر کیا۔ اور بتایا ہے کہ باوا صاحب صرف اسلام ہی میں اپنی نجات سمجھتے تھے۔ آخری باب میں ایک نہایت زبردست مضمون مسلمانوں کے تعلقات سکھ گوروؤں سے

کے عنوان سے لکھا ہے جس سے مسلمان بادشاہوں مثلاً حضرت اورنگ زیب علیہ الرحمۃ اور انکے بعض جانشینوں کے سکھ گوروؤں کے ساتھ خوشگوار تعلقات کا پتہ لگتا ہے یہ مضمون ہر دو اقوام میں محبت و اختلاط کے بڑھانے اور باہمی منافرت کو جو ملک کی ترقی میں حارج ہونے کے علاوہ قانون کے بھی قطعاً خلاف ہے بہت حد تک کم کرنے کا موجب ہو سکتا ہے ٭

اس لئے ضرورت ہے کہ ہندو اور سکھ صاحبان میں اس مضمون کو بالخصوص شائع کیا جائے اور ہمیں امید ہے کہ ہمارے برادران وطن اس کو غور اور توجہ کے ساتھ پڑھ کر فائدہ حاصل کریں گے۔ کتاب کے تمام باقی حصص بھی ہمارے برادران وطن کے پڑھنے کے قابل ہیں ٭

ہم اپنے ناظرین کرام سے بڑے زور سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب کو خرید کر نہ صرف خود پڑھیں بلکہ دوسروں کو پڑھائیں اور باوا صاحب کے حقیقی مذہب اسلام کیطرف ان کے پیروؤں کو لانے میں کوشاں ہوں ٭

خطیب دہلی اپنے ۷/۱۴ اکتوبر ۱۹۱۹ء کے اشو میں بعنوان **باوا نانکؒ کا مذہب** لکھتا ہے کہ اس کتاب میں شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور (جو پہلے سکھ تھے اور سردار سورن سنگھ نام تھا) نے سکھوں کی مقدس اور معتبر کتابوں مثلاً گرنتھ صاحب و جنم ساکھی بھائی بالا وغیرہ سے اور خود جناب باوا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال مقدسہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ نہ صرف اسلام دوست تھے بلکہ مسلمان تھے۔ اور اسلامی تعلیمات کی اشاعت اور پرچار کرنا انکی زندگی کا مقصد وحید تھا۔ چنانچہ باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جو اقوال مصنف نے نقل کئے ہیں۔ ان میں نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ کلمہ طیبہ وغیرہ کی تلقین صاف موجود ہے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف بیان کی گئی ہے۔ اور اس قسم کے خیالات دو ایک نہیں بلکہ سینکڑوں بانیوں میں موجود ہیں اور یہ تمام اقوال بالکل واضح اور صاف و غیر پیچیدہ ہیں۔ جن میں نماز وغیرہ کے نام

ہیں اور جہاں کلمہ طیبہ کی تلقین کی ہے اس میں صاف الفاظ میں مذکور ہے کہ کلمہ وہ جس کا دوسرا جزو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے ؛

آخر کتاب میں ایک مفصل تاریخی مضمون ہے جس میں بدلائل صحیحہ واقعی مولوی محمد یوسف صاحب نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مسلمان سکھ قوم کے نہ کبھی دشمن تھے اور نہ انھوں نے انکو پریشان کیا۔ اور گورو گوبند سنگھ کے متعلق عالمگیر پر جو الزامات لگائے جاتے ہیں وہ محض غلط ہیں۔ بلکہ مسلمانوں نے ہمیشہ سکھ بزرگوں کا ساتھ دیا۔ اور ان بزرگوں کو بھی مسلمان اہل اللہ سے اُنس و عقیدت تھی۔ چنانچہ متعدد تاریخی واقعات شہادت میں پیش کئے گئے ہیں۔ کہ نہایت سخت وقت مسلمانوں نے سکھوں کا ساتھ دیا۔ اور مسلمان بادشاہوں نے سکھ بزرگوں کے لئے جاگیریں معافی میں عطا کیں۔ اور سکھ بزرگوں کو بھی اسلام اور مسلمانوں سے اس قدر عقیدت تھی کہ امرت سر کے مشہور و معروف دربار صاحب کی بُنیاد ایک مسلمان بزرگ کے ہاتھ سے رکھوائی یعنی حضرت میاں میر لاہوری قدس سرہٗ نے اپنے دست مبارک سے سکھوں کے مقدس عبادت خانہ دربار صاحب کا سنگ بُنیاد نصب کیا ؛

بہر حال یہ کتاب پنجاب کے اس مشہور بہادر فرقہ سکھوں کے دیکھنے کے قابل ہے۔ اس کا مطالعہ مسلمان اور سکھوں کے اتحاد و اتفاق کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا۔

المنبر جھنگ | اپنے ۸ جون ۱۹۱۹ء کے اشو میں بعنوان "باوا نانک کا مذہب" لکھتا ہے کہ شیخ محمد یوسف صاحب (سابق سردار سورن سنگھ) ایڈیٹر نور نے۔ باوا نانک کا مذہب کے نام سے ایک ایسے اعلیٰ پایہ کی کتاب لکھی ہے جس کے دیکھنے سے مصنف کے اس دعویٰ کی حرف بحرف تائید ہوتی ہے کہ مجھے اس کے تیار کرنے میں متعدد کتب کے پانچہزار سے زائد اوراق پر نظر ڈالنی پڑی ہے۔ کتاب واقعی قابل دید ہے۔ جس میں فاضل مصنف نے شری گورو گرنتھ صاحب اور سکھوں کی دیگر مستند کتب سے دلائل و حوالجات سے ثابت کیا ہے کہ بابا نانک واقعی پکے مسلمان تھے۔ اور کہ ان کا کوئی بھی عقیدہ اسلام کے

خلاف نہیں تھا۔ لکھائی۔ چھپائی اور کاغذ بھی قابل تعریف ہے +
ہمارے خیال میں اس کتاب کا دیکھنا ہر تعلیم یافتہ شخص کے واسطے عموماً
اور مسلمانوں و سکھوں کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہے +

نیر اعظم مرادآباد اپنے ۱۲۔ جون ۱۹۱۹ء کے اشو میں بعنوان "باوا نانک کا مذہب" لکھتا ہے کہ شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور قادیان ضلع گورداسپور نے اس کو تصنیف کیا ہے جو بہت سی مذہبی کتب کے مصنف اور مؤلف ہیں۔ ایڈیٹر صاحب نور کی خدمات پر اخبارات کی آرا لکھ کر ایک دیباچہ لکھا گیا ہے۔ اس کے بعد ہندوؤں کے گیارہ چیدہ چیدہ عقیدے جس پر ہندو دھرم قائم ہے۔ اور دوسرے عقائد بھی انھیں گیارہ کی شاخیں ہیں لکھ کر حضرت باوا نانک صاحب کے عقیدے اس طرح پر لکھے ہیں کہ جس سے کسی معقول پسند انسان کو ہرگز انکار نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ باوا نانک صاحب ہندوؤں کے کل عقائد تو درکنار کسی ایک عقیدہ کی بھی تائید میں نہیں ہیں۔ اور جب ایسا ہے تو وہ ہندو نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ کوئی شخص ہندوؤں کے کل عقائد کی تردید کرتے ہوئے ہندو نہیں ہو سکتا۔ باوا نانک صاحب کے اقوال ہی شری گورو گرنتھ صاحب سے پیش کئے ہیں جس پر سکھ مذہب کا دارومدار ہے۔ وید۔ چھوت۔ تیرتھ۔ جنیو۔ مورتی پوجا سونک۔ اوتار۔ گئو رکھشا۔ مُردے کا جلانا۔ ذبیحہ و جھٹکا۔ اور تناسخ پر باوا نانک جی کے عقیدے لکھے گئے ہیں سکھوں کے پانچ ککے کا ذکر کر کے بعد اسلام کلمہ طیبہ نماز۔ روزہ۔ آنحضرت صلعم۔ حج۔ قیامت اور اُس پر ایمان۔ ملائکہ۔ قرآن مجید۔ اسلام میں نجات۔ شیطان سے پناہ۔ ان تمام پر باوا نانک عقیدت مند تھے باوا صاحب کا صوفیاء کرام سے میل جول۔ اور باوا صاحب کے چلّے کا ذکر کرتے ہوئے۔ باوا صاحب کے اقوال کا ماخذ قرآن کریم بتایا ہے۔ کتاب نہایت تحقیق سے لکھی گئی ہے +

میونسپل گزٹ لاہور اپنے ۱۹ جون ۱۹۱۹ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ باوا نانک کا مذہب

یہ کتاب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور قادیان (سابق سردار سورن سنگھ ودوان) کی تصنیف ہے جو اس سے پہلے بھی سکھ ازم کے متعلق کئی کتابیں لکھ چکے ہیں۔ اس کتاب میں پہلے تو اہل ہنود کے عقائد پر باوا نانک صاحب کے پاکیزہ خیالات کو دل نشین پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے پھر سکھوں کے پانچ گرنتھ پر گرنتھ صاحب کے شلوکوں سے نتیجہ خیز بحث کی گئی ہے اسکے بعد باوا نانک کے مقدس خیالات اسلام کے متعلق۔ اسلامی شعائر۔ آنحضرت صلعم اور صوفیائے کرام سے انکی حسن عقیدت کو ظاہر کرکے بتایا ہے کہ باوا صاحب کے اقوال کا ماخذ قرآن شریف ہے۔ آخر میں مسلمانوں کے تعلقات سکھ گوروؤں سے ایک قابل دید کتاب ہے +

اخبار کشمیری لاہور اپنے ۷۔ جولائی ۱۹۱۹ء کے اشو میں بعنوان "باوا نانک کا مذہب" لکھتا ہے۔ شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور قادیان سکھ مذہب میں تبلیغ اسلام کے لئے خاص شہرت رکھتے ہیں۔ انھوں نے سکھوں کو اسلام کے قریب لانیکے لئے کئی کتابیں لکھی ہیں پمفلٹ چھاپے ہیں بحث مباحثے کئے ہیں۔ بلکہ مختصر یہ ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی اسی کام کیلئے وقف کردی ہے چونکہ وہ خود سکھ مذہب سے حلقہ اسلام میں آئے ہیں۔ اس لئے انکی خواہش کہ وہ اپنے سابق ہم مذہبوں میں بھی اسلام کی تعلیم کا پرچار کریں۔ حال ہی میں آپ نے ایک کتاب "باوا نانک کا مذہب" کے نام سے لکھی ہے جس میں آپ نے نہایت قابلیت اور کمال وسعت معلومات سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ باوا نانک مسلمان تھے۔ اور وہ مسئلہ چھوت۔ وید۔ جنیو۔ مورتی پوجا۔ گئو رکھشا۔ مُردے کا جلانا۔ اور جھٹکا اور تناسخ وغیرہ کے خلاف تھے۔ بلکہ کلمہ طیبہ۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ قیامت پر ایمان۔ ملائکہ۔ قرآن مجید۔ وغیرہ کے قائل تھے۔ اور ان کے اقوال کا مخزن قرآن کریم ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر بے اختیار شیخ محمد یوسف صاحب کی اس جانکاہی و عرق ریزی اور خلوص و ایثار کی تعریف کرنی پڑتی ہے +

رسالہ القریش امرتسر

اپنے ۱۶ جولائی ۱۹۱۹ء کے اشو میں بعنوان باوا نانک کا مذہب لکھتا ہے کہ شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور قادیان تبلیغ اسلام میں خصوصاً خالصہ پنتھوں میں اشاعت اسلام کے لئے خاص شہرت رکھتے ہیں۔ حال ہی میں آپنے "باوا نانک کا مذہب" کے نام سے ایک ضخیم کتاب شائع کی ہے جس میں بدلائل قاطع ثابت کیا ہے۔ کہ حضرت باوا نانک صوفی مشرب اور مسلم عقیدہ کے بزرگ تھے۔ مسئلہ چھوت وید جنیو۔ مورتی پوجا۔ گئو رکھشا۔ مُردے کا جلانا۔ جھٹکا اور تناسخ وغیرہ سے آپکا لگاؤ نہ تھا۔ بلکہ نماز۔ روزہ۔ اور قیامت پر ایمان تھا۔ احکام قرآن کے پابند تھے قرآن مجید اور حضرت باوا نانک کے بیان میں صفحہ ۱۱۲ پر باوا نانک صاحب کے چولہ کا نقشہ دیا گیا ہے جسپر جا بجا آیات قرآن۔ کلمہ طیبہ و کلمہ شہادت وغیرہ لکھے ہوئے ہیں شیخ صاحب کی محنت قابل داد و لائق ستایش ہے۔ کتاب ہر نوع قابل قدر ہے ؛

اخبار آگرہ

اپنے ۲۱۔ جولائی ۱۹۱۹ء کے اشو میں لکھتا ہے "باوا نانک صاحب کا مذہب"۔ یہ کتاب انھیں کتابوں کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے جن میں مسلمانوں کی طرف سے اس بات کا بہترین ثبوت دیا گیا ہے کہ گورو نانک صاحب کو اسلام سے سچی محبت تھی۔ اس کتاب میں تو دلائل سے یہانتک ثابت کر دیا گیا ہے کہ وہ ایک سچے موحد مسلمان تھے۔ جن کا اعتقاد جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر کامل تھا۔ اور وہ مذہب اسلام کو ہی باعث نجات سمجھتے تھے۔ یہ کتاب جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کی تصنیف سے ہے۔ جو پہلے سردار سورن سنگھ و دوان کے نام سے غیر قومی صورت میں کافی شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ اور جنھیں سکھوں کی مذہبی کتاب کا حقیقی علم ہے اس کتاب میں مختلف طرایق پر اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ گورو نانک صاحب ولی اللہ اور مسلمان تھے اور انھیں اسلام سے شغفت کامل حاصل تھی۔ اُن کے

اقوال کو آیات قرآن مجید سے مطابق کرکے دکھایا ہے اور انکی تعلیم و تعلیم اسلام کے پہلو بہ پہلو ہونے کا نہایت پاکیزہ ثبوت دیا ہے حقیقت میں شیخ صاحب نے بڑی محنت سے کام لیا ہے سکھوں میں اسکی اشاعت بدرجہ غایت فائدہ مند ہوگی۔

البرید کانپور اپنے ۴ نومبر ۱۹۱۹ء کے اشو میں بعنوان باوا نانک کا مذہب لکھتا ہے کہ اخبار نور قادیان کے فاضل ایڈیٹر جناب شیخ محمد یوسف صاحب نے جو بعد تحقیقات کامل سکھ مذہب کو ترک کرکے حلقہ بگوشان اسلام کے زمرہ میں داخل ہوئے۔ اپنی تازہ تصنیف موسومہ "باوا نانک کا مذہب" ارسال فرمائی ہے۔ اس کتاب میں لایق مصنف نے خاص ہندوؤں کی کتب مقدسہ پر استدلال کرکے نہایت خوبی کے ساتھ ثابت کیا ہے اگر حضرت باوا نانک علیہ الرحمۃ کا کوئی مذہب ہوسکتا ہے تو وہ اسلام ہے +

دلایل اس قدر قاطع ہیں کہ مخالفین کو سوائے سکوت کے کوئی چارہ نہیں رہتا۔ کتاب میں حضرت باوا صاحب علیہ الرحمۃ کے مشہور چوغہ کا نقشہ بھی درج ہے ہمیں امید ہے کہ یہ کتاب مسلمانوں اور انصاف پسند خارجہ طبقہ میں وقعت کے ساتھ دیکھی جائے گی۔ لکھائی چھپائی صاف ہے کاغذ بھی سفید استعمال کیا گیا ہے

پیسہ اخبار لاہور اپنے ۱۹ جون ۱۹۱۹ء کے اشو میں بعنوان "بابا نانک صاحب کا مذہب" لکھتا ہے کہ شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور قادیان (سابق سردار سورن سنگھ ودوان) مصنف کتب متعددہ نے اردو کی اس مختصر تصنیف میں باوا نانک صاحب کا مذہب اسلام ثابت کیا ہے اور بڑی تحقیق سے کام لیا ہے محققین مذاہب کے ملاحظہ کے قابل ہے +

اخبار زمیندار لاہور اپنے ۱۱ جولائی ۱۹۲۳ء کے اشو میں بعنوان "باوا نانک کا مذہب" لکھتا ہے۔ یہ کتاب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کی تصنیف ہے اس میں سکھوں کی معتبر کتب کے حوالجات سے یہ ثابت کیا ہے کہ بابا نانک از روئے عقاید و اعمال اسلام سے بہت قریب تھے۔ آخر کتاب میں مختصر [illegible]

ثابت کر دیا گیا ہے کہ مسلمان سلاطین نے سکھوں کے تمام گوروؤں کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کیا۔ البتہ ہندوؤں نے انہیں ہر طرح نقصان پہنچانے کی کوششیں کیں۔ اور اس وقت جو الزامات نادانستہ مسلمانوں پر عائد کئے جاتے ہیں ان سب کے محل و مورد ہندو ہیں +

رسالہ دلگداز لکھنؤ اپنے ۱۹۔ جولائی ۱۹۱۹ء کے اشو میں بعنوان باوا نانک کا مذہب لکھتا ہے۔ مولوی شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کی یہ ایک قیمتی کتاب ہے جس میں انھوں نے مستند شواہد سے ثابت کیا ہے کہ باوا نانک ایک مسلمان ولی اللہ تھے۔ ہمارے نزدیک یہ کتاب قیمتی معلومات کا ذخیرہ ہے اور اہل ذوق صوبجوں عام شائقان تاریخ خصوصاً سکھوں کو اس کی طرف ضرور توجہ کرنی چاہیئے +

رسالہ معارف اعظم گڑھ اپنے جولائی ۱۹۱۹ء کے اشو میں بعنوان بابا نانک کا مذہب لکھتا ہے کہ اس کتاب میں شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور قادیان نے جو پہلے سکھ مذہب کے پیرو تھے سکھوں کی مستند مذہبی کتابوں شری گرنتھ اور جنم ساکھی کلان وغیرہ کے حوالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ سکھوں کی ابتدا اسلام سے قریب تر تھی۔ مگر ہندوانہ رسم و رواج نے اب اسے بہت دور کر دیا ہے۔ خود گورو نانک کے اقوال سے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ ایک با عمل اسلام پرست بزرگ تھے۔ ہمیشہ وہ قرآن مجید کی مقدس تعلیمات کو عزیز رکھتے تھے اور اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک اپنی تعلیمات کی اشاعت و ترویج میں مشغول رہے۔ کتاب دلچسپ پر معلومات اور دلائل سے لبریز ہے +

المشیر دہلی اپنے فروری ۱۹۱۷ء کے اشو میں لکھتا ہے قادیان سے ہمارے نو مسلم دوست شیخ محمد یوسف صاحب اخبار نور ایڈیٹ کرتے ہیں۔ چونکہ آپ پہلے سکھ تھے اس لئے نانک پنتھیوں میں نہایت خلوص سے تبلیغ اسلام کر رہے ہیں۔ ہندی اور ناگری میں ٹریکٹ چھپوا کر مفت تقسیم کئے گئے۔ مگر نور کا فنڈ کمزور ہے اس لئے اہل دل مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ اس کار خیر میں دست تعاون بڑھائیں۔ محترم معاصر نور کی دستگیری کریں۔ نور کا مشن نہایت مقدس ہے +

میرے سکھوں میں شاندار تبلیغی کام کے متعلق خود معزز سکھ اور سکھ اخبارات کی شہادتیں

اخبار روزانہ اکالی امرت سر - جو سکھوں کا مشہور آرگن ہے اپنے ۱۳ جنوری ۱۹۲۴ء کے پرچہ میں لکھتا ہے کہ "مولوی محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور مسلمانوں کے قادیانی فرقہ میں ایک نمایاں شخصیت رکھتے ہیں۔ آپ کا مطالعہ سکھ لٹریچر اور سکھ تواریخ کے متعلق بہت وسیع ہے آپ کئی درجن کتابوں کے مصنف ہیں۔ مولوی صاحب آج سے نہیں کئی سال سے اس کوشش میں ہیں کہ سکھوں اور مسلمانوں کی دونو توحید پرست اقوام میں رشتۂ اتحاد مضبوط ہو جائے۔ اور آئے دن کے اذان اور جھٹکا کے نفاق پیدا کرنے والے جھگڑے پیدا نہ ہوں +

روزانہ پنتھ لاہور اپنے ۹۔ اکتوبر ۱۹۲۲ء کے پرچہ میں لکھتا ہے کہ آئے دن دیہات میں سکھوں اور مسلمانوں کے اذان پر جھگڑے ہوتے رہتے ہیں جو فی الحقیقت ملک کے اتحاد اور اتفاق کو سخت نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس روز مرہ کی کشمکش کو دور کرنے کے لئے مولوی محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور قادیان ضلع گورداسپور نے اذان کا پنجابی ترجمہ چھاپا ہے تاکہ سکھوں کو معلوم ہو سکے کہ اذان لوگوں کو خدا کی عبادت میں شامل کرنے کا ایک پیغام ہے اور اس میں کوئی شرک کی بات نہیں۔ مولوی محمد یوسف صاحب کی یہ کوشش بلاشبہ ملک کے اتحاد و اتفاق کے لئے قابل مبارک باد ہے جو صاحب دیکھنا چاہیں مولوی صاحب سے منگوا سکتے ہیں +

مکرم سردار جیون سنگھ صاحب نائب تحصیلدار سبی (بلوچستان)

لکھتے ہیں کہ ایڈیٹر صاحب نور نے خاص طور پر بھولے بھالے سکھوں کو واضح طور سے بتلا دیا کہ ان کو صرف ایک اونکار کو ماننا چاہیئے۔ اور پرانے ہندوانہ رسم و رواج اور باطل طریقوں سے باز آنا چاہیئے۔ جو ان کو بجائے گوردواروں کی طرف لے جانے کے مندروں اور بٹھاکر دواروں کی طرف لے جا رہے ہیں۔ اور سکھوں اور مسلمانوں میں جو جو غلط فہمیاں تھیں ان کے قلع قمع کرنے میں حتی الوسع کوشش کی۔ اور سکھوں کو مسلمانوں کے بہت نزدیک ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی تک کا زور لگایا۔ جس سے سکھ فرقہ میں ایک ہیجان سا برپا ہو گیا۔ اور اکثروں نے انکی کھری کھری باتوں سے متاثر ہو کر اپنے مذہب پر نظر ثانی ضروری خیال کی (۲) انھوں نے اذان کا گورمکھی ترجمہ کیا۔ جس سے یہی مقصود تھا کہ دیہاتی سکھوں کو جو اکثر گورمکھی بھی جانتے ہیں۔ یہ ترجمہ پڑھ کر معلوم ہو جائے کہ اذان میں انکے مذہب کے خلاف کوئی بات نہیں ہے صرف واہگورو کی پوجا کی طرف بلاوا ہے تاکہ آئے دن کے خون خرابے دور ہو کر سکھ دیہات میں مسلمانوں کو اونچی آواز سے اذان کا حق حاصل ہو جائے جو اس وقت جہالت و غلط فہمی کے باعث انھیں بعض دیہات میں حاصل نہیں +

(۳) قرآن مجید کا گورمکھی ترجمہ کرنا کوئی تھوڑا کام نہیں جو نظر انداز کیا جا سکے جس کو ایڈیٹر صاحب نور نے محض اللہ کے بھروسہ پر شروع کیا اور انجام کو پہنچایا۔ یہ بھی اس لئے کہ سکھوں میں پرچار (تبلیغ) کا کام آسان ہو جائے

متعصب آریہ اخبارات کا اعتراف

اخبار پرکاش لاہور اپنے ۹ مئی ۱۹۱۵ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ اخبار نور قادیان کے ایڈیٹر سردار سورن سنگھ حال شیخ محمد یوسف مہینوں سے اپنے اخبار میں سکھ مذہب کو اسلام کی ایک شاخ بیان کر رہے ہیں۔ اور

باوا نانک صاحب کو راسخ الاعتقاد مومن ثابت کر رہے ہیں۔ کیا خالصہ کیمپ میں کوئی بھی ایسا آدمی نہیں جو ان کا جواب دے سکے +

اخبار آریہ گزٹ لاہور

اپنے اپریل ۱۹۱۶ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ نور یہ لکھ رہا ہے کہ سکھ مذہب کا بانی اسلام کا پیرو تھا۔ اس کے ثبوت میں وہ بہت کچھ لکھ چکا ہے۔ مگر افسوس کہ ہمارے سکھ بھائیوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا جسے دیکھ کر یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ نور بازی لے گیا + اکابرین کی شہادتیں

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی رائے

اس کتاب کے ایک حصہ ست اپدیش کے متعلق حضور فرماتے ہیں کہ آپکی کتاب یہ نے پڑھی مجھے یہ کتاب بہت ہی پسند آئی اور اسے ختم کرنے پر قلب میں نہایت ہی مسرت پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ ختم کرتے کرتے انسان کو یقین ہو جاتا ہے کہ باوا نانک صاحب ضرور مسلمان تھے اور دل اس امر پر مطمئن ہو جاتا ہے کہ یہ ایک زیر بحث مسئلہ نہیں بلکہ ثابت شدہ حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپکی اس کوشش کو نیک ثمرات پیدا کرنے کا موجب بنائے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہماری جماعت اس کتاب سے خود بھی فائدہ اٹھائیگی اور کثرت سے اس کتاب کو خرید کر دوسروں میں تقسیم کریگی۔ دس کتب آپ میری طرف سے سکھوں میں تقسیم کر دیں اور قیمت مجھ سے وصول کر لیں +

جناب خان بہادر سر میاں فضل حسین خاں صاحب کی رائے

آپ اپنے ایک عزیز کو تحریر فرماتے ہیں کہ یہ نے کتاب موسومہ "باوا نانک کا مذہب" کو سرسری نظر سے دیکھا۔ مصنف صاحب شیخ محمد یوسف صاحب کا میری طرف سے اس کتاب کے لئے شکریہ ادا کریں۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ کتاب پنجاب پبلک کے لئے بہت مفید ثابت ہوگی +

مولانا محمد ظفر صاحب ایم اے وکیل گورداسپور کی رائے

مولانا موصوف نے یکم نومبر ۲۴ء کے رسالہ درویش دھلی میں "باوا نانک کا مذہب" پر بہت مفصل ریویو لکھا تھا جو اگر سب کا سب اس جگہ درج کیا جائے تو پورے آٹھ صفحوں پر آئے۔ لہذا قلت جگہ کی وجہ سے اس کا خلاصہ بھی اختصار سے درج کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:- اس کتاب میں مصنف نے طرح طرح کی زبردست دلیلوں سے ثابت کیا ہے۔ کہ گورو صاحب سچے مسلمان تھے۔ مصنف نے پہلے ہندوؤں کے چیدہ چیدہ گیارہ عقیدے لئے ہیں.... اور باوا صاحب کے عقائد ہندوؤں کے ان مسلمہ عقیدوں سے بالکل برعکس ثابت کئے ہیں +

اسی طرح سکھوں کے پانچ ککوں کی نسبت لکھا ہے کہ ان کا جواز سکھوں کی مذہبی کتب سے ثابت نہیں ہوتا.... اس کے بعد مصنف نے ثابت کیا ہے کہ باوا نانک رحمۃ اللہ مسلمان تھے۔ اسلام کے موٹے موٹے اصولوں توحید کلمہ طیبہ۔ نماز۔ روزہ۔ حضور رسالت مآب پر ایمان۔ حج۔ قیامت۔ ملائکہ۔ قرآن مجید وغیرہ پر حضرت باوا نانک صاحب کے عقائد کو جانچا اور دکھایا ہے کہ آپ کے وہی عقائد تھے جو ایک سچے مسلمان کے ہو سکتے ہیں.... کتاب کے اخیر پر ایک نہایت قابلانہ تاریخی مضمون "مسلمانوں کے تعلقات سکھ گوروؤں سے" دیا ہے یہ مضمون جس قدر طویل ہے اسی قدر دلچسپ ہے۔ ثابت کیا ہے کہ مسلمان اور مسلمان بادشاہ ہمیشہ سکھوں سے حسن سلوک سے پیش آتے رہے.... کتاب ایسے مفید معلومات سے لبریز ہے کہ پڑھنے والے کی چشم بصیرت کھل جاتی ہے۔ مصنف نے اس کتاب کے شائع کرنے میں مسلمانوں پر بڑا احسان کیا ہے.... یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر ایک مسلمان پڑھ کر اپنے میں حریف سے گفتگو کرنے کی استعداد پیدا کرے.... اور میں بڑے زور سے سفارش کرتا ہوں کہ مسلمان نہ صرف مصنف کی حوصلہ افزائی کریں بلکہ خود بھی فائدہ اٹھائیں" +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

دیباچہ

الحمد للہ کہ میں اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کے چھپوانے کے قابل ہوا۔ یہ ایڈیشن بلحاظ اضافہ معلومات پہلے سے بہت زیادہ اور بہ اعتبار لکھائی چھپائی کاغذ بھی نمایاں فرق رکھتا ہے +

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۰۹ء میں شائع ہوا تھا۔ باوجودیکہ ہر ایک مسلم اخبار نے اس کتاب پر بہت عمدہ ریویو کیا۔ مگر پھر بھی بڑی جد وجہد کے بعد اس کا پہلا ایک ہزار کا ایڈیشن پانچ سال میں فروخت ہوا۔ ایسی علمی اور نادر کتاب کی بکری کی یہ سست رفتاری کسی حالت میں بھی قابل تعریف نہیں کہی جا سکتی بلکہ صریح حوصلہ شکنی ہے۔ اگر کوئی قوم یہ چاہتی ہے کہ اس میں لائق مصنفین پیدا ہوں تو اس کے لئے قدردانی کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ بدوں اس جذبہ کے قابل آدمیوں کا پیدا ہونا بہت مشکل ہے۔ باوجود اس سرد مہری کے اس دوسرے ایڈیشن کے لئے جس بات نے مجھے دوبارہ آمادہ کیا وہ محض تبلیغی نقطہ خیال ہے اس وقت ہندوستان میں جس قدر تبلیغ کی ضرورت ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے دوسرے الفاظ میں اگر ہندوستان میں مسلمان اپنے مستقبل کو شاندار دیکھنا چاہتے ہیں تو انھیں تبلیغی شعبہ کو بہت ہی استوار بنانا پڑے گا۔ اور پھر از روئے واقعات اس تبلیغی نقطہ نگاہ سے سکھوں جیسی بہادر اور شجاع قوم جس قدر اقرب الی الاسلام

ہے وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ اگر اس کتاب کی وسیع پیمانہ پر سکھوں میں اشاعت ہوسکے تو یہ مذہبی اور تمدنی نقطہ خیال سے کس قدر مفید ہوسکتی ہے۔ اس کے لئے آپ اس کے اول ایڈیشن کے پیدا شدہ اثر کو ملاحظہ کیجئے۔ باوجودیکہ وہ ایڈیشن بہت سُست رفتار سے فروخت ہوا۔ اور اس میں سے بھی شاید ایک سو کتاب ہی سکھوں کے ہاتھوں میں پہنچی ہوگی۔ مگر اس نے سکھوں کی مذہبی فضا میں کیا اثر کیا۔ وہ ذرا بھائی امر سنگھ صاحب مالک شیر پنجاب (لائل گزٹ) کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

"ان کے تراشے ہوئے الزام کے زیر اثر بعض غیر سکھ مورخوں نے اسے دیے الفاظ میں دُہرایا"

پھر دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ۔

"بعض ناواقف طبقوں میں غلط فہمی پھیلانے میں کسی قدر کامیاب بھی ہوگئے دوسری طرف بعض اصحاب کی تحریروں سے معلوم ہوا کہ وہ انکی تحریروں سے ایک حد تک بہکائے جا چکے ہیں" ست اُپدیش صفحہ ۶

یہ اقتباس خود اپنی تشریح آپ ہی ہے کسی قوم کی فضاء کو بدلنا انکی ذہنیت کو تبدیل کرنا ایک عظیم الشان جد و جہد کو چاہتا ہے۔ جہاں تک مواد کی بہم رسانی کا سوال ہے اس کے لئے بیگانوں تک کو بھی اعتراف ہے۔ باقی جس قدر زیادہ اس کی اشاعت ہوگی اسی قدر زیادہ اس کا نیک ثمرہ بھی برآمد ہوگا۔ اگر مسلمان ہندوستان میں اپنے مستقبل کو شاندار دیکھنا چاہتے ہیں تو باوجود اختلاف آراء اور اختلاف عقائد کے انھیں مشترکہ کاموں میں ایک ہونا پڑے گا۔ ذرا اپنی ہمسایہ قوم کو دیکھئے۔ آریوں۔ سناتنیوں۔ جینیوں۔ بدھوں۔ دیوسماجیوں اور سکھوں وغیرہ کے عقائد میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ مگر مشترکہ اغراض میں یہ ایک ہیں +

برخلاف اس کے ہم ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں کیونکہ ہمارا خدا ایک۔ رسول ایک۔ کتاب ایک کلمہ ایک۔ قبلہ ایک۔ تمدن ایک۔ شریعت ایک

پھر ہمیں کم از کم مشترکہ اغراض میں کس قدر ایک ہونیکی ضرورت ہے۔ وہ آج کوئی پوشیدہ راز نہیں رہا۔ اگر ہم بیدروح اپنے اندر پیدا کر سکیں تو خدا کے فضل سے ربع صدی میں ہی اسلام ہندوستان کے کل ادیان پر غالب آ سکتا ہے اور ہمارا مستقبل ایک سنہری مستقبل بن سکتا ہے +

اگر دوستوں نے اس علمی اور نادر کتاب کی توسیع اشاعت میں سعی بلیغ سے کام لیا تو صرف یہی نہیں کہ ہم سکھوں کی دیہاتی آبادی میں اذان کے متعلق خون خرابے پیدا کرنے والے جھگڑے ہی بند کر سکیں گے بلکہ انھیں ہم اس سے بھی بڑھکر اسلام کے قریب لا سکیں گے۔ اور اگر ہم پوری سعی سے کام لیں تو وہ وقت دور نہیں کہ سکھوں جیسی دلاور قوم کا وجود اسلام کے لئے ایسا ہی نفع بخش ثابت ہوگا۔ جیسا کہ پٹھانوں اور مغلوں کا ہوا ہے۔ صاحب ثروت لوگوں کا یہ فرض ہے کہ اس کتاب کو کثرت سے سکھوں اور نانک پنتھیوں میں مفت تقسیم کریں +

احترامی جذبہ کے لحاظ سے ہندوؤں کا بیشتر حصہ شری گورو نانک دیو جی کا حلقہ بگوش ہے۔ ایسے لوگوں میں بھی اس کتاب کی تقسیم اپنے اچھے پھل لانے کا موجب ہو سکتی ہے۔ اگر دوستوں نے اس کی قدردانی کی تو پھر میں شاید اس کے گورمکھی اور ہندی ایڈیشنوں کے چھپوانے کا بھی حوصلہ کر سکوں +

آپ کی طرف سے حوصلہ افزا جواب کا خواہشمند

محمد یوسف ایڈیٹر نور

مصنف کتاب ہذا

۱۲ جون ۱۹۳۸ء

ہندوؤں کے عقائد اور سکھ مذہب

پنجاب میں غالباً ایسا شخص کوئی بھی نہ ہوگا۔ جو باوا نانک جی کے نام نامی اور خوبیوں سے آگاہ نہ ہو۔ اس لئے زیادہ ضرورت نہیں کہ ہم انکی سوانح اور طریق زندگی کی نسبت مبسوط مضمون لکھ کر ناظرین کی تضیع اوقات کریں۔ باوا صاحب موصوف ہندوؤں کے شریف خاندان میں اپریل سنہ ۱۴۶۹ء* میں تہنہ کالورام کے گھر میں پیدا ہوئے چونکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اخلاص و یقین رکھتے تھے اس لئے بہت جلدی زہد و تقویٰ و پرہیزگاری میں شہرت پا گئے اور ایسی قبولیت کے مرتبہ کو پہنچ گئے کہ ہندوؤں کے دوسرے رشی و منیوں کو پیچھے چھوڑ گئے۔ آج چالیس لاکھ کے قریب عقیدت مند جان نثار باوا نانک جی کے حلقہ بگوش ہیں۔ اور اگر عام احترامی جذبہ کو لیا جائے۔ تو یہ تعداد بہت زیادہ ہو سکتی ہے۔ مگر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ سنت مارگ (صراط مستقیم) جسکی طرف شری باوا نانک جی نے ہدایت فرمائی تھی خود نراشیدہ دلیلوں، چند اجتہادی غلط فہمیوں کی وجہ سے سکھ صاحبان اس صراط مستقیم سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ تو قدرتاً ہمیں تکلیف ہوتی ہے اور

* ناظرین پر واضح رہے کہ باوا جی کی پیدائش کے متعلق مختلف روایات ہیں باوا صاحب کی ایک جنم ساکھی میں انکی پیدائش ۳ بیساکھ سمت ۱۵۲۶ بکرمی مطابق ۱۵-اپریل سنہ ۱۴۶۹ء سکھوں کے واجب الاحترام بزرگ بھائی گورداس جی بھی ماہ بیساکھ یعنی ماہ اپریل کا حوالہ باوا جی کی پیدائش کے متعلق دیتے ہیں۔ لیکن بعض سکھ صاحبان کے نزدیک یہ یقینی نہیں۔ وہ ماہ نومبر کی پیدائش مانتے ہیں۔ مگر سب سے پرانی جنم ساکھی جو کہ انڈیا آفس لنڈن میں موجود ہے۔ وہاں بھی باوا جی کی پیدائش اپریل ہی میں بتائی گئی ہے۔ منہ

ایک سرد آہ کھینچ کر یہ کہنا پڑتا ہے ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں راہ کہ تو مے روی بترکستان است

اب ہم ایک نہایت ہی آسان اور سہل ترین طریقہ حضرت باوا نانک صاحب کے عقیدہ کے پرکھنے کے لئے ناظرین کرام کے سامنے رکھتے ہیں وہ کسوٹی ایسی بے لاگ اور رعایت سے مبرہ ہے کہ جسکے سامنے کسی بھی معقول پسند انسان کو ایک طرفۃ العین کے لئے بھی انکار نہیں ہوسکتا۔ وہ یہ کہ سب سے اوّل ہم ہندوؤں کے کل چیدہ چیدہ عقائد کو لیتے ہیں اور اس پر حضرت باوا صاحب کا عقیدہ پرکھتے ہیں اگر حضرت باوا نانک صاحب ہندو کے کُل عقائد یا کم از کم ایک دو عقیدوں کی بھی تائید میں ہوں تو میں بخوشی کہدوں گا کہ حضرت باوا صاحب ہندو ہیں کیونکہ ہم ہٹ دھرمی اور ضدی نہیں۔ اگر باوا صاحب ہندو عقائد کے حق میں ہیں تو لازم وہ ہندو۔ اور اگر ہندو عقائد کی مخالفت میں ہوں تو ہر ایک معقول پسند ہمارے ساتھ اتفاق کریگا کہ کوئی شخص ہندوؤں کے کل عقائد کی تردید کرتا ہوا ہندو نہیں ہوسکتا +

ہندوؤں کے چیدہ چیدہ عقائد درج ذیل ہیں :-

(۱) وید سمرتی پران پر ایمان۔

(۲) جاتی ورن یعنی مسئلہ چھوت چھات۔

(۳) تیرتھ یاترا یعنی ہندوؤں کے مقدس مقامات کا احترام۔

(۴) رسمی جنیو یا زنار بندی۔

(۵) مورتی پوجا یعنی بت پرستی۔

(۶) سونک پاتک یعنی جس گھر میں کوئی بچہ پیدا ہو اس کا ناپاک ہونا۔

(۷) اوتار یعنی خدا انسانی قالب میں حلول کرتا ہے۔

(۸) گئو پوجا یعنی پرستش گائے۔

(۹) مُردے کا جلانا۔
(۱۰) گرنتھ میں ذبیحہ کی اجازت ہے یا جھٹکا کی ؟۔
(۱۱) تناسخ۔

میرے نزدیک یہی گیارہ چیدہ چیدہ اور موٹے موٹے عقائد ہیں جس پر ہندو دھرم قایم ہے۔ اگرچہ اور عقائد بھی ہیں مگر وہ سب انھیں گیارہ عقائد کی شاخیں ہیں۔ آؤ اب ہم تعصب اور ضد سے الگ ہوکر ہندوؤں کے اُن عقائد میں سے ایک ایک عقیدہ لیں اور اس پر باوا صاحب کا فتویٰ ڈھونڈیں۔ اگر باوا صاحب ان عقائد یا ان میں سے کسی عقیدہ کی بھی تائید کریں تو بلاشبہ وہ ہندو۔ ورنہ دنیا کا کوئی معقول پسند ایک ایسے شخص کو جو ہندوؤں کے کل عقائد کی سختی سے تردید کرتا ہو ہندو نہیں کہے گا۔ اور پھر لطف یہ کہ ہم باوا نانک صاحب کے اقوال بھی اس کتاب سے پیش کریں گے جو سکھوں کے ہاں سب سے زیادہ مقدس اور جسپر سکھ مذہب کا مدار ہے یعنی شری گورو گرنتھ صاحب آدا ہاں اسکی تائید میں ہم سکھ صاحبان کی دیگر کتب کے حوالجات بھی پیش کر سکیں گے۔ مگر مدار دعویٰ گرنتھ صاحب ہی ہوگا ؛

پہلا عقیدہ

وید سمرتی پران اور باوا نانک جی

آپ صاحبان کو یاد رہے۔ کہ سناتنی و آریہ صاحبان ویدوں کو اکاش بانی یعنی الہامی کتب سمجھتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اسکے متعلق باوا صاحب کا کیا عقیدہ ہے اگر وہ مثل سناتنی و آریہ ویدوں کو آکاش بانی ہی مانتے ہیں تو بلاشبہ باوا صاحب ہندو۔ اور اگر آپ وید وں کی تردید اور مخالفت میں ہیں تو ایک شخص وید وں کی مخالفت اور تردید کرتا ہوا ہندو نہیں ہو سکتا۔

اس کے متعلق باوا نانک جی کے شلوک گرنتھ و جنم ساکھی سے لیکر آپ صاحبان کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ تاکہ آپ اس بات کا بخوبی اندازہ لگا سکیں کہ باوا نانک جی کے دل میں ویدوں کی کیا عظمت تھی جسے سناتنی اور آریہ صاحبان الہامی سمجھتے ہیں اور ساتھ ہی انصاف کے حامیوں سے اس بات کی داد چاہتا ہوں جو باوا نانک جی کو ہندو سمجھتے ہیں۔ وہ باوا نانک جی کے اقوال سے ان کے مذہب کا اندازہ کرلیویں۔ وہ شلوک یہ ہیں:۔

شلوک گرنتھ صاحب سورٹھ محلہ پہلا۔

شاست بید بکے کھڑو بھائی کرم کرو سنساری
پاکھنڈ میل نہ چوک ائی بھائی انتر میل وکاری

ترجمہ۔ شاستر اور وید کی تعلیم سے دل دُنیاوی کدورتوں سے پاک نہیں ہوتا خواہ تم ویدوں پر کتنا ہی عمل کیوں نہ کرو +

گرنتھ صاحب شلوک سورٹھ محلہ ۳

پنڈت میل نا چوکئی جے وید پڑھے جگ چار

ترجمہ۔ ہندو لوگ آفرینش تا قیامت اس طول طویل زمانہ کو چار حصّوں پر تقسیم کرتے ہیں۔ جنکو علیحدہ علیحدہ ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ست جگ۔ دواپر۔ ترتیا۔ کلجگ۔ چاروں کو ملاکر چار جگ کہتے ہیں۔ سو باوا نانک جی پنڈت کو مخاطب کرکے کہتے ہیں۔ کہ اگر از آفرینش تا قیامت ویدوں کا سمرن اور پُوجا کرو تو بھی مُکتی حاصل نہیں ہوسکتی۔ پھر باوا صاحب

گرنتھ صاحب انند محلہ ۳ میں فرماتے ہیں۔

سمرت شاست پُن پاپ ویچارے تتے سار نہ جانی

ترجمہ۔ شاستر یعنی ہندوؤں کی مذہبی کتب مقدسہ ثواب اور گناہ کے تفرقہ سے بھی عاجز ہیں۔ راہ ہدایت کی طرف رہنمائی کرنا تو الگ۔ پھر آگے

گرنتھ صاحب دھنا سری محلہ ۵ میں فرماتے ہیں۔

پڑھ رہے سگلے وید ناچوکے من بھید

ترجمہ۔ چاروں ویدوں یعنی رگ۔ یجر۔ سام۔ اتھرو۔ وید کے پڑھنے سے بھی اطمینان قلب اور شانتی حاصل نہیں ہوتی ٭

پھر باوا صاحب

گرنتھ صاحب ملار محلہ ۳ میں فرماتے ہیں۔

وید بانی جگ دروتا ترے گن کرے وچار
بن نادین جم ڈنڈ سہے مرجنمے دارو وار

ترجمہ۔ وید بانی نے جو دنیا کو سب سے بڑھ کر معجزہ یا کرامت دکھلائی۔ جسپر برہما۔ بشن۔ مہیش۔ جو ہندوؤں دیوتاؤں میں اکابر ہیں نے بڑے غور وخوض سے کام لیا۔ وہ تناسخ (آواگوں) ہے۔ جائے غور ہے کہ اس جگہ باوا جی نے تناسخ سے صریحاً آزردگی وکشیدگی ظاہر فرمائی ہے اور تناسخ کو بڑی حقارت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

آپ گرنتھ صاحب ملار محلہ ۳ میں فرماتے ہیں۔

پڑھ پڑھ پنڈت منی تھکے ویدوں کا ابھیاس
ہر نام چیت نہ آوئی نہ نج گھر ہوئے باس

ترجمہ۔ رشی اور منی بھی وید کو پڑھ پڑھ کر تھک گئے اور معرفت اور حیات جاودانی حاصل نہ کرسکے۔

دسم گورو جی

برہمے چار ہی وید بنائے
سرب لوگ تہیں کرم چلائے
جن کی لوہر چرن لاگی
تے بیدن تے بہے نیاگی
جن من ہر کے چرن ٹھہراؤ
سو سمرتن کے راہ نہ آؤ

مطلب کہا جاتا ہے کہ برہما نے چار ویدوں کو بنایا۔ اور تمام دُنیا کو انکی دعوت دی۔ مگر جن کی لگن خدا سے لگ چکی تھی انھیں ویدوں کو جواب دینا پڑا جو اُس واحد لاشریک کے رنگ میں رنگین ہو چکے تھے انھیں ویدوں کو دور ہی سے سلام کہنا پڑا۔

گرنتھ صاحب سے۔ ملار محلہ ۳

ترگن بانی وید وچار
بکھیا میل بکھیا وپار

ترجمہ۔ ہندوؤں کے اکابر دیوتاؤں یعنی برہما وشن مہیش کے اقوال (ویدوں) کو غور و خوض سے پڑھا مگر کوئی گیان اور معرفت کی بات میسر نہ ہوئی۔

شری گورو گرنتھ صاحب گوڑی محلہ ۳ صفحہ ۳۳۸

برہما وید پڑھے باد وکھانے
انترناس آپ نہ پچھانے

ترجمہ۔ یعنی برہما جیسے مہارشی بھی ویدوں کو پڑھ کر کوئی خاص گیان حاصل نہ کر سکے۔

پھر اور دیکھو۔ شری گورو گرنتھ صاحب رام کلی محلہ ۵ صفحہ ۱۴۲۵

مہما نہ جانے وید برہما نہ جانے بھید
اوتار نہ جانے انت پرمیشور پار برہم بے انت

یعنی وید مقدس خداوند تعالیٰ کی تعریف سے عاجز۔ برہما اللہ کریم کے راز سے قاصر۔ اوتار خدا کی کُنہ سے نہیدست۔ کیونکہ اس کی ذات تو محیط الکل اور سب سے اونچی ہے +

دوسرا عقیدہ

مسئلہ چھوت چھات اور باوا نانک صاحب

ذات پات نہ پوچھے کوئی
ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئی

روز قیامت خواہند پرسید کہ ہُنرت چیست ونہ گویند کہ پدرت کیست

ذات بے اوصاف ہے تو ہے بھلا کس کام کی
جوہر ذاتی نہ ہو۔ کیا قدر ہے ؟ صمصام کی
نیک خصلت پر نظر ہے خاص کی اور عام کی
فخر بے جا ذات کا ہے۔ شیخ کو اور خان کو
سب سے برتر ہے شرافت حضرت انسان کو

ذات پات کے عقیدہ کے جیسے ہندو لوگ قائل ہیں وہ اظہر من الشمس ہے اگر شودر کا سایہ برہمن پر پڑ جائے تو اس کے لئے غسل واجب ہے۔ کتا اور بلی برہمن کو چھو سکتا ہے مگر ایک انسان جس پر کسی وجہ سے شودر کا لفظ عاید ہو گیا وہ برہمن کے پاس نہیں پھٹک سکتا۔ گویا برہمنوں کے نزدیک شودر کبھی انسانیت کے درجہ میں آئے ہی نہیں۔ غرضیکہ ذات پات کی امتیاز جیسے ہندو مذہب میں ملتی ہے۔ کسی دوسرے مذہب یا ملک میں ملنی محال ہے پیشتر اس کے کہ ہم باوا نانک صاحب کی رائے چھوت چھات کے مسئلہ پر لکھیں یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ ہم ناظرین کو بھارت ورش کے اس قدیم زمانہ کا مختصر حال بتلائیں جبکہ بقول ہندو صاحبان یہ ہندوستان ترقی کے اعلےٰ مدارج پر تھا۔ اس کے لئے ہم تمام حوالے انھیں کے دھرم پستکوں وشاشتروں سے دیں گے ؛

ہندو دھرم شاستر یعنی منوسمرتی میں لکھا ہے :-
اس سمپورن جگت کی اچھا کے لئے اس مہا تیجسوی برہما نے منھ باہنہ جانگھ
اور چرن سے پیدا ہوئے چاروں ورنوں کے کرم الگ الگ مقرر کئے۔ منوسمرتی
ادھیا ایک شلوک ۸۷ وید پڑھنا۔ وید پڑھانا۔ یگیہ کرنا۔ یگیہ کرانا۔ دان دینا
دان لینا۔ یہ کرم برہمن کے لئے بنائے۔ شلوک ۸۸۔
رعایا کی حفاظت کرنا۔ دان دینا۔ یگیہ کرنا۔ وید پڑھنا۔ دنیا کی نعمتوں میں
دل نہ لگانا۔ یہ پانچ کرم کشتری کے لئے مقرر کئے۔ شلوک ۸۹۔
چار پائیوں کی حفاظت کرنا۔ دان دینا۔ یگیہ کرنا۔ وید پڑھنا۔ تجارت کرنا۔
سود (بیاج) لینا۔ کھیتی کرنا۔ یہ سات کرم ویشوں کے لئے مقرر کئے۔ شلوک ۹۰۔
شودر کے لئے ایک ہی کرم پربھو نے ٹھہرایا۔ یعنی سچے دل سے ان تینوں ذاتوں
کی خدمت کرنا۔ شلوک ۹۱۔

واہ رے نیارے کہ سب سنسار ایک ہی منش برہما جی سے پیدا ہوا۔ مگر کسی کو
عزت دی اور آسمان پر چڑھا دیا۔ اور کسی کو ذلت دی۔ مگر زمین کی تہ میں گھسا دیا۔
آہ برہمن کشتری ویش کے سوا جاتیوں کے منتر و۔ تم نہ ودیا سیکھ سکتے ہو۔ نہ
یگیہ کر سکتے ہو۔ نہ دان لینے سے سروکار نہ کھیتی سے مطلب اور نہ تجارت سے غرض
رکھ سکتے ہو۔ بس تمہاری چھوٹی قسمت میں صرف محنت و خدمت کرنا ہی لکھا گیا ہے
ابھی اسی پر بس نہیں۔ آگے اور ملاحظہ ہو۔
برہمن کے نام میں لفظ منگل یعنی خوشی اور کشتری کے نام میں لفظ بل یعنی
طاقت۔ اور ویش کے نام میں لفظ دھن یعنی دولت۔ اور شودر کے نام میں لفظ
داس شامل کرنا چاہیئے۔ منوادھیائے ۲ شلوک ۳۲۔
اور دیکھو۔ برہمن۔ کشتری۔ ویش۔ تینوں ورن۔ اگر محبت کی وجہ سے
نیچ ذات کی لڑکی کے ساتھ وواہ کریں۔ تو اولاد اور اپنی کل کو ناش کر دیتے ہیں۔
منوادھیائے ۳ شلوک ۱۵۔ ہائے غضب اگر شودر کی کنیا سے پریم ہو جائے۔ تو

ناش لگ جائے۔ ہے دیالو ہے کرپالو۔

پھر لکھا ہے۔ جو شخص شودر کو دھرم کا اُپدیش دیتا ہے وہ مع اس شودر کے اسم برت نام نرک میں جاتا ہے۔ منوادھیائے ۴ اشلوک ۸۹۔

یہی نہیں۔ بلکہ شودر کے پاس بھی نہ پڑھے۔ منوادھیاء ۴ اشلوک ۹۹۔

کیونکہ برہمن کی سیوا شودر کا بڑا کرم ہے۔ اُس کو چھوڑ کر جو کچھ کرتا ہے۔ وہ نسپھل (بے فائدہ) ہے۔" منوادھیائے ۱۰ اشلوک ۱۲۳ ہے۔

شودر کے کان میں ودیا کی بھنک (آواز بھی نہ پہنچنے پائے)۔

اور پڑھو۔ جو ذات ہی میں برہمن ہو اور براہمن کا کام کچھ بھی نہ کرتا ہو۔ اور مورکھ ہو تو وہ بھی راجہ کو دھرم کا اپدیش کر سکتا ہے اور شودر کیسا ہی ہو وہ اپدیش نہیں کر سکتا۔ منوادھیائے ۸ شلوک ۲۰۔ بلکہ جو شودر برہمنوں کو دھرم کا اپدیش کرے اس کے مُنہ اور کان میں گرم تیل راجہ ڈالے۔ منوادھیاء ۸ شلوک ۲۷۲ +

منوجی مہاراج کی اس آگیا سے سوامی دیانند سرسوتی کا وہ سدھانت بھی مٹ گیا جو برہمن ہو کر مورکھ ہو سو شودر ہے۔ ستیارتھ پرکاش سملاس ۴ صفحہ ۱۰۹۔

اور دھیان دو۔" اگر شودر برہمن یا کشتری یا دیش سے سخت زبانی کرے تو اسکی زبان میں سوراخ کیا جائے وہ عضو حقیر یعنی پاؤں سے پیدا ہُوا ہے۔ منوادھیائے ۸ شلوک ۲۷۰ +

اور پڑھو۔ جو شودر بلند آواز سے برہمن وغیرہ کے نام کو دور ذات کہے تو اس کے مُنہ میں بارہ اُنگل کی لوہے کی جلتی سلاخ ڈالنا چاہیئے۔ منوادھیاے ۸ شلوک ۲۷۱۔

ابھی کیا ہے اور دیکھو۔ شودر اگر برہمن یا کشتری یا دیش کے ساتھ ایک آسن پر بیٹھے تو اس کی کمر میں نشان کر کے نکال دے۔ خواہ اس کے سُرین کو کاٹ دے کہ وہ مرنے نہ پائے۔ منوادھیائے ۸ شلوک ۲۸۱ +

بلکہ شودر کی لڑکی کو اپنے پلنگ پر بٹھانے سے برہمن نرک میں جاتا ہے۔ منواد ھیائے ۳ شلوک ۱۷۔ ہے دیالو پرماتما تیری دیا۔

دیکھئے جاؤ لکھا ہے۔ جو شودر برہمن کے بال و پاؤں و داڑھی و گلا وغیرہ کو پکڑے اس کا ہاتھ کاٹنا چاہیئے یہ خیال نہ کرے کہ اسکو تکلیف ہوگی۔ منواد ھیائے ۸ شلوک ۲۸۳ +

اور اگر تمام پاپوں کو برہمن نے کیا ہو تو بھی اسکو قتل نہ کرنا چاہیئے۔ منواد ھیائے ۸ شلوک ۳۸۰۔ کیونکہ دنیا میں برہمن کے قتل کا خیال نہ کرے۔ منواد ھیائے ۸ سلوک ۳۸۱ +

ذرا اور ملاحظہ کیجئے "شودر سمرتھ بھی ہو مگر دولت جمع نہ کرے۔ کیونکہ شودر دولت پاکے برہمن ہی کو تکلیف دیتا ہے۔ منواد ھیائے ۱۰ شلوک ۱۲۹۔

لہذا۔ نیچ ذات والا لالچ سے بڑوں کے کام کرکے دولت پیدا کرے تو راجہ کو چاہیئے۔ کہ اسکی دولت چھین کر اسکو جلد اپنے دیش سے نکال دے۔ منواد ھیائے ۱۰ شلوک ۹۶۔

کیوں؟ اس لئے کہ "برہمن شودر و داس سے دولت لے لیوے اس میں کچھ بچا رنہ کرے کیونکہ وہ دولت کچھ اسکی ملکیت نہیں ہے وہ بے زر ہے وہ (شودر) جو دولت فراہم کرے اس دولت کا مالک اس کا سوامی ہے۔ منواد ھیائے ۸ شلوک ۴۱۷۔

اس لئے کہ زوجہ و فرزند و داس یہ تینوں بے زر ہیں اور دولت کو فراہم کریں تو جس کے یہ تینوں ہیں۔ اسکی دولت ہے۔ منواد ھیائے ۲۸ شلوک ۴۱۶۔ واہ رے نیائے۔

ہوسکتا ہے کہ بعض لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ عقیدہ تو صرف قدیمی ہندوؤں کا تھا۔ جدید ہندوؤں کا اپنی طرف سے اصلاح یافتہ فرقہ آریہ اس سے بالاتر ہے۔ مگر نہیں یہ دوستوں کی بھول ہے۔ باوجود آریہ سماج کی نمایشی ہمدردی اور تحریک اشدھی کی حمایت کے شودروں کے متعلق ان کا نقطہ نگاہ کوئی الگ نہیں ہے۔ چنانچہ سوامی دیانند جی لکھتے ہیں:۔

شودر کو چاہیئے کہ برہمن کشتری اور ویشوں کی خدمت مناسب طور پر کرے اور اس سے اپنی وجہ معاش پیدا کرے شودر کا یہی ایک کام اور وصف ہے۔ ستیارتھ پرکاش سملاس ۴ صفحہ ۱۶ +

مگر خدمت کس طریقہ پر کرے ذرا غور کرو۔ کہ آریوں کے گھر میں شودر کھانا پکانا وغیرہ خدمات کریں لیکن جب وہ بنائیں تو منہ باندھ کر بنائیں۔ تاکہ ان کے منہ سے جو ٹھا اور نکلا ہوا سانس بھی کھانے میں نہ پڑے۔" ستیارتھ پرکاش بار سویم سملاس ۱۰ صفحہ ۳۴۹۔

اس ہمدردی کے کیا کہنے۔ پہلا وچار تو کرلو کہ ایک تو شودر بیچارہ خدمت کرے۔ آٹا گوندھے۔ روٹی پکاوے مگر منہ باندھ لے۔ تعجب۔ حیرت۔ گویا جیسے ناج پر رائیں چلاتے وقت بیل کے منہ کو سینکا باندھ دیتے ہیں +

افسوس۔ ممکن ہے کہ آریہ صاحبان کہدیں۔ کہ سوامی دیانند ورن کو نہیں بلکہ کرم (فعل) کو سوئیکار (قبول) کرتے ہیں تو پڑھو اور وچار کرو۔ سوامی جی خاص طور سے شکشا (ہدایت) دیتے ہیں "براہمن وغیرہ۔ اعلےٰ ذاتوں کے ہاتھ کا کھانا چاہیئے۔ اور چنڈال وغیرہ۔ بیخ۔ بھنگی۔ چمار۔ کا نہ کھانا چاہیئے۔ ستیارتھ پرکاش سملاس ۱۰ صفحہ ۳۵۵۔

بال میک رامائن اتر کانڈ میں ایک واقعہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ ایک برہمن کا لڑکا اس واسطے مرگیا کہ شودر بن (جنگل) میں تپ (عبادت) کر رہا تھا۔ سری رامچندر جی نے بن میں پہنچکر اس فقیر سے پوچھا "تم کون ہو" اس نے جواب دیا۔ اے رام" میں۔ شوبنک نامی شودر ہوں۔ اور سرگ (بہشت) کی امید پر خدا کی بندگی کر رہا ہوں یہ بات سنکر شری رامچندر جی نے فوراً میان سے تلوار کھینچکر شوبنک کی گردن اڑا دی۔ اس کے بعد خوشی سے آسمان پر تمام دیوتا جمع ہوئے اور رامچندر پر پھولوں کا مینہہ برسایا اور کہا۔" اے مہاراج آپ بڑے صاحب اقبال اور مبارک ہو۔ اور راجہ عظیم کے مستحق ہو۔ آپ نے

ہماری خاطر ایسا کام کیا کہ ایک نجات کے خواہشمند شودر کی گردن اُڑائی۔ اس کے لئے ہم آپ کے ہر وقت زیر احسان رہیں گے۔ کہ آپ نے بہشت کے امیدوار شودر کو قتل کر ڈالا۔ اس وقت جو چاہو مانگو ہم آپ کی تمام اُمیدیں پوری کریں گے رامچندر جی نے دیوتوں کو کہا کہ اگر آپ مجھ پر پرسن (خوش) ہوئے ہو۔ تو اس بات کی شفارش کرو کہ برہمن کا لڑکا زندہ ہو جائے۔ دیوتوں نے کہا کہ وہ لڑکا اسی وقت زندہ ہو گیا تھا جب آپ نے اُس نجات کے خواہش سے عبادت کرتے ہوئے شودر کا سر تن سے جُدا کیا تھا +

اگر شودر پنج گویہ* پیوے تو بہت جلد دوزخ میں پہنچ جاتا ہے +

وشن سمرتی الف ۵۴ -

ناظرین! اس مضمون کی طوالت سے شائد آپ کی سمع خراشی ہوئی ہو مگر جب تک میں آپ کو قدیم ہندوستان کی تمدنی حالت سے آگاہ نہ کرتا تو آپ اس امر کا اندازہ نہ لگا سکتے۔ کہ اسلام کونسی نعمت اور برکت ہندوستان میں لایا ہے پہلے اسلام نے ہی بنی نوع انسان کو مساوات بخشی اور نیشنلٹی کی بجائے ہیومنٹی کا علم بلند کیا۔ اور شری گورو بابا نانک صاحب بجائے منوشاستر کی پیروی کے قرآن کریم کی مطہر تعلیم پر شیدا ہوئے۔ چنانچہ بابا صاحب وار سری راگ محلہ ۱ میں فرماتے ہیں +

پھکڑ ذاتی پھکڑ ناؤں
سبناں جیا کا ایکا چھاؤں

ترجمہ۔ ذات پات کا سوال بے فائدہ ہے۔ درحقیقت جو خدا کی طرف سے مُنہ پھیر لیتے ہیں وہی ادنیٰ ہیں۔ قرآن مجید اس کے متعلق فرماتا ہے اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ دراصل بابا صاحب نے یہ تعلیم قرآن کریم سے حاصل کی ہے۔ پھر آگے فرماتے ہیں۔ ایشور نے کسی قوم میں فرق نہیں کیا۔ مثلاً جو انسانی طاقتیں چھتری اور برہمن کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی

* گوبر گائے۔ پیشاب گائے۔ گائے کا گھی۔ دودھ۔ دہی۔ یہ پنج گویہ ہے +
۱ ماسہ ۴ ماسہ ۴ ماسہ ۸ ماسہ

ہیں وہی شودر کو بھی عنایت کی ہیں۔ سب کے لئے خدا کی زمین فرش کا کام دیتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بارش ہوتی ہے تو جیسی وہ چھتری یا برہمن کی زمین کو سیراب کرتی ہے ویسے ہی شودر کو بھی نہال کر دیتی ہے بادِ نسیم کا جھونکا جس مسرت آمیز طریق سے بادشاہی محل سے گذرتا ہے ویسے ہی غریب کی جھونپڑی کے لئے بھی راحت و ٹھنڈک کا موجب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سورج اور چاند کی روشنی اگر بادشاہی محل کے جھروکے کو روشن کرتی ہے تو غریب کی کٹیا کو بھی بغیر کسی قسم کی رکاوٹ کے اپنی تجلی کے نور سے منور کرتی ہے۔ ذات پات اور چھوت چھات محض تنگدلی اور تنگ ظرفی پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر جگہ یکساں ہے۔ ورحمتی وسعت کل شئ (سورہ اعراف ع ۲) ترجمہ۔ رحمت میری نے سمالیا ہر چیز کو۔ قرآن شریف میں اس بات کو واضح طور سے بیان کیا گیا ہے۔ پھر بابا صاحب گرنتھ صاحب وار آسا محلہ پہلا میں فرماتے ہیں :-

آگے ذات نہ زور ہے آگے جیو نہ جنکی لیکھے پت پوے چنگے سے آئی کے

مطلب یہ کہ ذات پات نہ پوچھے کوئی ہر کو بجھے سو ہر کا ہوئی

یعنی قیامت کے روز اعمال حسنہ کام آئیں گے۔ نا کسی کا برہمن اور کھشتری وغیرہ ہونا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔ والوزن یومئذن الحق فمن ثقلت موازینہ فاولئک ھم المفلحون ومن خفت موازینہ فاولئک الذین خسروا انفسھم بما کانوا بایٰتنا یظلمون (اعراف ع) اور تولنا اس روز حق ہے پس جو شخص کہ بھاری ہوئی تول اُنکی۔ پس وہی ہیں کامیاب ہونے والے۔ اور جو شخص کہ ہلکی ہوئی تول اُنکی وہی لوگ ہیں گھاٹے میں ڈالا انھوں نے اپنی جانوں کو بسبب اسکے کہ تھے ساتھ

نشانیوں ہماری کے ظلم کرتے۔ باوا نانک صاحب آدگرنتھ برہماتی سلوک اول میں فرماتے ہیں:۔

ذات جنم نہ پوچھے سچ گر لے بتائے
سا ذات ساپت ہے جیسے کرم کمائے

یعنی قیامت کے روز عملوں پر فیصلہ ہوگا۔ اس وقت برہمن اور شودر میں کچھ امتیاز نہیں ہوگی۔ یہ ذات پات کی کشمکش صرف دُنیا تک ہے۔

پھر باوا صاحب آدگرنتھ آسا محلہ پہلا میں فرماتے ہیں:۔

خصم وسارے نے کم ذات
نانک نادے باجھہ سنات

ترجمہ۔ خصم پنجابی زبان میں خاوند اور مالک کی جگہ بولا جاتا ہے۔ یہاں خصم سے مراد اللہ تعالےٰ سے ہے۔ باوا نانک جی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ سے مُنہ موڑنے سے ذات کم ہوتی ہے۔ اور جو اللہ تعالےٰ کے ہو جاتے ہیں انکی ذات ہی اعلیٰ ہے۔

پھر گرنتھ صاحب آسا محلہ ۳ میں لکھا ہے:۔

بھگت رنگے سے اوتما جت پت سدے ہوئے
بن نادین سب نیچ جاتی ہے وشٹا کا کیڑا ہوئے

مطلب۔ جو لوگ روحانیت کے رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں دُنیا سے مُنہ پھیر کر خدا سے لگن لگاتے ہیں وہی اعلیٰ طبقے کے لوگ ہیں۔ بغیر اللہ تعالےٰ کی بندگی کے سب ادنیٰ ذات ہیں اور بغیر اعمال صالحہ کے انسان نہیں بلکہ گوبر کے کیڑے ہیں۔ پھر ملاحظہ ہو۔

گرنتھ صاحب بھیروں محلہ میں باوا نانک صاحب کہتے ہیں:۔

ذات کا گرہہ نہ کریو کوئی
برہم بندنے سب اوت پت ہوئی

پنج تت مل دیہی کا اکارہ
گھٹ دو کو کرے ویچارا

ترجمہ۔ ذات پرانترانا فضول ہے تمام خلقت اسی کے نور سے پیدا ہوئی ہے (جیساکہ قرآن کریم میں وارد ہے۔ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی آسمانوں اور زمین کا نور اللہ ہی ہے (جسکے نور کی تجلی ہر جگہ جلوہ گر ہے) پانچ عناصر یعنی آب۔ آتش۔ خاک۔ باد۔ فضاء کی ترکیب سے انسانی جسم ظہور پذیر ہوا ہے۔ اور یہی عناصر خمسہ ہر ایک انسان کیا شودر کیا برہمن کے جسم میں مساوی موجود ہیں اور اسے کوئی کم و بیش نہیں کرسکتا۔ ہاں جو خدا کے قریب وہ اعلیٰ اور جو خدا سے دُور وہ ادنےٰ۔

پھر گرنتھ صاحب گوڑی محلہ میں لکھا ہے:۔

گربہ داسن میں کل نہیں جاتی
برہم بندنے سب اوت باتی
کہورے پنڈت! بامن کب کے ہوئے
"بامن" کہہ کہہ جنم مت کھوئے
جو تُوں برہمن برہمنی جائیا
تو آن باٹ کا ہے نہیں آیا
تم کت برہمن ہم کت سود
ہم کت لہو تم کت دود

یعنی اے برہمن تو جو اپنی ذات پر فخر کرتا ہے یہ ٹھیک نہیں۔ کیونکہ بنی نوع انسان کی پیدائش پر بشر نے ایک ہی طرز سے کی ہے۔ جیسے خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ کہ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (نساء) یعنی خدا تعالیٰ نے تم سب کو ایک نفس سے پیدا کیا ہے۔ پس جب ایسی صورت ہے۔ تو ذات پرانترانا بالکل بے فائدہ ہے۔ پس اے برہمن! اس بات کا جواب دے

کہ تم کب سے پیدا ہوئے ہو۔ تم میں کونسا ذاتی تقدم ہے۔ برہمن کہلانے کے گھمنڈ میں اپنے تئیں ہلاک مت کرو ؛

پس اے برہمن تو جو اپنی ذات پر اس قدر ناز کرتا ہے تجھ میں کونسی بات فوقیت رکھتی ہے جو تجھے برہمن بناتی ہے۔ اور ہم کو شودر۔ ہمارے رگ و ریشہ میں تو خون دوڑتا ہے۔ کیا تمہاری شرائیں اور ناڑیوں میں بجائے خون کے دودھ دورہ کرتا ہے۔

شودر کہلانے والے بھائیو۔ غور کرو کہ تم ہندو کہلاتے ہو۔ مگر مندر میں جانا اور ساتھ بیٹھ کر یا اکیلے سندھیا کرنا تو درکنار مندر کے دروازہ تک نہیں پہنچ سکتے دیکھو مسلمان خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے ایک ساتھ مسجد میں ملکر نماز پڑھتے ہیں ؛

تم ہندو کہلاتے ہو مگر تم کسی دوسرے اونچ جاتی کا حقہ پینا تو درکنار چلم تک نہیں پی سکتے۔ دیکھو مسلمان سب آپس میں مل بیٹھ کر ایک ہی حقہ پیتے ہیں ؛

تم ہندو کہلاتے ہو مگر تمہارے گھر کا پکا ہوا کھانا تو درکنار۔ تمہارا چھوا ہوا بھی کوئی اونچ جاتی کا ہندو نہیں کھا سکتا۔ دیکھو مسلمان سب ایک برتن میں مل کر کھاتے ہیں ؛

مترو ہم چونکہ تمہارے ہی جیسے منش ہیں۔ تمہاری درگتی دیکھ کر بہت دکھی ہوتے ہیں مگر ہمارا کوئی بس نہیں ہے کیونکہ تم نے جس دھرم کی شرن لی ہے اسکی ایسی ہی نیتی ہے۔ ہاں اس کے مقابلہ میں اسلام میں ذات پات کا بندھن نہیں ہے۔ بلکہ اسکی یہ تعلیم ہے کہ

انما المومنون اخوۃ۔ یعنی جب کوئی مسلمان ہو جائے تو پہلے والے مسلمان کا بھائی بنجاتا ہے۔ کیونکہ یہاں برہمن و شودر کوئی نہیں بلکہ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ لاکھوں کوس ترکوں اور انگریزوں سے لڑائی ہوئی مگر یہاں ہندوستان کے مسلمان بے چین و بے کل ہوگئے۔ اور ہزاروں نے ترکوں

کی وجہ سے جیل خانے بھگتے +

ہاں ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (یعنی تم میں برہمن وہی ہے جو سب سے زیادہ پرمیشر کے حکم کو ماننے والا۔ اور اسکی ہدایت پر چلنے والا ہے اس لئے فرمایا گیا ہے +

لا تنابزوا بالالقاب وبئس الاسم الفسوق بعد الایمان۔ (یعنی کوئی برہمن ہو یا شودر اونچ جاتی کا ہو یا نیچ۔ بھنگی۔ چمار وغیرہ۔ اگر مسلمان ہو جائے تو اس کو برے القاب (پہلی ذات) اور ذلت والے نام سے مت پکارو۔ بلکہ اسکو اپنی برادری کا سمجھو اور اسکے برابری کا برتاؤ کرو۔ کیونکہ مسلمان ہوتے ہی وہ تمہارا بھائی بن گیا +

اسی منتر و اسلام کی شرن میں آؤ۔ مسلمانوں کی گودیں تمہارے لئے کھلی ہوئی ہیں۔ وہ تمہیں سینے اور گلے لگانے کے لئے بے چین ہیں۔ ان میں برابری کا برتاؤ کا یہ حال ہے کہ مسلمانوں کے بڑے بڑے رئیس اور مولوی تمہارا جوٹھا بھی کھانے کو تیار ہیں :-

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

یعنی مسلمانوں میں براہمن۔ کشتری۔ ویشیہ اور شودر نہیں ہے :-

تیسرا عقیدہ

تیرتھ یاترا یعنی ہندوؤں کے مقدس مقامات اور باوا نانک صاحب

کہا جاتا ہے کہ ہندوؤں کے ہاں ۶۸ تیرتھ یا مقدس مقامات ہیں۔ ہندو لوگ سمجھتے ہیں کہ وہاں جاکر غسل کرنے سے گذشتہ اور آیندہ کے کل پاپ یعنی گناہ دور ہو جاتے ہیں جس زمانہ میں باوا نانک صاحب پیدا ہوئے اُس زمانہ

کے ہندو صاحبان بڑی سختی سے اس وہم میں مبتلا تھے ٭

تیرتھوں کی حالت کے متعلق ڈاکٹر برنیر نے اپنی کتاب میں بہت کچھ لکھا ہے۔ اور اسنے بیان کیا ہے کہ بینے جگن ناتھ میں ہزاروں ہندو عورتیں دیکھی ہیں۔ جنکی جوگیوں اور سنیاسیوں سے آشنائی تھی اور حماقت سے یہ سمجھتی تھیں کہ یہ آشنائی ہمارے لئے موجب مکتی ہوگی۔ تیرتھ یاترا کی تردید میں حضرت باوا صاحب شری گورو گرنتھ صاحب ماجھ محلہ ۳ میں فرماتے ہیں۔

ایہہ من میلا اک نہ دھیائے — اندر میل لاگے بہو دوجے بھائے
تٹ تیرتھ وسنتر بھوئے انہکاری — ہور دوھیرے ہوئے میل لادنیاں

ترجمہ۔ فسق و فجور میں مبتلا ہو کر اُس وحدہٗ لاشریک سے روگردانی اختیار کرنا ہر دو جہان کا خسران ہے۔ اور تیرتھوں کی جاترا سے تمہارے دل میں تکبر اور غرور پیدا ہوگا۔ مگر اللہ تعالیٰ کو تو عاجزی اور انکساری منظور ہے شری باوا صاحب کا گرنتھ میں قول ہے "مٹھت نیویں نانکا گن وڈیاں تنت" یعنی انکساری میں شہد کا ذایقہ ہے اور تمام صفات اور بزرگیوں کی جڑھ انکساری ہے۔ پھر گرنتھ صاحب ماجھ محلہ ۴ میں درج ہے۔

تیرتھ پورا ست گورو جان دن ہر ہر نام دھیائے

ترجمہ۔ اکمل تیرتھ تو ست گورو ہے یعنے وہ قادر ذوالجلال سوہر روز کی سچی تضرع اور عاجزی سے اس کا ملاپ حاصل کرو۔ پھر گرنتھ صاحب دھنا سری محلہ اوّل میں باوا صاحب فرماتے ہیں:۔

تیرتھ نہائے نہ اوترس میل — کرم دھرم سب ہومے پھیل

٭ ہندوؤں کے بعض تیرتھوں کی بابت انکے دھرم شاستر میں لکھا ہے کہ وہ ان تیرتھوں کی جاترا کرنے سے براہ راست بہشت میں جائینگے اور بعض تیرتھوں کی بعض چیز کھانے سے وہ براہ راست بہشت کو جائینگے۔ سو یہ ایسی چیزیں ہیں جو انسان کو عملی زندگی سے دور لے جاتی ہیں۔ منہ

ترجمہ۔ تیرتھوں کے نہانے سے دلی پاکیزگی حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہی دل دنیوی ملونیوں سے الگ ہوتا ہے بلکہ بعض حالات میں تیرتھوں کی جاترا سے پہلی نیکیاں بھی ضائع ہو جاتی ہیں۔ اس کے آگے چلکر باوا صاحب فرماتے ہیں۔ گوڑی محلہ ۴ گرنتھ صاحب سے۔

مکر پراگ دان بھو کیا سریر دیوا وکاٹ
بن ہر نام کو مکت نہ پاشے بھو کنچن دنچے کٹ کاٹ

ترجمہ۔ پراگ راج جو ہندوؤں کا بڑا بھاری تیرتھ ہے اور ہندوؤں کے شاستروں میں لکھا ہے کہ وہاں جاکر زیادہ خیرات کرتے اور بعض کے نزدیک خودکشی کرنے اور اپنے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کروانے سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ سو باوا صاحب فرماتے ہیں اگر ان تیرتھوں کے پوجاریوں کی باتوں میں آکر خواہ اپنے شریر یعنی جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کروا دے اور سونے چاندی کے انباروں کے انبار خیرات کر دیوے تو بھی بغیر اس قادر مطلق کی بندگی کے نجات ملنی مشکل ہے پھر گرنتھ صاحب میں باوا جی فرماتے ہیں۔ دھنا سری محلہ پہلا۔

تیرتھ نہاون جاؤ تیرتھ نام ہے تیرتھ شبد بیچار انتر گیان ہے

ترجمہ۔ بابا نانک صاحب فرماتے ہیں۔ اے لوگو! جو تم تیرتھوں کے جاترا کے لئے اس قدر مصائب برداشت کرکے جاتے ہو۔ تو اصلی اور حقیقی تیرتھ تو اس قادر ذوالجلال کی بندگی ہے۔ اسی کی عبادت سب تیرتھ ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ کی محبت میں گداز ہونے سے اور اس کے گیان اور معرفت حاصل کرنے کے لئے بیقرار ہونے سے ہی حقیقی تیرتھ کی پیاس بجھتی ہے۔ پھر باوا صاحب آدگرنتھ ماجھ محلہ پہلا میں فرماتے ہیں۔

انیک تیرتھ جے جتن کرے
تاں انتر کی ہومے کدی نہ جائے

ترجمہ۔ باوا صاحب فرماتے ہیں کہ اگر لاانتہا تیرتھوں کی پوجا کرے۔ وہاں

پر جاکر اشنان کرے۔ تو بھی اطمینان قلب حاصل نہیں ہو سکتا۔ تمام دکھوں کی جڑ اور امن کی راہ اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی ہے بغیر اس کے دل کی تسلی نہیں آگے چل کر باوا صاحب تیرتھ جاترا کے لئے عجیب معرفت کا نکتہ لکھتے ہیں دیکھو گرنتھ صاحب وڈہنس محلہ پہلا۔

من میلے سب کچھ میلا تن دھوتے من اچھا نہ ہوئے

ایہ جگ بھرم بھلایا ورلا بھوجے کوئے

ترجمہ۔ باوا صاحب فرماتے ہیں اگر دل گندہ ہے تو تمام چیزیں گندی ہیں جسم کے دھوتے سے باطنی پاکیزگی حاصل نہیں ہو سکتی۔ تیرتھوں پر جاکر غسل کرنے سے تمام گناہ کا کفارہ ڈھونڈنے والے وہم میں مبتلا ہیں۔ اس نکتہ کو اہل صدق وصفا ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ہاں تیرتھوں پر جاکر غسل کرنے کی مثال بعینہ اس توبہ کی ہے جسکی بناوٹ تو خوبصورت ہے مگر اندر بیں کسیلا پن اور کڑواہٹ بھری ہوئی ہے۔ گرنتھ صاحب سوہی محلہ ۳

سچا تیرتھ ست سرناؤں گور کھ آپ بجھاوے

سچا تیرتھ تو زہد و تقوے ہے اسے وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں جن پر وہ ذوالجلال اپنا فضل کرے۔ اور پھر گرنتھ صاحب کے اس شلوک نے تو معاملہ ہی صاف کر دیا ہے ؎

جل کے مجن جے گت ہوئے نت نت بینڈک نہاوے

مطلب۔ اگر پانی میں نہانے پر ہی مکتی اور نجات ہے تو سب سے اول بینڈک کو نجات ملے گی جو ہر وقت پانی میں رہتا ہے ؎

پھر جب باوا صاحب ۴۷ چیتر سمت ۱۵۶۵ بکرمی کو جگن ناتھ پہنچے پہلے تو وہاں کے پوجاریوں سے باوا صاحب کا مباحثہ بت پرستی پر ہوا۔ اور جگن ناتھ کے پوجاریوں کو نیچا دیکھنا پڑا۔ تو پھر وہاں کے پانڈوں نے جگن ناتھ کی آرتی (تعریف) کرنے کے لئے باوا صاحب کو شامل ہونے کے واسطے

کہا۔ اس پر باوا صاحب نے یہ شبد (قول) فرمایا ؎

گگن میں تھال رو چند دیپک بنے تارکا منڈلا جنک موتی
دُوپ مل آن لو پون چنورو کرے سگل بن رائے پھولنت جوتی
کیسی آرتی ہوئے بھوکھنڈنا تیری آرتی انہد شبد وجنت بھیری
ایک رہاؤ سہنس تو نین نن نین ہی توے کو سہنس مورت ننا ایک توہی
سہنس پد بمل تن ایک پد گندھ بن سہنس تو گندھ ایو چلت موہی
سب میں جوت جوت ہوئے سوئے تسدے چانن سب میں چانن ہوئے
گورساکھی جوت پرگٹ ہوئے جوتس بھاوے سو آرتی ہوئے
ہر چرن کمل مکرند لوبھت منوں ان دن موہ آئی پیاسا
کرپا جل دیہہ نانک سارنگ کو ہوئے جانتے تیری نایں واسا

ترجمہ۔ اے ذوالجلال یہ فلک تیرا طشت ہے۔ گول گول ستارے اور سیارے موتی اس میں جڑے ہوئے ہیں آفتاب اور ماہتاب تیری لالٹینیں ہیں تمام جہان کی خوشبوئیں تیرا لوبان ہیں ہوا تجھے پنکھا کرتی ہے اے نور کے خالق تمام نباتاتی دُنیا تیرے پھول ہیں۔ یا دافع الخوف کیسی الطف تیری آرتی ہے۔ وجد کی نہ بجھائی ہوئی سُریں خوش آواز بگل کا کام دیتی ہیں۔ تیری ہزار آنکھیں ہیں تاہم ایک آنکھ نہیں (ایک آنکھ سے مُراد انسان کیطرح کی آنکھ ہے) تیرے ہزاروں سُروپ ہیں تاہم ایک سُروپ نہیں (انسان کا سُروپ مُراد ہے) تیرے ہزاروں بے عیب پاؤں ہیں تاہم ایک پاؤں نہیں (انسانی پاؤں سے مُراد ہے) میں تیرے اس کھیل پر حیران ہوں۔ اے نور کے خالق وہ نور جو ہر ایک چیز میں ہے تیرا ہی ہے اس کے نور سے ہر ایک چیز منور ہے۔ وہ جو مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ تیری آرتی ہے اے خدا میرے دل و دماغ کو تیری

کنول پاؤں (خوشبو کے لحاظ سے پھول کی مانند پاؤں) کی خوشبو نے فریفتہ کر دیا ہے۔ اپنے فضل کا پانی تشنہ لب نانک کو عنایت کرتا اس کو تیرے نام کا سہارا ہو۔ یہ آرتی سُنکر جگن ناتھ کے پوجاری دنگ رہ گئے۔ دیکھو جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۳۳۲ و تاریخ گورو خالصہ مصنفہ بھائی گیان سنگھ جی گیان صفحہ ۱۴۴ +

معزز سکھ صاحبان! ہم نے آپ کے دھرم پُستکوں مثلاً تشری گورو گرنتھ صاحب جنم ساکھی گورو خالصہ و گرنتھ صاحب سے تیرتھوں کی تردید پیش کر دی ہے اب آپ خود ہی اپنے دل میں غور فرماویں کہ بادا صاحب تیرتھوں کی جاترا کو بدعت اور کفر خیال کرتے تھے مجھے امید رکھنی چاہیئے کہ ہر ایک سکھ کہلانے والا جو بادا صاحب کا عقیدت مند ہے۔ وہ ہندوؤں کے تیرتھوں کو اسی نظر سے دیکھے گا جس نظر سے گورو صاحب نے دیکھا +

چوتھا عقیدہ

جنیئو

جب اعلیٰ ذات کے ہندو کا لڑکا ۹ برس کی عمر کا ہوتا ہے تو جنیئو کی تقریب بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے اور اس رسم جنیئو کو کہلانے والی اونچی ذاتوں میں گویا انکی فضیلت کا نشان سمجھا جاتا ہے اور جب تک جنیئو کی رسم ادا نہ ہو تب تک کوئی شخص ہندوؤں کے کسی اونچے "ورن" یعنی طبقہ میں شامل نہیں ہو سکتا۔ جنیئو ایک سوتر کی پتلی سی ڈوری قریباً چار پانچ فیٹ

---

* یہ لفظ (پاؤں) خدا تعالیٰ کی غایت درجہ کی محبت اور تعظیم کا ہے۔ گورو نانک جی ہمیشہ خدا تعالیٰ کے پاؤں کی طرف تعظیم کی وجہ سے مخاطب رہے ہیں +

لمبی ہوتی ہے جو لڑکے کے گلے میں پہنائی جاتی ہے۔ جب شری باوا صاحب ۹ برس کے ہوئے تو ان کے لئے بھی یہ جنیئو تجویز کیا گیا مگر انکو اللہ تعالیٰ نے علم معرفت دیا تھا وہ ان مصنوعی جنیئو کے پابند نہ تھے۔ ان کے دل کو کچھ اور ہی لگن لگ رہی تھی تو اس وقت باوا صاحب نے کالو پنڈت کو جو گورو صاحب کو جنیئو پہنانے کے لئے آیا تھا مخاطب کرکے یہ شبد کہا۔ آدگرنتھ وار آسا محلہ ۱ نیز دیکھو جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۰۔

دیاہ کپاہ سنتوکھ سوت جت گنڈیں ست وٹ
ایہہ جنیئو جیو کا ہی تاں پانڈے گھت
نہ ایہہ تٹے نہ مل لگے نہ ایہہ جلے نہ جائے
دھن سو مانس نانکا جو گل چلے پائے
چونکر مل آئیا نیا بہو چونکے پائیا
سکھاکن چڑھائیا گور برہمن تھیا
اوہ موآ اوہ جھڑ پیا وے تگے گیا
دے تگا آپے وٹے
وٹ دھاگے اوراں گھتے
لے بھاڑ کرے وداہ
کڈھ کا گھل دے راہ
سن دیکھو لوکاں ایہہ وڈاں
من اندا ناؤں سچاں

ترجمہ۔ اے پنڈت ہم اس دھاگے کا جنیئو نہیں پہنتے۔ ہمارے جنیئو کے لئے مہربانی کی کپاس صبر کا سوتر۔ تقوے کی گرہیں پرہیزگاری کا بٹ چاہیئے۔ ایسا جنیئو درکار ہے۔ اے پنڈت اگر آپ کے پاس ایسا جنیئو ہو تو بے شک پہناؤ۔ میں پہننے کے لئے تیار ہوں مجھے ایسا جنیئو

ہرگز درکار نہیں جو بازار سے چار کوڑی کا سوتر لے کر بنایا جاتا ہے۔ بھلا ایسے جنیئو سے روحانی فائدہ کیا حاصل ہوتا ہے"؟ پھر آگے رہت نامہ بھائی جو پاسنگھ میں درج ہے۔

گورو کا سکھ جنیئو ٹکے دی کان نکرے

ترجمہ۔ گورو کا چیلا جنیئو کی بالکل پروا نہ کرے کیونکہ اس جنیئو سے صفائی قلب نہیں ہوتی۔ بہرحال اس سے یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ گورو نانک صاحب ہندوؤں کے مایۂ ناز عقیدہ جنیئو جس کے بغیر کوئی ہندوؤں کے اعلیٰ طبقہ میں شامل نہیں ہو سکتا۔ باوا صاحب ہرگز اس عقیدہ کے قائل نہ تھے۔ آؤ اب ہم ہندوؤں کے پانچویں عقیدہ جو ہندوؤں کا ایک عظیم الشان عقیدہ ہے یعنی مورتی پوجا یا بُت پرستی پر باوا صاحب کا فتویٰ تلاش کریں ؛

پانچواں عقیدہ

مورتی پُوجا کی تردید

ہمارے اُن ذی علم دوستوں کو جنھوں نے تاریخ قدیم کی اوراق گردانی کی ہے۔ یونانیوں کے عروج کا زمانہ جو آج سے قریباً تین ہزار برس قبل کا زمانہ ہے اچھی طرح یاد ہوگا۔ بلاشبہ اس چھوٹے سے جزیرہ نما کو قدرت نے وہ اعجاز بخشا کہ کیا علم و فضل اور کیا علم و اخلاق میں چار دانگ عالم میں مشہور ہو گیا نہ صرف یہی بلکہ اس نے اپنے اخلاق اور صفات کی خوشبو سے دُنیا کے ہر گوشہ کو معطر کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ یونانی حکیموں کو اس دنیا سے اُٹھے ہوئے ہزاروں برس ہو گئے مگر ان کا نام نامی ہنوز عزت اور تعظیم سے لیا جاتا ہے۔ آج بقراط اور سقراط۔ ارسطو۔ افلاطون

جالینوس۔ دقیانوس۔ بطلیموس کے نام سے بچہ بچہ واقف ہے اور ان کے فیض علوم سے برابر اب تک قومیں مستفیض ہوتی چلی آئی ہیں اور امید ہے کہ آیندہ نسلیں بھی فائدہ اٹھاتی رہیں گی۔ یونان کے علمی جواہرات اور مونیوں کی گرم بازاری کو ایک عرصہ دراز گذر چکا ہے مگر پھر بھی کوئی قوم انکی عزت سے خالی نہیں ہے مگر جب ہم اس ملک کے روحانی پہلو پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ باوجود اس قدر علوم وفنون کے منبع ہونے کے اس میں بت پرستی جاری تھی۔ ہر ایک کرتب علم و ہنر کے لئے علیحدہ علیحدہ دیوی دیوتا منتخب کئے ہوئے تھے مگر جب ہم اس ہندوستان کی حالت پر نظر کرتے ہیں تو ہمارے تعجب کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ جائے غور ہے کہ ہندوستان میں ہندوؤں کی آبادی قریبًا ۲۰ کروڑ کی ہے مگر دیوی دیوتا جنکی پرستش کیجاتی ہے وہ قریبًا ۳۲ کروڑ کی تعداد میں ہیں اب اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہندو قوم بت پرستی میں کہاں تک ترقی کر چکی تھی۔ ایسی حالت میں جبکہ بت پرستی کا ہندوستان میں دور دورہ تھا اور ہندوستان میں وہی زیادہ دھرما تما شمار ہوتا تھا جس کے گھر میں زیادہ بت ہوتے تھے۔ اس قبیح عہد کے زمانہ میں باوا نانک صاحب نے بت پرستی کے خلاف توحید کا علم بلند کیا یہ صاف ظاہر ہے کہ حضرت باوا صاحب نے یہ توحید کی ضیاء قرآن کریم سے حاصل کی۔ جیسا کہ حضرت باوا صاحب جنم ساکھی بھائی بالے والی یا جنم ساکھی کلاں کے صفحہ ۱۴۷ پر فرماتے ہیں۔

توریت۔ زبور۔ انجیل ترے پڑھ سُن ڈٹھے وید
رہی قرآن کتاب کلجگ میں پروان

پھر جیسا کہ شری گرنتھ صاحب صفحہ ۸۳۶ میں ہے۔

کل پروان کتیب قرآن ۔ پوتھی پنڈت رہے پرآن

مطلب۔ باوا صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے توریت۔ زبور۔ اور انجیل کے

علاوہ ویدوں کا بھی مطالعہ کیا۔ مگر اس کلجگ یعنی قبیح اعوج کے زمانہ میں اگر کوئی کتاب ہماری رہنمائی کا ذریعہ ہو سکتی ہے تو وہ صرف قرآن کریم ہی ہے۔ اور سب کتب اس زمانہ میں رُوحانی رہنمائی کے لئے ناکارہ ہیں۔ قرآن مجید پر حضرت باوا صاحب کے ایمان کے متعلق مفصل ذکر انشاء اللہ تعالےٰ آیندہ صفحات میں آئے گا۔ اس جگہ صرف یہی جتلانا ہے کہ توحید کی روشنی حضرت باوا صاحب نے قرآن کریم سے حاصل کی۔ بتوں کی تردید میں حضرت باوا صاحب گرنتھ صاحب وار بہاگڑا محلہ ۱ میں فرماتے ہیں۔

ہندو مولے بھولے اکھٹی جاہیں نارد کہیا سے پوچ کرایں
اندھے گونگے اندا ندھار پاتھر لے پوجے لگد گوار
اوہ جے آپ ڈوبے تم کہاں تارن ہار

ترجمہ۔ بت پرستوں نے صراط مستقیم کو چھوڑ کر گمراہی کو اختیار کیا اور اندھے بہرے ہو کر چاہِ ضلالت میں گر گئے اور پتھر کی پوجا کرنے لگ پڑے۔ بھلا جب پتھر خود تو تیر نہیں سکتا تم کو کیا تارے گا۔ ایسے لوگوں کے دلوں پر ایسے غفلت کے پردے پڑ گئے ہیں کہ باوجود دیکھنے کے نہیں دیکھتے اور باوجود سمجھنے کے نہیں سمجھتے۔ یہ اللہ تعالےٰ سے مُنہ پھیرنے کا نتیجہ ہے۔ اس کے آگے گرنتھ صاحب سوی محلہ ۵ میں لکھا ہے کہ

گھر میں بٹھا کر نظر نہ آوے باہر لے لٹکاوے
بھرمے بھولا ساکت پھرتا نیر بروے کھپ کھپ مرتا
جس پاہن کو بٹھا کر کہتا وہ پاہن لے اسکیوں ڈوبتا
گنہگار لون حرامی پاہن ناؤں نہ پار گرامی
گرمل نانکا بٹھا کر جاتا جل تھل مہی ال پورن بدھاتا

ترجمہ۔ بٹھا کر یعنے وہ قادر ذوالجلال تو اپنے دل میں ہے مگر وہ جو اللہ تعالیٰ سے مُنہ پھیر لیتے ہیں۔ انھیں نظر نہیں آتا۔ اور بُت پرست تو اوہام پرستی

* مطلب۔ ایک ذی ادراک ہستی غیر مدرک سے کیا حاصل کر سکتی ہے ؂

ہیں پڑ کر حقیقی راہ سے دُور جا پڑتے ہیں۔ اور ان کی مثال بعینہٖ اس نادان کی سی ہے جو دودھ جیسی نعمت غیر مترقبہ کو چھوڑ کر پانی کو بلوتا ہے۔ بھلا پانی کے بلونے سے کیا فائدہ جس پتھر کو انھوں نے خدا سمجھا۔ اسے بُت پرست خود ہی تراشتے ہیں کیا کبھی خود تراشیدہ بھی خدا ہو سکتا ہے۔ دراصل یہ کفرانِ نعمت کا نتیجہ ہے۔ وہ ذوالجلال قادر جس نے محض اپنے فضل و کرم سے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ پھر جس نے چمن عالم کو گلہائے گوناگوں اور موالید بوقلموں سے سجایا۔ لطف اور احسان اس کا عالم و عالمیاں پر ہزاروں ہزار فضل و کرم اس کا جہان و جہانیاں پر جس نے محض اپنے فضل و کرم سے افضل سے افضل اور الطف سے الطف نعمتیں عطا فرمائیں اور اس کی رحمت کا دامن بہت وسیع ہے

مثنوی

کریں بندے عصیان و عیب و خطا — کرے پردہ پوشی بعفو و عطا
وہ منکر رہیں اسکے افضال کے — وہ نازل کرے ان پہ جود و سخا

قطعہ

لے کریمے کہ از خزانۂ غیب — گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم — تو کہ با دشمناں نظر داری

دوستو! وہ غفور اور رحیم ہے یہ اس کے رحم و فضل کا نتیجہ ہے کہ وہ ہمارے گناہوں کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ اگر وہ قادر مطلق پانچ منٹ کے لئے ہوا بند کر دے۔ تو ہاں پرلو (قیامت کبریٰ) آجائے۔ ایسے یگانہ خدا کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرنا سراسر غلطی ہے۔ پھر گرنتھ صاحب بھیروں محلہ ۵ میں لکھا ہے:

جو پاتھر کو کہتے دیو — تا کی برتھا ہوئے سیو
جو پاتھر کو پانی پائیں — تس کی گھال اجائیں جائیں

ٹھاکر ہمرا سدا بولتا سرب جیاں کو پربھ دان دیتا
نا پاتھر بولے نہ کچھ دے پوجٹ کرم نپھل ہے سیو

ترجمہ۔ جو پتھر کو خدا کرکے پوجتے ہیں انکی تمام اُمیدیں رائیگان جاتی ہیں اور جو پتھر کو پانی دیتے ہیں ان کی یہ تکالیف اُٹھانا بالکل بے فائدہ ہے کیونکہ وہ پتھر لا تکلم ولا یھدیھم سبیلا۔ وہ نہ تو ان سے کلام کرتا ہے اور نہ ان کی رہنمائی کرسکتا ہے۔ اسکی پوجا کرنے سے کیا فائدہ۔ ریت میں گھی ڈالنا بالکل بیفائدہ ہے کیا کوئی خراب زمین میں بیج بوکر یہ توقع رکھ سکتا ہے کہ اس سے عمدہ فصل حاصل کرے گا۔ باوا صاحب اس شلوک میں یہ کہتے ہیں۔ کہ اے لوگو! ہمارا ٹھاکر یعنی خدا تو ہمیشہ ہم سے بولتا ہے اگر دیکھا جائے تو درحقیقت الہام روحانی غذا ہے معرفت تامہ کے حصول کا ذریعہ ہے اور اطمینان قلب کا وسیلہ ہے اور یقینی طور پر نجات کی امید اسی پر ہے اور نجات یا موکش کے حصول کا ذریعہ ہے۔ الہام سے حق الیقین پیدا ہوتا ہے اور حق الیقین انسان کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کریم کی رضا و جائب کو تمام دنیا اور اس کے عیش و عشرت اور مال و متاع اور تمام تعلقات پر یہاں تک کہ اپنے نفس پر بھی مقدس سمجھے اور یہی راہ کام (ناجائز شہوت) کرودھ (ناجائز غصہ) لوبھ (ناجائز لالچ) موہ (دُنیا کی محبت) ہنکار (ناجائز تکبر) سے اجتناب کی ہے۔ مبارک وہ جس پر دنیاوی محبت خدا کی محبت پر غالب نہیں ہوتی۔ لیکن انسان دنیوی کمندوں میں پڑکر خدا سے غافل ہو جاتا ہے +

پس صاف ظاہر ہے کہ جب تک انسان کو اس سروشکتی مان قادر مطلق خدا پر ایسا ہی کامل یقین نہ ہو جیسا کہ اس کو اپنی ملکیت پر یا پیدا کردہ جائیداد پر اپنے آزمودہ یا چشم دیدہ واقعات پر ہے تب تک جوش اور محبت اور دلی پریم سے خدا کی طرف رجوع لانا محال ہے کیونکہ کمزور خیال زبردست

خیال پر غالب نہیں آسکتا۔ اس شلوک میں باوا صاحب نے صاف صاف فرمایا ہے کہ ہمارا اٹھا کر یعنی خدا ہم سے ہر وقت کلام کرتا ہے۔ یہ صاف بات ہے کہ باوا صاحب نے یہ رُوحانی نعمت قرآن کریم سے حاصل کی جیسا کہ آپ جنم ساکھی کلاں بھائی بالا کے صفحہ ۱۴۷ میں فرماتے ہیں کہ ہم نے ویدوں شاستروں انجیل۔ توریت۔ زبور وغیرہ ان سب کتب سماویہ کو پڑھا۔ اس وقت اگر کوئی کتاب درحقیقت ہماری رہنمائی کرسکتی ہے تو وہ صرف قرآن کریم ہی ہے ورنہ ویدوں کا تو یہ عقیدہ ہے کہ آدسرشتی یعنی شروع دُنیا میں تو خدا بولا۔ مگر اب خدا اپنے کسی پیارے بھگت سے کلام نہیں کرتا۔ اب صاف ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ کہ خدا کلام کرتا ہے باوا صاحب نے قرآن مجید سے حاصل کیا۔ پھر باوا صاحب گرنتھ وار آسا محلہ پہلا میں فرماتے ہیں۔

گھر ترا ین سبھا نال پوج کرے رکھے ناوال
کنگو چنن پھل چڑھاوے پیریں پے پے بہت منائے
منوان منگ منگ پہنے کھائے اندھی کمیں اندھ سجائے

ترجمہ۔ وہ عالم الغیب ہے۔ اور محیط الکل ہے مگر تجسس اور جستجو سے ملتا ہے۔ بتوں کو جو پتھر کی تراشی ہوئی مورت ہے جسکی سیوا سے رتی بھر بھی فائدہ نہیں۔ نادان اس پر چندن اور پھول اور عمدہ عمدہ چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ اس کے آگے ہاتھ جوڑتے اور ناک رگڑتے ہیں در اصل یہ بے علمی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ کون سمجھدار پتھر اور مٹی کی تصویروں کے سامنے سر جھکانا پسند کرتا ہے۔ پھر اکال استت میں یہ بھی موجود ہے۔

کاہوں لے پاہن پوج دھر یو سر کاہوں لے لنگ گھرے لٹکائی
کاہے کو پوجت پاہن کو کچھ پاہن میں پرمیشور ناہیں
ناہیں کو پوج پربھو کرکے
جہیں پوجت ہے اگ اوگ مٹائیں

ہمیں اس شخص کی حالت پر رہ رہ کر افسوس آتا ہے جو پتھر کی پوجا کرتا ہے اور اُسے سروشکتی مان یعنی قادر مطلق سمجھ کر مرادیں مانگتا ہے اور "لنگ" جس کی تشریح کرتے ہوئے بھی شرم دامنگیر ہوتی ہے اس کی پوجا سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ پھر اور لکھا ہے۔

کاہے کو پوجت پاہن کو — کچھ پاہن میں پرمیشور ناہیں
تاں ہی کو پوج پربھو کرکے — جہیں پوجت ہی اگ اوگ مٹائی
آد بیاد کے بندن جینتک — نام کے لیت سبھے چھٹ جائی
تاہیں کو دھیان پرمان سدا — ایہہ پھوکھٹ دھرم کرے پھل ناہیں
پھوکٹ دھرم بھیو پھل ہین — جو پوج سلایگ کوٹ گوائی
سد کہان سل کے پرسے — بل برودھ گھٹے نو ندھ نہ پائی
آج ہی آج سمو جو بیتو — نہیں کاج سریو کچھ لاج نہ آئی
سری بھگونت بھیجیو نہ اے جڑھ — ایسے ہی ایس سو بیس گوائی

ترجمہ۔ کیوں پتھر کو پوجتے ہو۔ پتھر میں تو پرمیشور نہیں لوگو اسی کی پوجا کرو جس کی پوجا سے اُمیدیں بر آئیں۔ اس کو پوجو جس کے پوجنے سے جس قدر آفات۔ بیماریاں۔ دُکھ۔ مشکلات اور تکالیف دُور ہو جائیں راحت اور شانتی ملے۔

اے انسان تو اِسی جوتی سروپ پاربرہم قادر مطلق خدا جس کے نور سے یہ دنیا منور ہوئی ہے لگن لگا۔ کیونکہ اس سے محبت کرنے سے انسان دین و دنیا میں ظفریاب اور فائز المرام ہوتا ہے۔ اس شلوک میں سورہ فاتحہ کا مضمون ادا کیا گیا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○ یہ وہ دُعا ہے جسے

ایک مومن دن میں کئی بار اُس وحدہٗ لاشریک کے حضور خضوع وخشوع سے مانگتا ہے۔ اُس کا ترجمہ یہ ہے۔ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ انصاف کے دن کا مالک۔ تجھ ہی کی ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔ اے خدا تو اُن پاک لوگوں کا رستہ دکھا کہ جن پر صدا فضل تیرا ہوا۔ نہ اُن کا۔ ہوا جنپر نازل غضب۔ نہ گمراہوں کی راہ دکھا میرے پیارے۔ آمین ٭

سو مذکورہ بالا شعر میں بھی یہی دُعا کی گئی ہے کہ وہ طالب حق جو تمام دنیوی کمندوں کو توڑ کر اس پار برہم قادر مطلق خدا سے لگن لگاتا ہے وہ گمراہیوں کی راہ سے بچا رہتا ہے چھوٹ دھرم یعنی باطل مذہب پر اللہ تعالیٰ کا قہر اور غضب نازل ہوا ہے وہ بے ثمر ہے۔ مطلب یہ کہ سچائی سے خالی ہے۔ کیونکہ اُس نے اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا۔ اور سِل یعنی پتھر لے کر اسکی پوجا شروع کردی اور اس پر سے فائدہ تشفیع ارتقا مانگی۔ بھلا پتھر کے پوجنے سے صراط مستقیم کیسے نصیب ہو۔ بلکہ خدا کی برکتوں اور نعمتوں سے دور رہنے کا ثبوت ٭

چھٹا عقیدہ

سوتک پاتک

دوستو! اب یہ چھٹا باب سوتک پاتک کے متعلق ہے عام طور پر جب کسی ہندو کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو برادری کے لوگ چالیس روز تک اس گھر کا پکا ہوا کھانا نہیں کھاتے۔ بلکہ اس گھر کے ممبروں کے ساتھ چھونے سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ گویا چالیس روز تک اس گھر کو بالکل ناپاک خیال کیا جاتا ہے۔ الگ اتر سنتھا ادھیائے ۵ میں یہاں تک لکھا ہے کہ "جس جگہ کوئی اپنے رشتہ دار کے ہاں فوت یا پیدائش کا ذکر سُنے۔ اسی وقت مع کپڑوں کے پانی میں

کود پڑے۔" آجکل کے تعلیم یافتہ یہ کہا کرتے ہیں کہ "سوتک پاتک" کا مسئلہ دراصل صحت قائم رکھنے کے لئے ہے۔ بہت ٹھیک۔ مگر سوال یہ ہے کہ پردیسی آدمی جو پیدا شدہ بچہ کے ساتھ چھوا تک نہیں اور سینکڑوں کوس کے فاصلہ پر غیر ملک میں ہے محض کانوں کے سننے سے ہی ایسا بھرشٹ اور پلید کیوں ہو گیا کہ مصہ کپڑوں کے پانی میں غوطہ لگانے کی ضرورت ہوئی۔ بچہ کیا پیدا ہوا۔ ایک مصیبت آگئی اس سے بڑھ کر کفران نعمت کیا ہو سکتی ہے کہ عام طور پر بچہ کی پیدائش کو باعث ترقی خاندان اور اللہ تعالےٰ کی رحمت خیال کیا جاتا ہے۔ مگر ہندوؤں کے گھر میں بچہ پیدا ہونے سے خاندان کا خاندان بھرشٹ (ناپاک) ہو جاتا ہے۔ بیچاری زچہ کو چالیس روز تک چماروں کی طرح اونچے ہاتھوں سے کھانا دیا جاتا ہے اس سوتک پاتک کے عقیدہ کے متعلق سکھ صاحبان کی مذہبی پیشکیں کیا فتوے دیتی ہیں۔ حضرت باوا نانک صاحب گرنتھ صاحب والا آسا محلہ پہلا میں فرماتے ہیں:

جیکر سوتک منیئے سب نتے سوتک ہوئے — گوہے اتنے لکڑی اندر کیڑا ہوئے
جیتے دانے ان کے جیہاں مرگ نہ کوئی — پہلا پانی جیو ہے جت ہر یا سب کوئی
سوتک کیونکر رکھیئے سوتک پوے رسوئی — نانک سوتک اوہ نتے گیان بنا دوئے
من کا سوتک لوبھ ہے جیو اسوتک کوڑ — اکھیں سوتک دیکھنا پر تریا پر دھن روپ
کنیں سوتک کن پرلائے نتارے کھائے — نانک ہنسا آدمی بدھا جم پر جائے
سبھو سوتک بھرم ہے دوجے لگے جائے — جنما مرنا تھم ہے بھانا اس آئے
کھانا پینا پوتر ہے دتونے رزق سمبائے — نانک جنہیں گورمکھ بوجھیا تنہاں سوتک ناہیں

ترجمہ۔ اگر ہم سوتک کو انیں تو کوئی چیز بھی سوتک سے خالی نہیں۔ گوبر (جس کا برہمن رسوئی۔ دیا ورچی خانہ) لیپتا ہے۔ اور لکڑی جلا کر آگ سے کھانا پکایا جاتا ہے اس میں بھی کیڑا موجود ہے۔ اس سے بڑھ کر بات

کہ جس قدر اناج کے دانے ہیں سب میں کیڑا موجود ہے۔ سب سے اول تو پانی کی بوند میں سینکڑوں کیڑے ہیں۔ اور تمام نباتاتی اشیاء اور انسانی زندگی کا دارومدار پانی پر ہی ہے باوا صاحب ہندوؤں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اگر تم سوتک مانتے تو ہر روز تمہاری رسوئی (باورچی خانہ) میں سوتک موجود ہے۔ محض باتیں بنانے سے سوتک دور نہیں ہوتا جب تک اس مصفا پانی سے نہ دھویا جائے جو کہ معرفت کے چشمہ سے نکلتا ہے روحانیت کے رنگ میں رنگین ہوتا ہے دل کا سوتک تو طمع ہے اور زبان کا سوتک جھوٹ بولنا۔ اور آنکھوں کا سوتک نامحرم عورتوں کو دیکھنا۔ اور کانوں کا سوتک لوگوں کی غیبت سننا۔ اے نانک جس آدمی میں یہ تمام سوتک موجود ہیں وہ دوزخی ہے ورنہ یہ سوتک جس پر ہندو لوگ عمل کر رہے صرف وہم ہے کیونکہ پیدا ہونا یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے اندر ہے جیسا کہ قرآن شریف کا حکم ہے وانہ ھو اماتہ و احیا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ ہی مارتا اور زندہ کرتا ہے اور کھانے پینے کی چیزیں اس رازق نے محض اپنے فضل وکرم سے عطا کی ہیں کھاؤ۔ کلوا من طیبات ما رزقنکم۔ کھاؤ پیو اس پاکیزہ چیز کو جو دی ہم نے۔ پھر واحل لکم من الطیبات۔ حلال کی گئی ہیں تمہارے لئے ستھری چیزیں۔ اے نانک جنھوں نے اس وحدہٗ لاشریک کی ذات پہچان لی وہ اس وہمی سوتک سے کنارہ کش ہو گئے پھر یہ شلوک گرنتھ صاحب میں موجود ہے گوڑی محلہ ۳۔

من کا سوتک دوجا بھاؤ — بھرمے بھولا آوے جاؤ
من مکھ سوتک کبھی نہ جائے — جچر شبد نہ بھیجے ہر کی نائے
سوتک اگن پونے پانی ناہے — سوتک بھوجن جیتا کچھ کھائے
سوتک کرم نہ پوجا ہوئے — نام رتے من نرمل ہوئے
ست گور سیویں سوتک جائے — مرے نہ جنمے کال نہ کھائے

ترجمہ۔ دل کا سوتک صرف وہم ہی وہم ہے ورنہ اصلیت تو کچھ نہیں۔ سوتک کے

مانتے والے اوہام پرستی میں گرفتار ہوکر کہیں سے کہیں چلے گئے کام (ناجائز شہوت) کرودھ (ناجائز غضب) لوبھ (ناجائز طمع) موہ (ناجائز محبت) ہنکار (ناجائز تکبر) جو حقیقی سونک ہے جو آدمی کو طرح طرح سے گمراہ کرتا ہے۔ اس کا علاج کرنا چاہیئے مگر یہ اس وقت ناممکن ہے جب تک کہ انسان اللہ تعالےٰ پر ایمان نہ لائے۔ کیونکہ حقیقی پاکیزگی کا سرچشمہ اللہ تعالےٰ پر ایمان لانا ہے تمام سونکوں کی جڑ اور منبع موہ (دنیا کی ناجائز محبت) ہنکار (ناجائز تکبر) جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے برگشتہ کرکے چاہِ ضلالت میں پھینکتا ہے اور آخر وہ منش جو حقیقی نجات دہندہ سے منہ موڑ کر کسی دوسرے سے لگن لگاتا ہے تو اس کو کیا آگ کیا پانی کیا وہ کھانا جس کو وہ کھاتا ہے سونک یعنی ناپاکی میں آلودہ کرتا ہے جیسا کہ باوا صاحب کا ایک اور جگہ گرنتھ صاحب میں یہ شلوک ہے۔

پرمیشور تجیں بھلیاں دُبدھا سیوے لوگ کھن میں کوڑے ہوگئے جتنے مایا بھوگ

یعنی اللہ تعالےٰ سے منہ پھیرنے سے تمام بلائیں گھیر لیتی ہیں۔ اور جس قدر عمدہ اور لذیذ کھانے ہیں وہ بھی آناً فاناً میں زہر آلود ہوجاتے ہیں وہ چیز جس سے نفرت پیدا ہو مکروہ ہے۔ وہ پاک رُوح جو تمام کمندوں کو توڑ محض اللہ تعالےٰ کی ہو جاتی ہے تو وہ مصفا پانی جو حقیقت کے چشمہ سے بہتا ہے ایسی روح کو نصیب ہوتا ہے جو سونک کو دھو ڈالتا ہے۔ نصرت الٰہی اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے سے تمام دُکھ دُور ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کی عبادت سے ہی نجات ابدی نصیب ہوتی ہے۔ پھر یہ شلوک بھی گرنتھ صاحب میں ہے۔

جل ہے سونک نھل ہے سونک سونک اوپت ہوئے
جنمے سونک موئے فن سونک سونک پرج وگوئے
کہو رے پنڈیا کون پوتی
ایسا گیان جپو میرے بیتا

نیتو سونک بیتو سونک سونک سرونی ہوئے
اُوٹھت بیٹھت سونک لاگے سونک پڑے رسوئی
پھاسن کی بدہ سب کوئی جانے چھوٹن کی ایک کوئی
کہو کبیر رام رائے بھی چارے سونک تتے نہ ہوئی

ترجمہ۔ اے برہمن جو سونک سونک تم ہر وقت پکارتے ہو۔ تمہارے خیال میں تو جل و تھل یعنی بحر و بر میں بھی سونک موجود ہے کیا پیدائش کے وقت کیا مرتے وقت تمہارے نزدیک سونک تو ہر وقت شامل ہے۔ اے پنڈت ذرا غور سے کام لو۔ کہ تمہارے اصول کے مطابق کونسی چیز پوتر پاک ٹھہرتی ہے پھر سونک کا اثر یہاں تک ہی موقوف نہیں بلکہ تمہاری نشست و برخاست اور گفتگو میں بھی شامل ہے۔ اے برہمن گمراہ کرنا تو بہت آسان ہے مگر اللہ تعالےٰ کا روشن چہرہ دکھانا اور صراط مستقیم پر چلانا کارے دارد جو بجز عارفوں کے اور کوئی نہیں کرا سکتا۔ وہ شخص جس نے دنیوی اُلجھنوں اور بندشوں سے نکل کر خدا سے لگن لگائی۔ اسکے نزدیک کوئی سونک (ناپاک) نہیں ہوتا۔ سو سونک سے بچنے کی یہی ایک راہ ہے کہ بندہ قطعی خدا کا ہو جائے ؛

ساتواں عقیدہ

اوتار

اب ہم عقیدہ اوتار کی نسبت معزز ناظرین کو آگاہ کرتے ہیں کہ اوتار کیا چیز ہے۔ اور ہندو اسے کیا سمجھتے ہیں۔ یہ سنت اللہ ہے جس سے قریباً قریباً دنیا کے کل سامی مذاہب واقف ہیں کہ جب دنیا اللہ تعالیٰ سے مُنہ پھیر لیتی ہے لوگ طرح طرح کے فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کوئی بُت کو اپنا رازق خالق بنا لیتا ہے۔ کوئی انسان کو خدا سمجھ کر پوجنے لگتا ہے۔

کوئی شمس و قمر کو اپنا معبود ٹھہراتا ہے۔ کوئی گئو کی سیوا کو اپنا پرم دھرم خیال کرتا ہے۔ لوگ حقیقی خدا سے منکر اور بتونکی پوجا یا دہریت کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ خوف الٰہی اُٹھ جاتا ہے۔ راستی مٹ جاتی ہے۔ گمراہی اور کجی اور ظلم زیادہ ہوتا ہے اور انصاف کم۔ خیر اور ایثار کا نام گم ہو جاتا ہے۔ زبردستی اور ظلم و تشدد کا دَور دورہ ہوتا ہے۔ لوگ اعمال صالح کو چھوڑ دیتے ہیں۔ علم کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اخلاق بالکل بگڑ جاتے ہیں۔ ظلمت کی گھنگھور گھٹا چھا جاتی ہے۔ رسم و رواج کی بیڑی ہر ایک کے پاؤں میں پڑ جاتی ہے۔ جہالت اور تقلید سب کی گردن پر سوار ہو جاتی ہے۔ قریب ہوتا ہے کہ لوگوں کے فسق و فجور اور ظلم و جور سے تنگ آکر زمین پھٹ جائے یا آسمان ٹوٹ پڑے کیونکہ وہ خدا رحیم و کریم ہے۔ وھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا و ینشر رحمتہ۔ وہ ایسا خدا ہے کہ جب لوگ ناامید ہو جاتے ہیں تو وہ مینہہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے تو پس خدا تعالیٰ اپنی سنت کے مطابق اپنے بندوں سے کسی کو مامور کرکے بھیجتا ہے جو دُنیا میں تشریف لاکر اپنی سعی بلیغ سے ظلمت کو دُور کرکے اللہ تعالےٰ کا نور پھیلاتے ہیں۔ خلقت ان سے ہدایت اور فیضیاب ہوتی ہے تو اس مامور من اللہ کو رسول یا پیغمبر کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ مگر ہندوؤں نے اپنے پیغمبر یا رسول کو اوتار کے نام سے نامزد کیا ہے۔ ان کے نزدیک اور بندوں کی طرح خدا بھی جنم لیتا ہے اور چند روز دُنیا میں ہدایت کرکے پھر اور بندوں کی طرح فوت ہو کر اس جنم کو چھوڑ دیتا ہے۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے دوسری قوموں میں اپنے صادق اور برگزیدہ بھیجے۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ نے چاہا کہ ہندوؤں کی قوم کو بھی اس شہادت سے محروم نہ رکھے۔ سو خدا تعالیٰ نے ملک پنجاب میں اس گواہی کو ادا کرنے کے لئے ایک ایسا شخص پیدا کیا کہ آج بیس لاکھ سکھ اسکی راہ میں جان فدا کرنے کو تیار ہیں بیسے

باوا نانک صاحب جہاں انھوں نے ہندوؤں میں اور بہت سی غلط فہمیوں کی اصلاح کی وہاں اوتار کے عقیدہ کا بھی رد کیا۔ آپ جپ جی صاحب میں فرماتے ہیں "اجونی سے بہنگ" خدا پیدا ہونے اور جون میں آنے سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ لا یموت یعنی موت سے پاک ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کیونکہ وہ پیدا نہیں ہوتا بباعث حدوث سے پاک ہونے سے فنا سے بھی پاک ہے۔ باوا صاحب کے اس قول سے بخوبی ظاہر ہے کہ خدا جونوں میں نہیں آتا۔ پس باوا صاحب کے نزدیک ان لوگوں کا عقیدہ باطل ہے جو کہتے ہیں کہ جب ضرورت ہوتی ہے تو اللہ تعالےٰ بجائے اپنے کسی مامور کو بھیجنے کے بذات خود انسانی قالب میں آکر لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے یہ ہندوؤں کا ایک عام عقیدہ ہے کہ پرمیشور انسانی قالب اختیار کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو لوگ اوتاروں (رسولوں) کو عین پرمیشور سمجھتے ہیں اور اُن کے بُت بنا کر اُنکی پُوجا شروع کر دیتے ہیں۔ مگر اس کے متعلق گرنتھ صاحب آدرام کلی محلہ ۵ میں لکھا ہے۔

اوتار نہ جانے انت
پرمیشر پار برہم بے انت

ترجمہ۔ اے لوگو تم اس غلط فہمی میں ہو کہ پرمیشور قالب انسانی اختیار کرتا ہے۔ مگر یہ صریح غلط ہے۔ اوتار خدا نہیں ہوتا۔ بلکہ خدا کا بھیجا ہوا بندہ ہوتا ہے جو اس کے نور سے منور ہو کر اس دُنیا کے لئے مامور من اللہ ہو کر آتا ہے۔ وہ پاک ذات تو وراء الوراء عمیق در عمیق ہے اس لئے وہ فرستادہ اوتار بھی خدا کے انت اور کنہ و اسرار سے عاجز ہے۔ پھر گرنتھ صاحب بھیروں محلہ ۵ میں لکھا ہے۔

سو مکھ جلو جت کہ ٹھاکر جونی

ترجمہ۔ باوا صاحب سخت برخ کی حالت میں فرماتے ہیں۔ کہ اے لوگو وہ منہ دوزخی ہیں جو کہتے ہیں کہ پرمیشور جونوں میں آکر قالب انسانی اختیار

کرتا ہے۔ ان کے مُنہ آگ سے جُھلسے جائیں گے جو اللہ تعالےٰ کے حضور میں ایسی بیباکی سے کام لیتے ہیں۔ پھر بابا صاحب گرنتھ صاحب آسا محلہ ۲ میں فرماتے ہیں۔

جگھ جگھ کے راجے کیئے گاوے کراوتاری
تن بھی انت نہ پایا تانکا کیا کر آکھ وچاری

ترجمہ۔ بعض بڑے بڑے راجوں مہاراجوں نے تمام راجہ پاٹ تیاگ کر کے سنیاس اور بیراگ اختیار کیا اور دُنیاوی خواہشات پر لات مار کر تارک الدنیا ہوئے۔ مہاتما بُدھ اور راجہ ہری چند وغیرہ کی مثالیں شاہد ہیں یہ سب کچھ ہُوا۔ مگر وہ محیط الکل قادر مطلق کے انت کو نہ پا سکے اور عاجز رہے۔ پھر ہزارے کے شبدوں میں لکھا ہے کہ

بن کرتار نہ کر تم مانو آداجون اجے انباشی نہہ پریتیارمانو
تات مات نہ ذات جانکر تیرو نرمکند کون کاج کہا ئینگے تے آن دیو کے نند
سوکم مانس روپ کھائے سدھ سمادھ کرہائے کواونہ دیکھن پائے
جانکر روپ رنگ نہہ جنیت سوکم سیام کہے ہے

ترجمہ۔ خالق ایک ہی ہے جو ظہور عالم سے بھی پیشتر تھا۔ اسی ایک خالق کے نام کا وِرد کرو اور ایسے خدا کے نام کا وظیفہ پڑھو۔ جو ظہور عالم سے پیشتر ازل سے حق تھا اور پھر ظہور عالم کے وقت بھی حق تھا یہ دونو صفات زمانہ ماضی کے متعلق ہیں۔ اور پھر فرماتے ہیں کہ جیسا وہ زمانہ ماضی میں حق تھا ویسے ہی زمانۂ حال میں بھی حق ہے اور آیندہ بھی حق ہوگا۔ اور وہ پیدا ہونے اور جونوں میں آنے سے پاک ہے۔ اس قول سے صاف ظاہر ہے کہ ابتدا سے ہی میں نہیں آتا ہے۔ اس کا کوئی بیٹا نہیں اور نہ وہ جنا گیا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں واضح طور سے اس امر کو بیان کیا گیا ہے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ تو کہہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے احتیاج ہے۔ نہیں جنا اُس نے۔ اور نہ جنا گیا۔

اور نہیں ہے واسطے اس کے کوئی برابری کرنے والا" اور برہما، مچندر، کرشن وغیرہ یہ ابن آدم کی اولاد تھے۔ کئی سدھ (ہندو فقیروں کے فرقہ کا نام) سمادھی لگا کر ہار چکے۔ مگر اس خدا کا انت نہ پا سکے ؎

جیسا دیہیں تیسا ہو کھاؤ بیادر نہیں کے در جاؤ
نانک ایک کہے اداس جیو پنڈ سب تیرے پاس

ترجمہ۔ جس قدر آپ دیویں اسی قدر ہم کھاتے ہیں دوسرا دروازہ نہیں۔ جس پر جاویں۔ نانک ایک ہی عرض کرتا ہے کہ رُوح اور جسم یہ سب تیرے ہیں اس کو باوا جی نے اِن قرآنی آیات سے لیا ہے۔ نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیٰوۃ الدّنیا ورفعنا بعضھم فوق بعض ٍ ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض فانفذوا لا تنفذون الّا بسلطٰن ٍ یعنے ہم نے تمہارے کھانے پینے اور دوسری حاجات کی چیزیں تم میں تقسیم کردی ہیں کسی کو تھوڑی اور کسی کو بہت دی ہیں اور بعض کا بعض سے مرتبہ زیادہ کر دیا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے ملک سے جو زمین و آسمان ہے تم باہر نہیں جا سکتے جہاں جاؤ گے خدا کا غلبہ تمہارے ساتھ ہوگا۔ اب دیکھئے باوا جی نے صریحاً انہی آیتوں سے اپنا مضمون اخذ کیا ہے اور ایک اوتار کا عقیدت مند نہیں کہے گا کہ رزق کی کمی بیشی خدا تعالیٰ کی تقدیر سے ہے ؎

آٹھواں عقیدہ

گئو پوجا اور سکھ مذہب

گئو پوجا کے جس قدر ہندو لوگ قائل ہیں وہ اظہر من الشمس ہے ہندوؤں کے بہت فرقے ہیں۔ مثلاً آریہ، سناتنی۔ برہمو۔ جینی وغیرہ ہاں اگر ان

سب لوگوں کا کسی امر کے متعلق اتفاق ہو سکتا ہے تو وہ گائے کی پوجا کا عقیدہ ہے۔ آئے دن جو عید الضحیٰ پر مسلمانوں سے ہمارے ہندو دوستوں کے فساد اور جنگ و قتال وغیرہ ہوتے رہتے ہیں وہ اظہر من الشمس ہے یہ ایک الگ امر ہے کہ خود ہندوؤں کے شاستر یعنی وید وغیرہ گئو رکھشا کے کہاں تک حامی ہیں۔ چونکہ سکھ مذہب کا ویدوں اور شاستروں سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ ورنہ ہم اس امر کو ویدوں اور شاستروں کے بکثرت حوالہ جات سے کما حقہ ثابت کرتے کہ ویدوں اور شاستروں میں گائے کی کوئی عظمت نہیں بیان کی گئی۔ بلکہ وہاں بیگہہ وغیرہ میں کثرت سے گائے کی قربانی کا ذکر پایا جاتا ہے مگر ہم اس بحث* کو کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھتے ہیں مگر ساتھ ہی بعد میں ویدوں کو چھوڑ کر دیگر سمرتیوں میں ایسی ایسی باتیں بھی ضرور ملائی گئی ہیں جو گائے کی پوجا کی طرف صریح ہدایت کرتی ہیں اور جس سے آئے دن ہندو صاحبان مسلمانوں سے نبرد آزما ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ وشن سمرتی ادھیائے ۵۴ میں یہ لکھا ہے کہ۔

اگر شودر پنچ گویہہ پیوے تو دوزخ میں جاتا ہے۔ یعنی پنچ گویہہ ایک ایسی مطہر اور پاکیزہ چیز ہے جسے برہمن کھشتری اور ویش کے سوا اور کوئی آدمی اس کے استعمال کا حق نہیں رکھتا وہ پنچ گویہہ کیسی اعلیٰ چیز ہے اور کن کن پاکیزہ اشیاء سے تیار کیا جاتا ہے ذرا آپ اس کا نسخہ ملاحظہ فرمائیے۔

گائے کا گوبر ایک ماشہ۔ گائے کا پیشاب ۲ ماشہ۔ گائے کا گھی ۳ ماشہ گائے کا دودھ آٹھ ماشہ۔ گائے کا دہی آٹھ ماشہ۔ ان پانچ چیزوں کے ملانے سے پنچ گویہہ بنتا ہے ملاحظہ ہو اتر سہنا۔ اور یہ ایک ایسی پاکیزہ اور مقدس چیز ہے کہ سوائے برہمن اور کھشتری اور ویش کے کوئی اور اسے استعمال نہیں کر سکتا۔ لکھا ہے کہ اگر کوئیں کا پانی ناپاک ہو جائے تو اسی پنچ گویہہ

* دیکھو ہمارا رسالہ قضیہ گائے پر تنقیدی نظر۔ قیمت ۲/

کو پانی صاف کرنے کے لئے ڈالنا چاہیئے۔ اور اگر کوئی ہندو گندی یا ممنوع چیز کھا پی لے۔ تو بھی اس پنج گویہ کے استعمال سے پاک ہوتا ہے اب اس کے مقابلہ میں آپ ملاحظہ فرماویں کہ سکھ مذہب میں گئورکھشا یا گئو پوجا کو کہاں تک روا رکھا گیا ہے۔

گرنتھ صاحب بسنت کبیر میں لکھا ہے۔

گوبر جو ٹہا۔ چونکا جو ٹہا۔ جو ٹھی دینی کارا

مطلب۔ گائے کا گوبر ناپاک۔ اور گائے کے گوبر سے جو لیپن (پوچا) دیا گیا ہے وہ بھی ناپاک۔ پھر رہت نامہ بھائی چوپا سنگھ میں درج ہے۔ لنگر (باورچی خانہ) میں نہ تو گائے کے گوبر کے اوپلے جلائے نہ گائے کے گوبر کا چونکا دے۔ چنانچہ جس جگہ گائے کے گوبر کا چونکا ہو۔ واقف کار۔ ذی علم سکھ اسے ناپاک سمجھتے ہیں اور وہاں گرنتھ صاحب نہیں پڑھتے۔ پھر گرنتھ صاحب آسا پٹی محلہ ۳ میں لکھا ہے۔

مل موت۔ موڑ۔ جے مگدھ ہوئے سب لگے تیری سیو

مطلب۔ گائے کا گوبر اور پیشاب وغیرہ کا احترام کرنے والے جب گورو نانک صاحب کے حضور آئے۔ تو باوا صاحب نے ان ناپاک چیزوں کے استعمال سے انھیں نجات دی +

اب صاف ظاہر ہے کہ سکھ مذہب میں گائے کی وہ عظمت قطعاً نہیں۔ جو ہندو مذہب میں ہے بلکہ قطعی اس کے برعکس ہے۔ ہندوؤں کے نزدیک گائے کا گوبر اور پیشاب پاک اور اس کے کھانے اور پینے سے ناپاک پاک ہو جائیں۔ مگر سکھوں کے نزدیک یہ سخت ناپاک۔ اور اس کے کھانے والا سخت ناپاک۔ ہر دو میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اب صاف ظاہر ہے کہ سکھ مذہب میں گئو پوجا قطعاً نہیں

پھر گئورکھشا یا گئو پوجا کے متعلق سکھ صاحبان کا طرز عمل بھی یہی ظاہر

کرتا ہے۔ سنہ ۱۹۱۲ء سکھ ایجوکیشنل کانفرنس ایسٹر کی تعطیلات میں سیالکوٹ میں منعقد ہوئی تھی وہاں کے مقامی ہندوؤں کی گئوشالہ کے ممبر جب گئو رکھشا کے لئے چندہ جمع کرنے کے واسطے سکھ ایجوکیشنل کانفرنس میں گئے تو سکھ کانفرنس کے ناظموں نے انھیں ایسا کرنے سے منع کیا۔ اور اپنے پنڈال سے نکال دیا۔ چنانچہ اس وقت اخبار ہندوستان نے اس کے متعلق حسب ذیل لکھا تھا۔

"سکھ ایجوکیشنل کانفرنس سیالکوٹ کے موقع پر جب مقامی کارکنوں کو معلوم ہوا کہ مہاراجہ صاحب پٹیالہ کا جلوس جو کانفرنس کے پرد ہان مقرر کئے گئے ہیں گئوشالہ کی طرف سے نکلے گا۔ تو کارکنوں نے گئوشالہ کی عمارت کو خوب سجایا اس کے نزدیک جھنڈیاں وغیرہ لگائیں۔ لیکن جب گئوشالہ کی صندوقچیاں لڑکے لے کر کانفرنس میں سکھ صاحبان سے گئوشالہ کے لئے دان (خیرات) مانگنے کے واسطے گئے تو انکو کانفرنس سے باہر نکلوا دیا گیا اور سکھوں نے کہا کہ ہم ہندو نہیں ہیں اس لئے ہم پر گئو رکھشا واجبی نہیں ہے"۔

گئو رکھشا کے متعلق سکھوں کا طرز عمل صاف ظاہر ہے۔ ہماری کسی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں سکھوں کا اردو اخبار لائل گزٹ اپنے ۱۰ فروری سنہ ۱۹۱۵ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ سکھ ہندوؤں کی طرح گئو پرست نہیں

نواں عقیدہ

مُردے کا جلانا اور باوا صاحب

اب دیکھنا یہ ہے کہ مُردے کے جلانے کے متعلق باوا نانک صاحب کیا فتویٰ دیتے ہیں۔ یعنی حضرت باوا صاحب مُردے کے جلانے کے حامی ہیں یا مسلمانوں کی طرح دفنانے کے۔ ہم نے بالکل خالی الذہن ہو کر اس مسئلہ پر غور کیا ہے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ حضرت باوا صاحب دفنانے کے حامی ہیں جلانے

کے قطعاً نہیں۔ اس کے متعلق جب ہم گرنتھ صاحب اور جنم ساکھی وغیرہ کی اوراق گردانی کرتے ہیں تو اس میں یہ لکھا پاتے ہیں۔ باوا صاحب گرنتھ صاحب میں فرماتے ہیں۔

دُنیا مقام فانی تحقیق دل دانی
مم سر مو عزرائیل گرفتہ دل ہیچ ندانی
زن پسر پدر برادراں کس نیست دستگیر
آخر بیفتم کس نداد چوں شود تکبیر

باوا صاحب فرماتے ہیں۔ دُنیا فنا کا مقام ہے یہ تحقیقی امر ہے۔ اسکو دل سے سمجھو۔ میرے سر کے بال عزرائیل کے ہاتھ میں ہیں۔ اے دل تجھے کچھ بھی خبر نہیں۔ اُس وقت عورت۔ لڑکا۔ باپ۔ بھائی کوئی دستگیری نہیں کرے گا۔ آخر جب میں نماز جنازہ پڑھی جائیگی۔ تو میں بیکس ہو کر گرا ہُوا ہونگا +

اب تکبیر کا لفظ صاف اور واضح ہے ہر ایک جانتا ہے کہ تکبیر انھیں پر پڑھی جاتی ہے جن کا جنازہ پڑھا جاتا ہے اور جنازہ اسی کا پڑھتے ہیں جو دفنایا جاتا ہے۔ ابھی بس نہیں اور لیجئے۔ جنم ساکھی کلاں صفحہ ۲۲۶۔

داغ پوتر دھرتری جو دھرتی ہوئے سمائے
تاں کے نکٹ نہ آوسی دوزخ سندی بھائے

باوا صاحب فرماتے ہیں کہ جو لوگ داغ سے پاک ہو کر قبر میں جاتے ہیں ان کے نزدیک دوزخ کی ہوا تک نہیں آتی +

اب بتلائیے! ان واضح اور بیّن اثبات کی موجودگی میں کون انکار کر سکتا ہے کہ باوا صاحب مُردہ کے دفنانے کے حامی نہ تھے۔ خود باوا صاحب کا اسوہ اس امر کا بیّن شاہد ہے کہ آپکی نعش جلائی نہیں گئی +

پھر حضرت باوا صاحب جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۵۴-۱۸ سطر پر فرماتے ہیں۔

مرے وچارا ہت ڑو وچ اگے وین جلائے

جل بل ہو گئی بھسمڑی پونا کھڑے اوڈائے
پڑھ کے دیکھ قرآن نوں کس نوں دیوے سزائے
سو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جو بہتا کھاندا نائے

اس جگہ ہم خود کچھ نہیں کہنا چاہتے حضرت باوا صاحب کا جلانے اور دفنانے کے متعلق فیصلہ صاف ہے۔ سب سے بڑھ کر حضرت باوا صاحب کی نعش جلائی نہیں گئی۔ اسی سے حضرت باوا صاحب کا عقیدہ سمجھ لو +

اب جبکہ ہم پختہ دلائل سے باوا نانک جی کی ہندو مذہب سے بیزاری ظاہر کر چکے ہیں تو اب طبعاً ہر ایک منش کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے شخص کی موت پر کیا ظاہر ہوا ہوگا۔ کیونکہ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ جس آدمی نے اپنے آبائی مذہبی عقیدہ سے ہاتھ دھو لئے ہوں اور پراچین عقائد اور خیالات کو خیرباد کہدی ہو تو ضرور ہے کہ اسکی موت بھی ان قدیمی رسم و رواج سے علیحدہ ہو ورنہ وہ آدمی جس کے دل میں وہی پراچین خیال سمائے ہوئے ہوں اور اپنی قوم کے پرانے عقیدہ پر کاربند ہو اور اسی پر اس کا انتقال ہو تو اُس کے اخیر وقت پر ہر ایک خویش بیگانہ اس بات کو معلوم کر لیتے ہیں کہ اس کا اپنی قوم کے مذہب پر ہی خاتمہ ہوا ہے اس حالت میں اگر غیر مذاہب کے آدمی مزاحم ہوں کہ یہ شخص ہمارے مذہب کا پیرو تھا اسکی لاش ہمارے حوالہ کی جاوے تاہم اپنے رسم و رواج کے مطابق اس کا جنازہ پڑھیں اور اسے دفن کریں یا جو کچھ مذہبی امور ہوں اُسے بجالائیں تو ان کی وہ بات نہایت استعجاب کا موجب ہوگی۔ تعجب نہیں کہ اس استعجاب کی حالت میں آکر وہ قوم اپنے گستاخ اور بے ادب فریق ثانی کو مار پیٹ کر کے نہایت ذلت سے سزا دیں کیونکہ یہ بات صرف اسی متوفی کی ذات پر ہی محدود نہیں رہتی۔ بلکہ اس قوم کی سبکی اور بے عزتی کا باعث بھی ہوتی ہے اور اس میں اس مذہب کی توہین بھی متصور ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا باوا صاحب کی وفات پر بھی کوئی ایسا واقع پیش

آیا ہے یا نہیں اگر پیش آیا ہے تو قوم کے بزرگوں نے اس وقت کیا راہ اختیار کی۔ تو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انکی وفات پر ہندو اور مسلمانوں کا جھگڑا ہُوا تھا۔ ہندو باوا صاحب کی نعش کو جلانا چاہتے تھے۔ مگر مسلمان جنازہ پڑھ کر دفن کرنا چاہتے۔ آخر اس اصرار اور تکرار نے یہانتک طول کھینچا کہ دونوں فریقین میں جنگ تک نوبت پہنچی۔ تمام ہندو اور مسلمان بلکہ بعض انگریزی مورخ بھی اس بات پر متفق ہیں کہ مسلمانوں نے نہایت زور کے ساتھ دعویٰ کیا کہ باوا صاحب ہم میں سے تھے انکی نعش ہمارے حوالہ کی جاوے کہ ہم اسلامی قاعدے کے مطابق ان کا جنازہ پڑھ کر دفن کریں۔ پھر تعجب یہ ہے کہ باوا صاحب کے قوم کے بزرگوں نے جن کے سامنے یہ دعویٰ پیش ہُوا تھا کوئی بھی اس کا رد نہ کر سکا کہ ایسا دعویٰ کیوں کیا جاتا ہے۔ کیوں خواہ مخواہ باوا جی کو مسلمان بنایا جاتا ہے بلکہ قوم کے بزرگوں اور دانشمندوں نے بجائے رد کے یہ بات پیش کی کہ باوا صاحب کی نعش چادر کے نیچے سے گم ہوگئی ہے اب ہندو اور مسلمان نصف چادر لے کر اپنی اپنی رسومات ادا کریں۔ چنانچہ مسلمانوں نے نصف چادر لے کر اس پر نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔ اس جگہ ایک اور بات کا پتہ ملتا ہے گرنتھ صاحب میں ایک شعر ہے جس میں باوا جی نے بطور پیشگوئی کے اپنا جنازہ پڑھا جانے کے لئے فرمایا ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں۔

دُنیا مقام فانی تحقیق دلدانی
مم سر مو عزرائیل گرفتہ دل ہیچ ندانی
زن۔ پسر۔ پدر۔ برادران کس نیست دستگیر
آخر بیفتم کس ندارد۔ چوں شود تکبیر

یعنی دُنیا تو فنا کا مقام ہے یہ تحقیقی امر ہے اس کو دل سے سمجھ میرے سر کے بال عزرائیل کے ہاتھ میں ہیں۔ اے دل تجھے کچھ بھی خبر نہیں۔ عورت لڑکا باپ۔ بھائی۔ کوئی بھی دستگیری نہیں کرے گا۔ جب تکبیر یعنی نماز۔ جنازہ مجھ پر

پڑھی جائے گی تو میں اس وقت بیکس ہوں گا اور بیکس ہو کر گرا ہوا ہوں گا
اب تکبیر کا لفظ صاف ہے ہر ایک جانتا ہے کہ تکبیر ان کے لئے ہوتی ہے جن
کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ اس جگہ ایک اور بات کا پتہ بھی چلتا ہے کہ باوا
صاحب بھی مسلمانوں کی رعایت کرنا چاہتے تھے ورنہ کیا ضرورت تھی کہ ان کا
جسم گم ہوتا۔ سو جسم اس لئے گم ہوا تا ہندو ان کی نعش پر قابض نہ ہوں اور
جسم گم ہونے کے اشارہ سے ہی باوا جی کا مذہب سمجھ لو۔ غرض باوا جی کی قوم کے
بزرگوں کا نہایت خوشی اور رضامندی سے چادر کا نصف ٹکڑا بغرض جنازہ
پڑھنے اور دفن کرنے مسلمانوں کے حوالہ کر دینا ان کی یہ عملی کارروائی صاف شہادت
دیتی ہے کہ وہ بدل و جان اس بات پر راضی ہو گئے۔ کہ اگر مسلمان لوگ باوا
صاحب کو مسلمان خیال کرتے ہیں تو اُن کا اختیار ہے کہ ان کو مسلمان سمجھیں ان
پر جنازہ پڑھیں۔ نہ صرف راضی ہی ہوئے بلکہ نصف چادر حوالہ کر کے جنازہ
پڑھنے کی ترغیب بھی دی۔ اگر باوا صاحب مسلمان نہ ہوتے تو جس قدر باوا صاحب
کے قوم کے بزرگ جانشینوں اور دوستوں میں وہاں بیٹھے تھے اور انہوں
نے جا کر ان کے پاس یہ جھگڑا کیا تھا کہ باوا صاحب مسلمان تھے ان کی نعش
ہمیں دے دو تا کہ ہم اپنے طریقہ کے مطابق ان کی گور منزل کریں تو وہ لوگ
ضرور انہیں جلی کٹی سناتے۔ مگر وہ بالکل ناراض نہ ہوئے اور کسی نے اٹھ کر
یہ نہ کہا کہ نالائقو! نادانو!! بے ادبو!!! آنکھ کے اندھو!!! یہ تم کیسی بڑی
ہانک رہے ہو کہ باوا صاحب مسلمان تھے بلکہ وہ اس وقت تک بھی ہمارے
اور بغیر کسی قسم کی چون و چرا جل و حجت کے نصف چادر کا ٹکڑا بغرض جنازہ
اور دفن کرنے کے مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ اب ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ باوا
صاحب کی وفات پر مسلمانوں اور ہندوؤں کا جو جھگڑا ہوا تھا اس کو بھائی
بالا والی جنم ساکھی سے اقتباس کر کے نقل کریں۔ سو وہ عبارت یہ ہے۔ دیکھو
جنم ساکھی کلاں بھائی بالا والی صفحہ ۶۱۷۔

سری ٹھاکر جی نانک جی کو اپنے انگاں میں ملائے لیا ناں پھیر

خدا تعالےٰ نے نانک جی کو اپنے وجود میں ملا لیا یعنے باوا صاحب فوت ہو گئے تب

او تھے پروار وچ ایک کھائے پے گئی سب اکتر ہوئیکے لگے بیراگ کرنے

وہاں مجلس میں شور پڑ گیا سب اکٹھے ہوئے کر غم کرنے لگے

جاں اتنے میں سری بابے جی دے مرید پٹھان سی اوہ کہن ہم سری

اتنے میں باوا صاحب کے جو مرید پٹھان تھے وہ کہن لگے کہ ہم

بابے جی دا دیدار کریںگے تا ہندو آں کہیا بھائی اب تمہارا سماں نہیں

باوا جی کا دیدار کریں گے تو ہندوؤں نے کہا بھائی اب تمہارا وقت نہیں

ناں پٹھاناں کہیا ہمارا پیر ہے تے اسیں ضرور دیدار کراں گے اور

تب پٹھانوں نے کہا کہ وہ ہمارا پیر ہے اور ہم ضرور انکی زیارت کرینگے اور

جو پیراں دا راہ ہے سو ہم کرانگے ناں ہندو مسلمان دا جھگڑا اودھ

جو پیروں کے لئے مسلمان رسومات ادا کرتے ہیں سو ہم ادا کرینگے تب ہندو مسلمان کا جھگڑا بڑھ

گیا ہندو کہن نہیں دیکھن دینا ناں مسلمان کہن اساں دیدار کرنا ہے

گیا ہندو کہتے تھے کہ ہم باوا جی دیکھنے نہیں دینگے مسلمان کہتے تھے کہ ہم دیکھ کر چھوڑینگے

جاں بہت وادا ہویا پٹھان کہن گور منزل کرانگے ناں وچ بھلے لوکاں

جب بہت فساد ہوا تو پٹھانوں نے کہا کہ ہم تجہیز و تکفین اور جنازہ وغیرہ سب رسوم اسلامی ادا کرینگے

کہیا اندر چل کے دیکھو ناں سہی جاں دیکھیا ناں چادر ہی ہے بابے

تب اچھے لوگوں نے درمیان ہو کر کہا کہ ذرا اندر چل کے دیکھو جب اندر جا کر دیکھا تو معلوم ہوا وہاں فقط چادر ہی

دی وہ ہے نہیں دوہاں دا جھگڑا چک گیا جتنے سکھ سیوک تھے

پڑی ہے تب دونوں گروہوں کے جھگڑا کا فیصلہ ہو گیا جسقدر سکھ سیوک تھے

رام رام کر اُٹھے لگے کرن واہ واہ بابا جی توں دھن ہاں سب کہن

سب اللہ اللہ کر اُٹھے اور صفتیں کرنے تھے کہ باوا صاحب آپ دھن ہیں سب کہتے تھے

سری نانک جی پر تکیا پر ہمیشہ دی مورت ہے انکی قدرت لکھی نہیں

ظاہر ظاہرا مظہر الٰہی تھے ان کی قدرت لکھی نہیں

سی جاندی تے اساں سیوا بھی نہیں کیتی تے مسلمان بھی بابے دا بھیل

جاتی اور ہم نے کچھ خدمت نہیں کی اور مسلمان بھی باوا صاحب کا معجزہ

دیکھ کے لگے صفتاں کرن دھن خدائے ہے تے دھن بابا نانک جی ہے

دیکھ کر تعریف کرنے لگے کہ کیا ہی وہ قادر خدا ہے اور کیا اچھا بابا نانک تھا

جسدی قدرت لکھی نہیں گئی ہندو مسلمان سب تارے ہین پھر ہندو آں

جسکی قدرت لکھی نہیں گئی سب ہندو مسلمان کو اس نے تار دیا پھر ہندوؤں نے

اک چادر کے بیان میں رکھ کر چکھا میں جلائی تے مسلماناں آدھی چادر

اک چادر کو سڑھی پر رکھ کر چکھا میں جلا دیا اور مسلمانوں نے آدھی چادر

دفن کیتی دوہاں آپو اپنے دھرم کرم کیتے تے بابے جی بیکنٹھ کو سن ودھے گے

دفن کردی اور دونوں فریقین نے آپو اپنے رسم کے موافق تجہیز و تکفین کیا یعنے اپنے مذہبی واجبات

تے سری بابے جی چلانے کی کتھا بڈھے نے سری انگد جی نے بابے

جنازہ وغیرہ بجالائے اور باوا صاحب مع جسم کے داخل کئے گئے اور ایک سکھ کا نام بڈھا تھا باوا نانک

دی ہور سنگت کے حضور سنائی +

صاحب کی فوت ہونیکی کتھا انگد صاحب اور بالا صاحب اور دوسرے مجمع کے حضور سنائی +

یہ تو وہ بیان ہے جو بھائی بالا کی زبانی گورو انگد کی جنم ساکھی میں مذکور ہے

مگر جہاں تک ہمارا خیال ہے دراصل کوئی مسلمان مرید باوا صاحب کی نعش کو

* مع جسم بہشت میں داخل ہونا یہ عقیدہ اسلام کا ہے وید کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں از روئے تعلیم وید تو روح مکتی خانہ میں جائے گی۔ اور جسم کا تعلق مرنے کے بعد بالکل ختم ہو جاتا ہے اس لئے ہندو جسم کو جلا دیتے ہیں اور اسلامی تعلیم کی رو سے جسم کا روح سے تعلق ہے اور وہ ابدی تعلق ہے +

اٹھا کر لے گیا تھا۔ مسلمانوں میں ایک جھوٹی قبر بنانا اور صرف کپڑا دفن کرنا اور اس کو قبر سمجھنا ایک فریب اور گناہ میں داخل ہے جو شریعت اسلام میں کسی طرح جائز نہیں۔ مسلمان ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔ اور اگر ان کو صرف چادر ملتی تو وہ تبرک کے طور پر اپنے پاس رکھ چھوڑتے۔ اس وقت پنجاب میں کل حنفی مذہب کے مسلمان تھے اور حنفی مذہب کی رُو سے بجز حاضری نعش کے نماز جنازہ درست نہیں۔ پھر ان حنفی مسلمانوں نے جو نماز جنازہ پڑھی تو اس صورت میں ماننا پڑتا ہے کہ کسی طرح باوا صاحب کی نعش پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔

سوال عقیدہ

گرنتھ صاحب میں ذبیحہ کی اجازت ہے یا جھٹکا کی

اوّل تو سکھوں میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنی مذہبی کتب گرنتھ وغیرہ کی تعلیم سے ناواقفیت کی وجہ سے گوشت خوری سے انکار کرتے ہیں اگرچہ انکی تعداد بہت تھوڑی ہے مگر تاہم ہے ضرور۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے باوا صاحب کے اقوال سے اس امر پر بھی روشنی ڈالی جائے کہ باوا صاحب گوشت خوری کو جائز اور روا رکھتے تھے۔ ہندوؤں کے کورکھیشتر کے تیرتھ پر جا کر باوا صاحب کا وہاں کے پنڈتوں سے گوشت خوری کے متعلق مباحثہ ہوا۔ جس میں پنڈت صاحبان کو قطعی لاجواب ہونا پڑا۔ مفصل ملاحظہ ہو تاریخ گورو خالصہ صفحہ ۹۱ مصنفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی۔ چنانچہ اس مباحثہ میں گورو صاحب پنڈتوں کے مقابلہ میں یہ شلوک فرماتے ہیں ملاحظہ ہو۔

پہلا۔ پہلا ماسوں نمیاں ماسے اندر واس
جیو او پائے ماس مو ہے ملیا ہڑ چم تن ماس
ماسوں باہر کڈھیا ماں ماسں گراس

مونہوں ماسے کا جیبا ماسے کی ماسے اندر ساس
وڈا ہویا ویاہ گھر لایا ماس
ماسوں ہی ماس اوپجے ماسوں سبھے ساک
ماس ماس کر مورکھ جھگڑیں گیان دھیان نہیں جانیں
کون ماس کون ساگ کھاوے کس میں پاپ سمانے
گینڈا مار ہوم یگ کیئے دیوتیاں کی مانے
ماس پرانی ماس کتیبیں چوہوں جگ ماس کماناں
بگہہ کاجے ویاہ سوہاوے اوکھے ماس سماناں
ماسوں نمیں ماسوں جمیں ہم ماسے کے بھانڈے
گیان دھیان کچھ سوجھے ناہیں چتر کہاوے پانڈے

مطلب - باوا صاحب پنڈت کو مخاطب کر کے کہتے ہیں تم کس طرح گوشت خوری کی مخالفت کر سکتے ہو پہلے ..... گوشت کے اندر ہی تو ماہ تک رہا اور پھر جب پیدا ہوا تو جسم وغیرہ بھی گوشت کا ملا - اور سب سے پہلے جو انسانی غذا تھی وہ والدہ کے پستان کے ذریعہ جو گوشت کا تھا - منہ گوشت کا - زبان گوشت کی - اور سب جسم ہی گوشت کا - اور جب بالغ ہوا - تو شادی بھی گوشت کے جسم سے ہی کی - اور جس قدر رشتہ دار ہیں سب گوشت کے جسم کے ہیں بیوقوف لوگ گوشت نہ کھاؤ - گوشت نہ کھاؤ کہکر جھگڑتے ہیں اور حقیقت سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں - اے پنڈت اگر گوشت کھانے سے انسان گنہگار بن جاتا ہے تو ویدوں اور پرانوں میں گوشت خوری کی اجازت کیوں ہے - اے پنڈت کیا تو اس بات سے ناواقف ہے کہ دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے ویدوں میں گینڈے وغیرہ کی قربانی لکھی ہے - افسوس کہ یہ لوگ حقیقت سے ناواقف ہو کر یونہی جھگڑتے ہیں ۔

اب اس جگہ گوشت خوری کے متعلق حضرت باوا صاحب کا فتوی صاف

ہے۔ پھر اسی صفحہ پر یہ بھی لکھا ہے کہ کور کھیشر کے تیرتھ پر گورو صاحب نے مچھلی کا گوشت پکا کر کھایا۔ جسپر پانڈے حد سے زیادہ آپے سے باہر ہوئے مگر باوا صاحب نے کچھ پروا نہ کی +

اب یہ بات تو بالکل صاف ہوگئی کہ سکھوں کی کتابوں میں گوشت خوری کی صریح اجازت ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ذبیحہ کی اجازت ہے یا جھٹکا کی۔ سو اس کے لئے ہمیں کہیں دُور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں سکھ پریس کے ساتھ اس ضروری سوال پر میرا تبادلۂ خیالات ہوا تھا۔ اور بفضل ایزدی سکھ پریس کو اس پر قطعی خاموش رہنا پڑا تھا۔ سو وہ مضمون ۱۵ جون سنہ ۱۹۱۲ء کے اخبار نور سے لے کر درج ذیل کیا جاتا ہے +

"ابھیا کھا کا کٹھا"۔ جو خالصہ سماچار اور لائل گزٹ کے ایڈیٹر نے ایک شلوک کا ۱/۳۲ حصہ پیش کر کے اپنا پیچھا چھڑانا چاہا ہے اس سے زیر بحث مسئلہ کے حق میں کبھی بھی یہ مفید نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ "ابھیا کھا کے کٹھا" سے ذبیحہ تو ایک اور ایک دو کی طرح ثابت ہو سکتا ہے مگر جھٹکا ہرگز ہرگز نہیں۔ پورا شبد جس کو ایڈیٹر خالصہ سماچار اور لائل گزٹ نے درج کرنے سے دیدہ و دانستہ اجتناب کیا ہے وہ یہ ہے۔

ابھیا کھا کا کٹھا بکرا کھانا
چونکے اوپر کسے نہ جانا
چونکے اوپر آن بیٹھے کوڑ آر
مت بھٹے دے مت بھٹے
ایہہ انہہ اساڈا پھٹے
تن پھٹیے پھیٹ کریں
تن جھوٹھے چلی بھریں

اس شلوک کے مشکل الفاظ کا ترجمہ۔ ابھیا کھا دیے کلمہ یا بد کلمہ یا مہمل

لفظ مراد وہ چیز جس پر غیر اللہ کا نام آوے۔ بھاکھیا مثبت ہے اور ابھیا کھیا نفی نور) کٹھا (ذبیحہ) جونکا (کھانا کھانے کی جگہ) کوڑا۔ (ناپاک) بھٹے (بھرشٹ ہو جاوے) ÷

بامحاورہ ترجمہ۔ وہ لوگ جو غیر اللہ کے نام پر بکرے ذبح کر کے کھاتے ہیں اور پھر اوروں کو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے باورچی خانہ میں کوئی نہ گھسے ایسا نہ ہو کہ ہمارا کھانا بھرشٹ ہو جاوے۔ حالانکہ وہ خود ناپاک ہیں جو غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ کھاتے ہیں ÷

بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ خود تو ناپاک ہیں۔ اور غیر اللہ کے نام کا ذبح کیا ہوا بکرا کھاتے ہیں اور پھر اوروں کو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے باورچی خانہ میں کوئی نہ گھسے۔ کیونکہ اس سے ہمارا کھانا بھرشٹ ہو جاوے گا۔ حالانکہ وہ خود ناپاک اور ناپاکی کی باتیں کرتے ہیں۔ اور پھر ایک چلو پانی سے لوگوں کے گناہ کا کفارہ کرنے کی ڈینگ مارتے ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں کے دل خود گناہوں کی آلودگی میں ہیں۔ یہ شلوک پکار پکار کر اس امر کا اعلان کر رہا ہے کہ بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ نے دیوی دیوتا کے پوجاریوں کو مخاطب کر کے یہ شلوک کہا ہے۔ بابا نانک علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں پانڈے لوگ دیوی اور دیوتا کے نام پر بکثرت بکرے وغیرہ قربان کیا کرتے تھے (آجکل بھی ممالک متحدہ کے اضلاع اور آسام و بنگال میں ہندوؤں مندروں پر کثرت سے کالی مائی وغیرہ کے مندروں پر بکرے وغیرہ قربان کئے جاتے ہیں) ÷

چونکہ ہندو اور پانڈے لوگ ہی چھوت چھات کے سختی سے پابند ہیں ورنہ مسلمان تو چھوت چھات کے جانی دشمن ہیں۔ بہرحال یہ شلوک پکار پکار کر اس امر کا اعلان کر رہا ہے کہ پانڈے لوگ غیر اللہ کے نام پر بکرے قربان کرتے ہیں اور پھر کسی اور کو اپنے چوکے میں نہیں گھستے دیتے حالانکہ وہ خود غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا کھاتے ہیں۔ اب اس سے ثابت

ہوگیا کہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ طیب طعام اور کھانے کے قابل ذبیحہ ہے جسپر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے ؛

دراصل حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن شریف کی اس آیت کا اس شلوک میں ترجمہ کیا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ (بقرہ ع ۲۱) یعنی خدا تعالےٰ نے تم پر یہ چیزیں حرام کی ہیں۔ مُردار۔ خون۔ خنزیر کا گوشت۔ اور وہ جانور جسپر (ذبح کرتے وقت) اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا اور کسی کا نام پکارا جائے۔ ایک اور جگہ فرمایا۔ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ جو جانور استھانوں پر ذبح کیا جاوے وہ حرام ہے (مائدہ)

امید کہ اب معزز سکھ معاصرین کی شانتی ہوجائے گی۔ اور وہ ٹھنڈے دل سے اس شلوک پر تدبر کریں گے ؛

پھر اور ملاحظہ ہو جنم ساکھی کلاں ص۸۵

مسلمان رئیس رائے بلدر کے ملازم مسمی ایدا (عبدالحمید یا امید علی) نے باوا صاحب کے لئے بکرا ذبح کیا اور حضرت باوا صاحب نے اس کا گوشت نوش فرمایا۔ اب اس سے بڑھکر اور کیا شہادت ہوسکتی ہے اس شہادت نے تو ذبیحہ اور جھٹکا کا قطعی فیصلہ ہی کر دیا ؛

اور علاوہ ازیں سؤر اور سؤر کے گوشت کو بھی سکھ مذہب میں ایسا ہی ناپاک اور نجس ترین سمجھا گیا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔ شری گرنتھ صاحب شلوک محلہ ۹۔

ایک بھگت بھگوان جہیں پرانی کے ناہیں من
جیسے سوکر سوان نانک جانو تاہیں تن

مطلب۔ وہ آدمی جس کے دل میں خدا کی محبت نہیں وہ اپنے نجس پن اور ناپاکی کے لحاظ کتے اور سؤر کی طرح ہے ؛

گیارھواں عقیدہ

حضرت باوا نانک صاحب اور تناسخ

عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ جب سکھ صاحبان کے اپنے ہی مسلمہ گرنتھوں سے اس امر کو ظاہر کر دیا جاتا ہے کہ حضرت باوا نانک علیہ الرحمۃ توحید۔ نماز روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ کے بدل وجان قائل تھے۔ تو ہمارے سکھ دوست عموماً یہ کہکر پیچھا چھڑایا کرتے ہیں۔ کہ باوا صاحب تناسخ کے قائل تھے۔ اس لئے وہ مسلمان نہیں کہے جا سکتے۔ اگرچہ باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے عدم تناسخ کے متعلق قبل ازیں جسقدر حوالہ جات دیئے جا چکے ہیں۔ آجتک کوئی اسکی تردید نہیں کر سکا۔ مگر آج ہم اس موضوع پر چند ایسے شلوک پیش کریں گے جو اس سے قبل نہیں کئے گئے۔ راگ گوڑی گرنتھ صاحب صفحہ ۲۱۹ پر حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں:۔

میرا پربھ بخشے بخشن ہار

مطلب۔ حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ میرا خدا کریم ہے بخشش کنندہ ہے۔ اس لئے وہ مجھے بخش دیگا۔ اب ایک تناسخ کا عقیدت مند یہ قطعاً نہیں کہہ سکے گا کہ میرا خدا بخشش کنندہ ہے اور وہ میرے گناہ سے عفو سے کام لیگا۔ تناسخ کے رو سے تو خدا ایک ذرہ برابر بھی گناہ نہیں بخش سکتا اسی پر اکتفا نہیں۔ آیندہ چل کر گرنتھ صاحب صفحہ ۱۵۴ رام کلی محلہ پہلا میں حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔

جو کچھ کرنا سو کر رہیا بخشن ہارے بخشن لیا

مطلب۔ جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ وہ بخشش کنندہ ہے۔ اس لئے اس نے بخش لیا۔ اب ایک تناسخ کا عقیدت مند ہرگز یہ نہیں کہہ سکے گا۔ کہ خدا جو

چاہتا ہے کرتا ہے اور وہ بخشن ہار ہے۔ اس لئے اس نے بخش لیا۔ تناسخ کے ماننے والا تو یہی کہے گا۔ کہ خدا ہمارے اعمال کے مطابق ہی سزا جزا دیگا نہ اس سے ایک خشخاش کے دانہ برابر زیادہ کرسکتا ہے اور نہ کم۔ مگر باوا صاحب فرماتے ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے وہ ہماری مرضی کا پابند نہیں ہے۔ درحقیقت وہ خدا بھی کیا۔ جو ہمارے اعمال کے مطابق ہی ہمیں جزا سزا دے اور اس کی اپنی مرضی کا کچھ دخل نہ ہو۔ کس قدر حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ ایک خدا کا بنایا ہوا انسان رحم کی التجا کرنے پر اپنے قصوروار کا قصور معاف کرسکتا ہے۔ مگر خدا جو ہمارے تناسخ کے ماننے والوں کے نزدیک دیالو اور کرپالو یعنی رحیم و کریم بھی ہے۔ مگر کسی کا ایک خشخاش برابر بھی گناہ نہیں بخشتا۔ پھر آگے چل کر حضرت باوا صاحب کس طرح بیّن طور پر تناسخ کا رد فرماتے ہیں۔ ملار محلہ صفحہ ۱۲۴۔

کہت نانک کون بدھ کرے کیا کوئی سوئی کمت جا کو کرپا ہوئی

باوا صاحب فرماتے ہیں۔ انسان خواہ لاکھ کوششیں کرے۔ اور ہاتھ پاؤں مارے۔ اللہ جسکو چاہے اور جسپر مہربانی کرے وہی نجات پاسکتا ہے اب اس سے بڑھ کر تناسخ کی تردید کے لئے اور کونسی دلیل ہوسکتی ہے کہ حضرت باوا صاحب صاف صاف فرماتے ہیں کہ جس پر اللہ تعالیٰ فضل کرے وہ نجات پاسکتا ہے۔ انسانی کوششیں کسی کام نہیں آسکتیں۔ ان بیّن دلائل کی موجودگی میں کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت باوا صاحب تناسخ کے قائل تھے۔ اسی پر بس نہیں۔ پھر حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں سری راگ محلہ ۱ صفحہ ۷۹

اللہ الکھ اگم قادر کرن ہار کریم

پھر فرماتے ہیں۔ گوڑی محلہ ۱ صفحہ ۳۶۱

اوگن بخشنہارا کامن کنت پیارا گھٹ گھٹ رہیا سمائ

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ وہ گناہوں کے بخشنے والا ہے وہ ہمیں بہت ہی پیارا ہے وہ ہر ایک انسان کے دل کے حالات کو جانتا ہے۔ اب ان شلوکوں کی موجودگی میں کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت باوا صاحب تناسخ کے قائل تھے۔ اس پر ہی بس نہیں ہے۔ آگے چلکر حضرت باوا صاحب گوڑی محلہ میں فرماتے ہیں۔

کرن کراون کرنے جوگ جو تس بھاوے سوئی ہوگ

وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے اور جو کچھ اسکی منشا ہو وہی ہوتا ہے۔

اب دیکھو اس جگہ کس طرح صاف صاف حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ وہ صاحب قدرت ہے اور جو چاہے کر سکتا ہے۔ اب ایک تناسخ کا عقیدت مند ایک منٹ کے لئے بھی خدا کی نسبت یہ خیال نہیں کر سکتا۔ تناسخ اور بخشش اور صاحب قدرت کو کوئی نسبت نہیں ہے اسی پر بس نہیں ہے۔ آگے چلکر حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔ رام کلی محلہ پہلا گرنتھ صاحب صفحہ ۱۵۰۴۔

گورمکھ تارے پار اُتارے نانک گورمکھ سب نستارے

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ گورمکھ یعنے ایشور ہی پار اُتارتا ہے کیا مطلب۔ خدا کی مہربانی سے ہی نجات ہوتی ہے۔ اور خدا کے فضل سے انسان قرب الٰہی اور جوار رحمت کا وارث بنتا ہے۔ اب ایک تناسخ کا عقیدتمند ایک آنِ واحد کے لئے بھی اس عقیدہ کو نہیں مان سکتا۔ وہ باوجود منہ سے اسکو رحیم و کریم کہتا ہوا بھی اس کے رحم اور فضل کو جواب دیگا۔ پھر آگے چلکر حضرت باوا صاحب تناسخ کا قطعی فیصلہ کر دیتے ہیں۔ اور ان شلوکوں کو پڑھ کر انسان ایک طرفۃ العین کے لئے بھی یہ خیال نہیں کر سکتا کہ حضرت باوا نانک صاحب تناسخ کے قائل تھے۔ چنانچہ آپ رام کلی محلہ پہلا صفحہ ۱۵۰۷ میں فرماتے ہیں۔

ایہو جنم نہ مریں نہ آویں جائیں نانک گورمکھ من سمجھائیں

مطلب حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ یہی پیدائش ہے اس کے بعد نہ کوئی جنم لے گا۔ نہ پیدا ہوگا نہ مریگا۔ مگر اس راز کو وہی سمجھ سکتے ہیں جنھیں اللہ تعالےٰ خود اپنے فضل سے سمجھ دے۔ فرمائیے اس قول کے سامنے بھی کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ تناسخ کے قائل تھے ہرگز نہیں

پھر حضرت باوا جی گرنتھ میں فرماتے ہیں۔

حکمی آوے حکمی جائے

ترجمہ۔ مرنا و جینا اور آنا جانا ایک حکمی امر ہے۔ پھر باوا صاحب شری گرنتھ صاحب میں فرماتے ہیں۔

عزرائیل فرشتہ بیٹھا کڈھ وہی
طلباں پوسن آکیاں باقی جہاں رہی

قیامت کے روز عزرائیل فرشتہ خدا کے اذن سے لوگوں کا حساب کتاب خدا کے حضور پیش کریگا جن کے اعمال بد ہونگے وہ خدا کے حضور سزایاب ہونگے اب تناسخ کا عقیدہ تمند قطعاً قیامت کے روز حساب و کتاب کا قائل نہیں ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شری باوا صاحب ہندوؤں کے تناسخ کے عقیدہ تمند نہیں۔

پھر شری گرنتھ صاحب میں لکھا ہے۔

اول اللہ نور اپایا قدرت دے سب بندے
اک نور تھیں سب جگ اوپجیا کون بھلے کون مندے

یعنی خدا نے پہلے اپنے نور کا ظہور کیا۔ اور پھر اسی نور سے یہ دنیا پیدا ہوئی۔ پس یہ تفریق کیونکر ہو کہ پیدائش کے لحاظ سے کوئی بھلا اور کوئی برا ہے یعنی یہ کہنا کہ کوئی جزا کے طور پر پیدا ہوا اور کوئی سزا کے طور پر۔ یہ سراسر غلطی ہے کیونکہ یہ دنیا نور سے ہی پیدا ہوئی یہ شلوک باوا جی کا اواگون یعنی تناسخ

کے ردّ میں ہے۔ کیونکہ تناسخ میں یہ کہنا پڑتا ہے کہ نیک عمل والوں کو اچھا جنم ملا۔ اور بدعمل والوں کو بُرا۔ لیکن حق بات یہ ہے کہ جو باوا جی نے فرمائی ہو کہ ارواح میں پیدائش کے لحاظ سے نیک و بد کی تقسیم نہیں ہو سکتی۔ ہاں اعلیٰ و ادنیٰ کی تقسیم ہو سکتی ہے مثلاً جب کپڑے ایک ہی رنگ میں رنگے جاتے ہیں تو اُن میں سے بعض پر شوخ رنگ آتا ہے اور بعض پر ہلکا۔ یعنی از روئے ادنیٰ و اعلیٰ ان میں تفاوت ہے اور باقی بلحاظ رنگ کے یکساں ہیں۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ مراتب کے لحاظ سے ان میں باہم تفاوت ہو سکتی ہے ایک شوخ رنگ اور دوسرا اس سے کم۔ اور تیسرا اس سے ادنیٰ مرتبہ پر ہے جس نے رنگ بہت کم حصّہ لیا ہے۔ مگر ضرور تمام ایک ہی رنگ میں رنگے ہیں۔ سو ایسا شخص جس نے ربانی فیض سے کم حصّہ لیا ہے۔ باوا صاحب اُسے مت ہین سے پکارتے ہیں اور قرآن شریف میں اُسے شقی کہتے ہیں اور جس نے کافی حصّہ لیا ہے اُسے گیانی کہتے ہیں۔ اور قرآن شریف میں سعید کے نام سے موسوم کیا گیا ہے سو اللہ تعالےٰ نے اپنے پاک کلام میں مخلوقات کو سعادت اور شقاوت کے دو حصوں پر تقسیم کیا ہے مگر اس کو حُسن اور قبح کے دو حصوں پر تقسیم نہیں کیا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ از روئے پیدائش تو ہم کسی کو بُرا نہیں کہہ سکتے۔ اس نے جو کچھ بنایا وہ سب اچھا ہے ہاں اچھوں میں مراتب ہیں پس جو شخص اچھے ہونے کے رنگ میں نہایت ہی کم حصّہ رکھتا ہے وہ حکمی طور پر بُرا ہے اور حقیقی طور پر بُرا نہیں۔ اسی طرح جا بجا گرنتھ میں ایسے شلوک ملتے ہیں جن میں برملا یہ کہا گیا ہے کہ از روئے پیدائش تو کوئی بُرا نہیں ہے اور جو کوئی بدی کسی میں پائی جاتی ہے یہ اس کی اپنی بداعمالی کا نتیجہ ہے۔ کوئی تاریکی خدا تعالیٰ سے صادر نہیں ہوئی۔ کیونکہ سب ایک ہی نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ اگر میری مخلوق کو دیکھ کوئی بدی پاتا ہے۔ سو یہ تاریکی اللہ تعالیٰ سے صادر نہیں ہوئی۔ بلکہ جو نور سے دُور جا پڑا وہ مجازاً تاریکی کے

حکم میں پڑ گیا +

شری باوا صاحب کے گرنتھ میں اس کا بہت بیان ہے۔ اور ہر ایک بیان قرآن شریف سے لیا گیا ہے مگر اس طرح نہیں کہ جیسے خوش تقلید لوگ لیتے ہیں بلکہ سچی باتوں کو دیکھ کر باوا صاحب کی رُوح بول اُٹھی کہ یہ سچ ہے۔ پھر فطرت نے جوش مارا اور کسی پیرایہ میں بیان کر دیا +

غرض باوا صاحب تناسخ کے ہرگز قائل نہ تھے۔ اور اگر قائل ہوتے تو ہرگز یہ نہ کہتے کہ ہر ایک چیز خدا سے پیدا ہوئی اور کوئی بھی چیز نہیں۔ جو اس کے نور سے پیدا نہیں ہوئی۔ اور یاد رہے کہ باوا صاحب نے اس قول میں بھی قرآن شریف کی طرف اشارہ کیا ہے +

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

یعنی خدا ہی کے نور سے زمین و آسمان نکلے ہیں اور اسی کے نور کے ساتھ قائم ہیں اور یہی مذہب حق ہے جس سے توحید کامل ملتی ہے اور خدا شناسی کے وسائل میں خلل نہیں آتا۔ پھر باوا صاحب گرنتھ میں فرماتے ہیں۔

جیا جنت سب شرن تمہاری سرب جیان تد پاسے
جو تدھ بھاوے سوئی چنگا اک نانک کی اردا سے

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ اس دنیا کا خالق ہے اور تمام جیو یعنی ارواح اسکی خلق و ملکیت ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص کہتا ہے کہ خدا خالق نہیں وہ گویا یہ کہتا ہے کہ خدا نہیں کیونکہ عام عقلیں خدا کو خدا کے کاموں سے ہی مانتی ہیں پھر اگر خدا ارواح اور ذرات عالم کا خالق نہیں تو وسائل معرفت گم ہو جائیں گے۔ یا ناقص ہو کر بے فائدہ ٹھہرینگے۔ لیکن جس نے خدا خالق الارواح مان لیا وہ تناسخ کے مسئلہ کو کسی طرح نہیں مان سکتا کیونکہ جس خدا نے خالق ہونے کی حیثیت سے پہلے دُنیا کو مختلف رنگوں میں پیدا کیا۔ یعنی کسی کو انسان بنایا اور کسی کو گھوڑا وغیرہ۔ اور اس وقت یعنی ابتدا میں گذشتہ اعمال کا وجود نہ تھا

کیونکہ خود رُوحیں نہ تھیں تو پھر اعمال کہاں سے ہوتے۔ تو اس صورت میں وہ خدا جو اپنے اختیار سے برابر مخلوق میں کمی بیشی کرتا آیا۔ اب کیونکر وہ اعمال کے سوا کمی بیشی نہیں کر سکتا +

لہذا جو لوگ تناسخ یعنی آواگون کو مانتے ہیں وہ جب تک تمام ارواح کو انادی اور غیر مخلوق قرار نہ دیں تب تک ممکن نہیں کہ تناسخ کا خیال بھی انکے دل میں آسکے۔ مگر جب باوا صاحب کا یہ مذہب ہے کہ ہر ایک رُوح اور ہر ایک جسم مخلوق ہے تو اس صورت میں گویا انھوں نے مان لیا۔ کہ کمی بیشی اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اور پھر یہ بھی ایک ضروری امر ہے کہ تناسخ کے ماننے والے اپنے آپ کو موحد نہیں کہلا سکتے۔ کیونکہ ان کے تناسخ کا مسئلہ تبھی چلتا ہے کہ جب وہ ذرہ ذرہ کو قدیم اور غیر مخلوق اور انادی اور اپنے وجود کا آپ ہی خدا قرار دے دیں +

پھر کیا ہم ایسا مذہب اس شخص کی طرف منسوب کر سکتے ہیں جو توحید کے دریا میں بڑے زور سے تیر رہا ہو اور کسی چیز کا وجود بجز وسیلہ قدرت کے خود بخود نہیں سمجھتا۔ کیا وہ بزرگ جس نے برملا گرنتھ میں اس بات کی شہادت دی ہے کہ "جیا جنت سب شرن تمہاری" یعنی تمام ارواح اللہ تعالےٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور جس بزرگ کے چولے پر یہ لکھا ہوا ہو۔ کہ خدا تعالیٰ تمام ارواح اور تمام موجودات کا خالق ہے اسکے لئے ہم ایک سیکنڈ کے لئے گمان نہیں کر سکتے کہ نعوذ باللہ وہ اس عقیدہ کو پسند کرتا تھا جو خدا کی معرفت سے دُور پھینک دیتا ہے۔ دوم یہ کہ آواگون کے لئے یہ شرط ہے کہ کسی کو کبھی جاودانی مکتی نہ ہو اور ہمیشہ خواہ نخواہ مقدس لوگ بھی جونوں کے چکر میں ڈالے جائیں۔ یہ اعتقاد باوا صاحب کا ہرگز نہیں

* تصویر چولہ اسی کتاب میں دوسری جگہ ملاحظہ ہو +

بلکہ وہ تو جاودانی مکتی کے قائل ہیں۔ ان کا اعتقاد ایسا نہیں کہ پرمیشور ایک شخص کو قرب کی عزت دیکر اور اسی پر اس کی وفات کر کے پھر اس کو ذلیل کرے پھر یہ کہ باوا صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ وہ دیالو اور کرپالو یعنی رحیم اور کریم ہے اور توبہ قبول کرنے والا۔ اور گناہ بخشنے والا پروردگار ہے۔ اور یہ سب باتیں آواگون کے طریقے کے برخلاف ہیں +

بارھواں عقیدہ

سکھ صاحبان کے پانچ ککے

موجودہ سکھ دھرم اس وقت پانچ "ککوں" پر اپنے مذہب کا مدار سمجھتا ہے۔ یعنی۔ کیش (بال) کنگھا (کنگھی) کڑا (لوہے کا کنگن) کرد (چھری) کچھ (گھٹنوں تک پاجامہ) آجکل وہی پنجتہ اور عقیدت کیش سکھ شمار کیا جاتا ہے جس کے پاس یہ پانچ ککے ہر وقت موجود رہیں۔ ورنہ بدوں اس کے کوئی شخص اپنے آپ کو سکھ نہیں کہہ سکتا۔ اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ سکھ مذہب کے گرنتھ ان مذکورہ بالا پانچ ککوں یا عقائد کا کہاں تک ساتھ دیتے ہیں۔ ہم ایک ایک عقیدہ بالترتیب لیتے ہیں۔ اور اس پر سکھ مذہب کی مذہبی کتب کا فتویٰ تلاش کرتے ہیں اگر سکھ صاحبان کے گرنتھ ان پانچ ککوں کی تائید میں ہیں تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ اگر نہیں تو سکھ صاحبان کو اس پر ضرور غور کرنا چاہیئے کہ وہ امور جن کا سکھ لٹریچر میں کوئی ذکر اور تائید نہیں ہے۔ اس پر اپنے مذہب کا مدار رکھنا ضرور ایک قابل غور بات ہے بہرحال ہم ایک ایک عقیدہ لیتے ہیں اور اس پر سکھ مذہب کی کتب سے جواز یا عدم جواز کے متعلق فتوے تلاش کرتے ہیں +

۱۔ کیس

اب ہم دیکھتے ہیں کہ سکھوں کے عقیدہ کیس یعنی جسم پر بالوں وغیرہ کے رکھنے کے متعلق سکھ صاحبان کی مستند کتب کیا فتویٰ دیتی ہیں۔ جہانتک ہم نے غور کیا ہے سکھ صاحبان کی کتب میں بالوں کے رکھنے کی کہیں ہدایت نہیں پائی جاتی۔ بلکہ اس کے خلاف اکثر شلوک ملتے ہیں جیسا کہ آدگرنتھ صاحب شلوک کبیر نمبر ۲۵

کبیر پریت ایک سوں کئے آن دیدھا جاء
بھانویں لانبے کیس کر بھانویں گھڑ مُنڈاء

مطلب۔ خواہ سر پر لانبے کیس رکھو یا نہ رکھو۔ قرب الٰہی سے اس کو کوئی تعلق نہیں ٭

آدگرنتھ صاحب راگ رام کلی کی وار محلہ پہلا شبد ۱۲ شلوک ۱۔

نہ ست مونڈ منڈائی کیسی نہ ست پڑھیاں دیس بھیے

مطلب۔ نہ سر کے منڈانے اور نہ سر پر بالوں کے رکھنے سے وصال باری ہوتا ہے۔ قرب الٰہی کو اس سے کوئی تعلق نہیں ٭

(ٹیکا فرید کوٹ جلد ۳ صفحہ ۹۴۰)

۲۔ آدگرنتھ صاحب راگ ملھار کی وار محلہ ۳ شبد ۱۶ پوڑی ۳۔

اک جینی اوجھڑ پائے دھروں کھوایا
ہتھیں سر کھوہائی نہ بھدّ کرایا
کچل رہے دن رات شبد نہ بھایا
من جوٹھے بے جات جھوٹھا کھایا

اس جگہ جینی سادھوؤں کے سر پر لمبے لمبے بالوں کے رکھنے کو بُرا کہا گیا ہے۔ اب اس سے سمجھ لو کہ جب گورو صاحب دوسروں کے سروں پر لمبے لمبے بالوں کے رکھنے کو بُرا سمجھتے تھے تو خود ان کا طرز عمل کیا ہوگا ٭

دسم گرنتھ صاحب اکال استت کبتا انک ۲۵۲۔

تیرتھ کوٹ کئے اسنان دیئے بہو دان مہابرت دھائے
دیس پھریو کر بھیس بنو دھن کیس دھرے نہ ملیں ہری ہیارے

مطلب کروڑوں تیرتھوں پر پھرنے سے وہاں غسل کرنے سے دیس بدیس کی سیر کرنے سے تپسوی لوگوں کا بھیس بھرنے سے اور جسم پر بال رکھنے اور بڑھانے سے قرب الٰہی حاصل نہیں ہوتا ہے۔ بعض چالاک لوگ "کیس دھرے" کے الفاظ کو بگاڑ کر کے سدھرے کرتے ہیں۔ اور سدھرے کا من مانا ترجمہ لالچی کر لیتے ہیں اور ان کے اس من مانے ترجمہ کی کوئی ڈکشنری۔ لغت وغیرہ ساتھ نہیں دیتی۔ مگر عالم فاضل سکھ کیس دھرے کا ترجمہ بال ہی کرتے ہیں جیسا کہ بھائی کاہن سنگھ صاحب فاضل سکھ مذہب اپنی مشہور کتاب گورمت سدھاکر کے صفحہ ۲۱ پر کیس دھرے کا ترجمہ بال رکھنے ہی کرتے ہیں۔

پھر دسم گرنتھ صاحب بچتر ناٹک کرشنا دتار انک ۱۴۶۳۔

کیس بڈے سر بیس بُرے اُر دیہہ بیں روم بڈے جن کے
مکھ سوں نر ہاڈن چابت ہے پُن دانت سوں دانت بیکے تنکے
سر سروت کی اکھیاں جن کی سنگ کون بھرے بل کے اِنکے
سر چاپ چڑھائے کے رین پھرے سب کام کرے نت پاپن کے

اب خیال کرو کہ ان مذکورہ اقوال میں صاف صاف بال بڑھانے کو برا سمجھا گیا ہے اور ایسے رنگ میں بُرا کہا گیا ہے کہ ہم نے عمداً اس کا ترجمہ بھی چھوڑ دیا ہے مبادا کسی کو ناگوار گذرے۔ ہمارے سکھ دوستوں کو اس پر ضرور غور کرنا چاہیئے۔

بھائی گوردآس کی وار ۳۶ پوڑی ۱۴۔

بال بدھائے پاپیئے بڑھ جٹا پلاسی

مطلب۔ سر کے بالوں کے بڑھانے پر اگر قرب الٰہی منحصر ہے تو سب سے پہلے

بڑ کے درخت کو قرب حاصل ہوگا۔

گورو گوبند سنگھ جی کے عہد میں بہت سے سکھوں نے ایک عریضہ جو دس سوالات پر مشتمل تھا شری گورو صاحب کے حضور پیش کیا۔ اس کا جواب شری گورو گوبند سنگھ صاحب نے جو دیا اسکی نقل گورو جی کے حضوری شہید منی سنگھ جی نے بھگت رتناولی میں دی ہے۔ اُس واجب العرض کا ساتواں سوال معہ اس جواب کے یہ تھا۔

سوال ۷۔ آگے راج دربار میں جانے والے قینچی سے کٹا کے داڑھی کے بال برابر رکھتے تھے۔ اب جو حکم ہووے سو کریں۔

جواب۔ سیح دھاری برابر کرا لیوں ؛

تواریخ گورو خالصہ حصہ اوّل صفحہ ۱۱۶۰۔

"بھائی رام کور جی کو گورو گوبند سنگھ جی مہاراج نے خوشی ہو کے باہوں پھڑ ہاتھی پر بٹھا لیتا اتنے بہت سنتکار کیتا۔ اک سکھ نے بینتی کیتی سچے بادشاہ بابے بڈھے جی آپ کے سچے سکھ ہن۔ آپ اینہاں نوں کچھ۔ کرپان کیس رکھن دا اپدیش کیوں نہیں کر دے۔ بھائی دیا سنگھ بولیا۔ بھائی۔

اینہاں دے اندر کیس ہن تہاڈے باہر نوں بدھے ہن

گورو جی نے فرمایا سادے پچھوں اینہاں نے بہت سنگھ بنائے ہن

یعنی بھائی رام کور کو گورو گوبند سنگھ جی نے خوش ہو بازو سے پکڑ ہاتھی پر بٹھلا لیا اور بہت احترام کیا۔ ایک سکھ نے عرض کی کہ حضور ان کو (رام کور) کچھ کرپان۔ کیس (بال) رکھنے کا حکم کیوں نہیں کرتے۔ بھائی دیا سنگھ نے جواب دیا کہ ان کے بال اندر ہیں اور تمہارے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ اور نیز گورو گورو گوبند سنگھ صاحب نے کہا کہ ہمارے پیچھے انھوں نے بہت سے سنگھ بنائے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ بھائی رام کور جی جنکو گورو گوبند سنگھ صاحب اپنے ہا

اپنا قائمقام سمجھتے تھے۔ کیس (بال) نہیں رکھتے تھے۔

جو سر وغیرہ پر بالوں کے رکھنے متعلق ہدایت ہے وہ صاف ظاہر ہے۔ اب رہا کنگھے کا معاملہ۔ سو صاف ظاہر ہے کہ جب بالوں کے رکھنے کی بھی کوئی صاف ہدایت سکھ گرنتھوں میں نہیں پائی جاتی۔ تو کنگھا جو محض بالوں کے صاف کرنے کے لئے ہے اس کی ضرورت نہیں رہتی۔ اب سکھوں کا تیسرا اصول

۳۔ کڑا

جو لوہے کا کنگن ہوتا ہے اور سکھ صاحبان اسے کڑا کہتے ہیں اور پہنتے ہیں ہم نے بہت غور کیا ہے۔ مگر سکھ صاحبان کی مذہبی کتابوں میں اسکے پہننے کا کوئی حکم اور عقیدہ وغیرہ نہیں ملتا۔ بلکہ اسکے خلاف سکھ لٹریچر میں بہت سے اقوال پائے جاتے ہیں جیسا کہ دیکھئے گورو صاحب آدگرنتھ صاحب راگ کانڑا اشٹ پدیاں محلہ ۴ گھر پہلا شبد پہلا پد ۵ میں فرماتے ہیں۔

کنک کنک پہرے بہہ کنگنا کا پربھ انت بناوے گو
نام بنا سب پھیک پھیکا نے جنم مرے پھر آوے گو

مطلب۔ خواہ کوئی شخص عمدہ سے عمدہ کپڑے پہنے۔ عمدہ سے عمدہ نعمتیں حاصل کرے۔ خواہ کوئی عمدہ سے عمدہ کنگن وغیرہ پہنے۔ اور دنیا میں جس قدر انواع و اقسام کی عمدہ عمدہ لذات محسوسات ہیں انکو حاصل کرے۔ مگر جب تک خدا کی بندگی اور عبادت الٰہی نصیب نہیں۔ یہ چیزیں محض بے فائدہ اور لغو ہیں مفصل ملاحظہ ہو ٹیکا فرید کوٹ جلد ۳ صفحہ ۷۷۷۔

اب غور کیجئے کہ اس جگہ گورو صاحب نے کنگن کو کوئی نجات کا ذریعہ نہیں بتایا۔ بلکہ صاف طور پر اس کے برخلاف کہا ہے۔

۴۔ کرد

یہ خالصہ صاحبان کا چوتھا عقیدہ ہے۔ آؤ اب ہم نہایت ٹھنڈے دل سے سکھ صاحبان کے اس چوتھے عقیدہ پر بھی غور کریں کہ اس عقیدے کے متعلق

سکھ صاحبان کے گرنتھ کہاں تک حامی اور مددگار ہیں۔ اس خیال کو لے کر جب ہم سکھ صاحبان کی کتب پر غور کرتے ہیں تو ہم صاف طور پر اس کے خلاف لکھا پاتے ہیں۔ جیسا کہ آدگرنتھ صاحب راگ مارو محلہ پہلا سوہلے شبد ۳

گیان کھڑگ لے من سیون بُوجھے منسا منہ سمائی ہے

آدگرنتھ صاحب راگ گوڑی پوربی محلہ ۴ شبد ۲ شلوک ۷۔

گور گیان کھڑگ ہتھ دھارپا جم مارا ڑا جم کا ل

نانک بلاس صفحہ ۳۱۵ مصنفہ بھائی سنت سنگھ جی۔

گورو نانک دیو جی کو رکشیتر کے پنڈتوں سے فرماتے ہیں کہ

بولے گورو ہتھیار ہیں پاس میرے تیز جنہاندی بڑی ہے دھار پنڈتو

ست سنگدے پریم دا دھنک بھاری نے کرتار دا نام تلوار پنڈتو

شم دم آدک ہیں تیر بھاری مرگ من نوں دیوے مار پنڈتو

برہم اگن میں ہنگتا نوں ہوم کرنا ایسا کھتری ہیں لڑن ہار پنڈتو

دیکھئے اِن مذکورہ بالا شلوکوں اور اقوال میں صاف صاف کرد وغیرہ اوزاروں کا ردّ کیا گیا ہے۔ غرضکہ گرنتھ اور جنم ساکھی وغیرہ میں ہمیں ایک بھی شلوک اور ایسا قول نہیں ملتا جس میں سکھوں کے اس چوتھے اصول "کرد" کی تائید ہوتی ہو۔ اب ہم نہایت ٹھنڈے دل سے سکھوں کے پانچویں اصول۔

۵۔ کچھ

کے متعلق سکھ صاحبان کی مذہبی کتب کی اوراق گردانی کرتے ہیں مگر سکھ صاحبان کے اِس پانچویں اصول کے متعلق بھی ہمیں گرنتھ اور جنم ساکھی وغیرہ کتب میں کوئی ایسا حوالہ نہیں ملتا جو ہمارے سکھ دوستوں کی تائید میں ہو بلکہ جا بجا تردید پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ آدگرنتھ صاحب راگ کانڑا محلہ ۵ گھر ۲ شبد ۵۔

انک سوانگ کاچھے بھیکھ دھاری

اس شلوک میں گورو صاحب نے کچھ پہننے والوں کو "بھیک دھاری" لکھا ہے۔ کچھ پہننا دھرم نہیں بتلایا۔ غرض ہم نے بالکل بے تعصب ہو کر اور ٹھنڈے دل سے سکھ صاحبان کی مذہبی کتب کی اوراق گردانی کی۔ مگر ہمیں اس میں ایک بھی ایسا شلوک نہیں ملا جو سکھ صاحبان کے موجودہ پانچ ککوں یعنی کیس۔ کنگھا۔ کڑا۔ کرد۔ کچھ۔ کی تائید کرتا ہو۔ جن پر آج کل سکھ مذہب کا مدار سمجھا جاتا ہے ؛

حضرت باوا نانک صاحب اور اسلام

حضرات! ہم نے نہایت محققانہ رنگ میں اس امر کو واضح اور بین کر دیا ہے کہ حضرت باوا نانک صاحب ہندوؤں کے کل مسلمہ مذہبی عقائد سے بیزار تھے۔ ہندوؤں کا ایک ایک عقیدہ لے کر اس پر گرنتھ اور جنم ساکھی سے باوا نانک صاحب کے متعدد شلوک پیش کئے جن میں باوا صاحب نے ہندوؤں کے کل عقائد کی بوضاحت تردید کی ہے۔ اب صاف ظاہر ہے کہ ایک آدمی ہندوؤں کے مسلمہ عقائد کی تردید کرتا ہوا ہرگز ہرگز ہندو نہیں ہو سکتا اور یہی وجہ ہے کہ اب سکھوں کا بیشتر حصہ بھی باوا صاحب کو ہندو تسلیم نہیں کرتا اس کے بعد ہم نے اسی طرح نہایت محققانہ رنگ میں سکھ مذہب کے موجودہ اصولوں مثلاً کیش۔ کنگھا۔ کچھ۔ کرپان۔ کڑا۔ وغیرہ کے متعلق بھی حضرت باوا نانک صاحب کا فتوی گرنتھ اور جنم ساکھی وغیرہ سے تلاش کیا۔ اور ہمیں گرنتھ وغیرہ سے کوئی ایک شلوک بھی ایسا نہیں ملا جو سکھ صاحبان کے موجودہ اصولوں کی تائید میں ہو۔ بلکہ اس کے خلاف پایا گیا۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ حضرت باوا نانک صاحب کو شری گورو نانک سنگھ نہیں کہا گیا ؛

اب ہم تیسرے امر کی طرف آتے ہیں۔ کہ اسلام کے مسلمہ عقائد کے متعلق

حضرت باوا نانک صاحب کی کیا رائے تھی۔ اور اس پر بھی ہم کمال محققانہ رنگ میں بحث کریں گے۔ اسلام کے موٹے موٹے اصول یہ ہیں۔ **توحید۔ کلمہ طیبہ نماز۔ روزہ۔** آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پہ **ایمان۔ حج کعبہ۔ قیامت ملائکہ۔ قرآن مجید** پر ایمان لانا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اب ہم آیندہ اوراق میں انشاء اللہ تعالیٰ انھیں امور پر بحث کرینگے کہ اسلام کے ان مسلمہ عقائد کے متعلق حضرت باوا صاحب کا کیا فتویٰ ہے۔ توحید کے متعلق تو صاف ظاہر ہے کہ ہمارے سکھ دوست توحید کے قائل ہیں۔ حضرت باوا صاحب کے یہ اقوال اونکا رست نام۔ کرتار پورکھ۔ نرہو۔ نرد پر۔ اکال مورت۔ اجونی سے بھنگ۔

مطلب۔ وہ ایک ہے۔ حق ہے۔ خالق ہے۔ اس کو کسی کا خوف نہیں۔ اس کو کسی سے دشمنی نہیں۔ اس پر فنا نہیں آتی۔ وہ پیدا نہیں ہوتا۔ وغیرہ وغیرہ۔

پھر باوا صاحب فرماتے ہیں۔

دوسرا کاہے سمریئے جنمے تے مرجا
اکو سمرو نانکا۔ جو جل تھل رہیا سما

خدا کے علاوہ کسی اور کی پوجا نہیں کرنی چاہیئے جو پیدا ہوتا اور مرتا ہے۔ ہاں ایک خدا کی پوجا کرو جو عالم الغیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ اور جس کو کبھی موت نہیں آتی۔ غرضکہ توحید کا مسئلہ تو ہمارے اور سکھ صاحبان کے درمیان ایک مشترکہ مسئلہ ہے۔ اس لئے اس پر تو بحث کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہاں دوسرے اسلامی عقائد ضرور بحث طلب ہیں سو ہم انشاء اللہ تعالیٰ کمال محققانہ طریق سے اپنے آیندہ اوراق میں کلمہ طیبہ۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ قیامت۔ قرآن مجید وغیرہ اصولوں پر بحث کریں گے۔ اور ان امور پر وضاحت اور صراحت سے روشنی ڈالیں گے۔ کہ حضرت باوا نانک صاحب اسلام کے ان اصولوں پر بدل و جان گرویدہ اور والا و شیدا تھے۔ کلمہ طیبہ کو وہ اپنے ایمان کی روح

سمجھتے تھے اور ان کا ایمان تھا کہ جس نے ایک دفعہ سچے دل سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہا۔ دوزخ کی آگ اس پر حرام ہوگئی نماز کے متعلق اُن کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ تارک نماز خدا کی رحمت سے دُور اور سخت وعید کے نیچے ہے۔ روزہ کو طہارت اور پاکیزگی کا ذریعہ اور خدا کی رحمت کا جاذب سمجھتے تھے۔ قرآن مجید کے متعلق آپ کا یہ خیال تھا۔ کہ اس قبیح اعوج کے زمانہ میں صرف قرآن مجید ہی نجات کا ذریعہ ہے۔ توراۃ۔ زبور انجیل اور وید کام نہیں آسکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ خاتم النبیین سمجھتے تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ ہندوؤں کے جس قدر بڑے بڑے اکابر دیوتا ہیں مثلاً برہما۔ وشن۔ مہیش وغیرہ۔ جس قدر یہ سب علیحدہ علیحدہ خوبیاں رکھتے تھے وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات میں ایک جگہ جمع ہیں۔

حُسنِ یُوسف دمِ عیسٰی ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

انشاء اللہ تعالیٰ ہم ان سب امور کو گرنتھ اور جنم ساکھی وغیرہ کے معتبر حوالجات سے ظاہر کریں گے۔ حضرت باوا صاحب کے ان شلوکوں اور اقوال کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوجائے گا کہ درحقیقت باوا صاحب ان خدا کے پیاروں میں سے تھے جن کے سینہ کو خدا اپنے رحمت کے ہاتھ سے دنیوی ملونیوں اور آلایشوں سے بالکل پاک اور صاف کر کے معرفت کے نور سے منور کر دیتا ہے۔ باوا صاحب اسلام کو دو تو جہانوں میں خدا تک پہنچنے کا ایک ہی ذریعہ سمجھتے تھے۔ جیسا کہ شری گرنتھ صاحب شلوک محلہ ۱ میں درج ہے۔

ہوئے مسلم دین مہانے مرن جیون کا بھرم چکانے

یعنی اے دل تُو مسلمان ہوجا۔ تاکہ تُو نجات حاصل کرسکے۔

پھر اور دیکھو شری گرنتھ صاحب شلوک محلہ ۱ صفحہ ۷۲۰

مسلمان صفت شریعت پڑھ پڑھ کریں بچار

مطلب یہ کہ مسلمان قابل تعریف ہیں جو شریعت پر چلتے ہیں + پھر شری گرنتھ صاحب میں درج ہے۔

مسلمان موم دل ہوئے انتر کی مل دل تے دھوئے

یعنی مسلمان نرم دل ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے گناہوں کی میل کو دل سے دُور کرتا رہتا ہے۔ اور حضرت باوا صاحب کے دل میں یہ تڑپ تھی کہ تمام دنیا اسلام کے نور سے منور ہو کر خدا کی رحمت اور برکت میں آجائے۔ ان کے دل میں یہ ایک زبردست خواہش تھی۔ اس کے لئے انھوں نے دن اور رات ایک کر دیا تھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے آیندہ اوراق اس پر کافی اور وافی روشنی ڈالیں گے۔ خدا اس میری محنت کو قبول فرمائے اور میری یہ کتاب بہتوں کیلئے ہدایت کا موجب ہو۔ آمین

کلمہ طیّبہ اور باوا نانک صاحب

کلمہ شریف مسلمانوں میں ایمان کی رُوح مانا گیا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت باوا صاحب کلمہ طیبہ کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ جنم ساکھی کلاں یعنی بھائی بالا والی جنم ساکھی کے صفحہ ۲۲۰ پر حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔

کلمہ اک یاد کر اور نہ بھا کہو بات
نفس ہوائی رکن دین تس سے ہوئیں مات

باوا صاحب فرماتے ہیں کہ راہ ہدیٰ اور نجات ابدی کے حاصل کرنے کے لئے ایک کلمہ طیبہ کا ہی بار بار ورد کرو۔ کیونکہ نفسانی خواہشات اس کلمہ سے ہی دُور ہو سکتی ہیں۔ غور کرو کہ حضرت باوا صاحب کلمہ طیبہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ ممکن ہے کسی دوست کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو کہ اس کلمہ سے مراد

کلمہ طیبہ یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نہیں بلکہ کوئی اور کلمہ مُراد ہے سو اس کے متعلق اسی کتاب جنم ساکھی کلاں کے صفحہ ۱۴۱ میں آپ فرماتے ہیں کہ اس کلمہ سے مُراد یہ کلمہ ہے۔

پاک پڑھیو کلمہ ہکسدا محمدؐ نال ملائے
ہو یا معشوق خدائیدا ہو یا تل الیہ

مطلب خداوند تعالےٰ کا کلمہ طیبہ پڑھو۔ وہ کونسا کلمہ جس کے ساتھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم فداہ روحی) کا اسم مبارک آتا ہے یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا نہایت ہی پیارا تھا جس نے اپنا سب کچھ ہی خدا کی راہ میں قربان کر دیا تھا۔ ہاں سچ ہے ؎

محمدؐ سے صفت پوچھو خدا کی
خدا سے پوچھ لو شانِ محمدؐ

پھر آگے چلکر حضرت باوا صاحب جنم ساکھی کلاں جو سب سے پُرانی جنم ساکھی ہے جسے بھائی بالا کی جنم ساکھی بھی کہتے ہیں کے صفحہ ۱۴۳ سطر ۱ پر فرماتے ہیں۔

نانک آکھے رکن دین سچے سنو جواب
صاحب دا فرمایا لکھیا وچ کتاب
دنیا دوزخ اوہ چڑھے جو کہے نہ کلمہ پاک
مکروہ تریہے روچڑے بنج نماز طلاق
لقمہ کھائے حرام دا سر تے چڑھے عذاب
جو راہ شیطان گم تھئے سے کیونکر کرن نماز
آتش دوزخ ہا دیہ پایا تنہاں نصیب
بہشت حلالی کھاوناں کیتا تنہاں پلید
مسلمان مسلمی جو جسے وچ مرن
قایم ہوئے قیامتی پھر نہ جنم دھرن

نانک آکھے رُکن دین کلمہ سچ پچھان
اک رُوح ایمان دی جو ثابت رکھے ایمان

مطلب۔ حضرت باوا صاحب لوگوں کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں۔ اے لوگو نانک یہ کہتا ہے۔ صرف نانک ہی یہ نہیں کہتا۔ بلکہ احکم الحاکمین قادر مطلق بھی اپنی کتاب (قرآن کریم) میں یہ فرماتا ہے کہ وہی لوگ دوزخی ہونگے جو تیس ۳۰ روزے اور پانچ وقت کی نماز اور کلمہ طیبہ سے روگردانی اختیار کریں گے ایسے لوگوں کا کھانا پینا۔ چلنا پھرنا سب ناپاک ہے۔ جن لوگوں نے صراط مستقیم کو چھوڑ کر فیج اعوج کی طرف قدم اُٹھایا۔ ان کے نصیب میں کلمہ طیبہ۔ نماز اور روزہ کہاں۔ ان لوگوں نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو اس حالت میں پہنچایا۔ ہاں جو لوگ کلمہ طیبہ کو اختیار کرتے۔ تیس روزے رکھتے۔ پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہیں وہی لوگ بہشت کے وارث ہیں۔ جس میں طیب رزق دیا جاتا ہے۔ اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ یعنی کلمہ طیبہ۔ نماز۔ روزہ سے مُنہ پھیرا۔ گویا انھوں نے بہشت اور طیب رزق اپنے پر حرام کرلیا۔ جو لوگ مسلمان ہوکر مرینگے۔ قیامت کے روز جب حساب کتاب کا دن ہوگا۔ وہ دوزخ میں نہیں جائیں گے بلکہ ان کے لئے بہشت بریں کے دروازے کھُل جائیں گے اور بہشت کے حاصل کرنے کی چابی کلمہ طیبہ ہے جو ایمان کی رُوح اور ثبوت ایمان کی شاہد ہے"۔

دوستو! کیا ایسے زبردست اثبات کی موجودگی میں بھی ہم حضرت باوا صاحب کے اسلام سے انکار کرسکتے ہیں۔ پیارو کوئی صداقت کو کس طرح دبا سکتا ہے۔ اللہ اللہ یہ کیسا زبردست معجزہ ہے کہ یہ کل باتیں شری گرنتھ اور جنم ساکھی میں موجود ہیں۔ جو سکھوں کے قبضہ میں ہیں۔ بیشک قدرت ربی کا یہ ایک زبردست ہاتھ ہے۔

دوستو! خیال کرو اس جگہ باوا صاحب نے کیسی صراحت اور تائید

سے ساتھ کلمہ طیبہ کے فوائد۔ نماز۔ روزہ کی پابندی کے نتیجہ کو آشکارا کیا ہے۔ اور پھر اس کی عدولی اور انکار کا جو نتیجہ ظاہر فرماتے ہیں۔ ان دونو پر نظر دوڑاؤ۔ تو حضرت باوا صاحب کا مذہب خود بخود ظاہر ہو جائے گا۔ اللہ اللہ اس خدا کے پیارے کا سینہ کیسا صاف اور دل کیسا پاکیزہ تھا۔ جو اپنے رشتہ داروں۔ دوستوں۔ اور اپنے ہم مذہب لوگوں کی پروا نہ کرتا ہوا مخلوق کی بہتری اور بہبودی کے لئے برملا کلمہ طیبہ کے فوائد۔ نماز۔ روزہ حج۔ زکوٰۃ کے فوائد لوگوں پر آشکارا کرتا ہے۔ یہ شخص کیسا دلیر کیسا بہادر کیسا مخلوق کا خیر خواہ تھا۔ پیارو میری یہ دل و جان سے دُعا اور دلی خواہش ہے کہ مولیٰ کریم ہم سب کو گورو نانک دیوجی مہاراج کے فرمان پر چلنے کی توفیق عطا فرماوے۔ بزرگوں کی باتیں حقیقت اور صداقت سے لبریز ہوتی ہیں۔ اور ان پر عمل کرنے سے دین و دُنیا کے حسنات کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں بزرگوں کے کلمات طیبات پر چلنے کی توفیق عطا فرماوے ؛

پھر کلمہ طیبہ کے متعلق حضرت باوا صاحب جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۷۲ پر فرماتے ہیں:۔

کلمہ اک پکارہا دوجا ناہیں کوئی

پھر جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۷۲

جو کہن ناپاک ہے دُوزخ جاون سوئی

باوا صاحب فرماتے ہیں کہ میرے لئے تو ایک کلمہ ہی بس ہے اس کے علاوہ اور کوئی قول مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ اور وہ لوگ جو اس کے برخلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔ ان کا حشر دردناک ہوگا ؛

نماز و روزہ۔ اور باوا نانک صاحب

اسلام میں نماز روزہ کی پابندی ضروری اور اشد ضروری ہے بلکہ سچ پوچھو تو مسلمان اور کافر میں یہی مابہ الامتیاز ہے کہ مسلمان نماز پڑھے گا اور غیر مسلم نماز سے انکار کرے گا۔ روزوں کی پابندی بھی اسلام میں اشد ضروری ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت باوا نانک صاحب نماز روزوں کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ کیا ایک غیر مسلم کی طرح اس کی تردید کرتے ہیں؟ یا ایک راسخ الاعتقاد مومن کی طرح اس کی تلقین کرتے ہیں۔ یہ ایک کسوٹی ہے جو اس امر کا فیصلہ کر دیگی۔ کہ حضرت باوا صاحب کس مذہب کے پیرو تھے آپ سری راگ محلہ پہلا میں فرماتے ہیں:۔

عیب تن چکڑ دیہہ من مینڈک کو کمل کی سار نہیں مول پائی
بھنورا استاد نت بھاکھیا بولے کیوں بوجھے جان نہ بوجھائی
آکھن سننا پون کی بانی ایہہ من رتا ماہا
خصم کی نذریں دلیں پسندی جنیں اک کردھا
تیہہ کر رکھے بیچ کر ساتھی ناؤں شیطان منت کٹ جائی
نانک آکھے راہ پر چلنا مال تن کس کو سنجھائی

مطلب۔ تیرے بدن میں کیچڑ کیا ہے تیرے ہی عیب۔ اور اس میں مینڈک کیا ہے تیرا ہی دل۔ اس عیبوں کے کیچڑ میں لت پت ہونے والے مینڈک کے سر پر کنول کا پھول کھل رہا ہے۔ بھنورا ہر وقت اس پھول پر بیٹھ کر اپنی پیاری پیاری آواز سے بلاتا ہے کہ اے کیچڑ میں لت پت ہونے والے مینڈک ذرا اس کیچڑ کو چھوڑ کر اوپر تو آ اور دیکھ تیرے سر پر کیسا خوشنما کنول پھول کھل رہا ہے مگر سچ ہے کہ اس کنول پھول کی خوشبو سے وہی لوگ مستفیض

ہوتے ہیں جنھیں اللہ تعالےٰ آپ سمجھائے۔ اور اللہ تعالےٰ انھیں کو سمجھاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں اور جو اُس خداوند قدوس کی آواز کو اس کان سے سُنکر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں یقین سمجھیں کہ اللہ تعالےٰ کا ایسے لوگوں سے کچھ بھی تعلق نہیں رہتا مبارک ہیں وہ جو خدا کے مقبول ہیں اور خدا کے مقبول بندوں کی یہ نشانی ہے کہ وہ ایک خدا کی پُوجا کرتے ہیں تیس روزے رکھتے ہیں۔ اور پانچوں وقت کی نمازیں پڑھتے ہیں اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں خداوند تعالیٰ انھیں شیطانی شر سے محفوظ رکھتا ہے اب اس سے اندازہ لگالو کہ ایسا عقیدہ رکھنے والا ہندو ہو سکتا ہے یا مُسلمان۔ ہم خود کچھ نہیں کہتے۔ اسی پر اکتفا نہیں ہے آگے چلکر حضرت باوا صاحب گرنتھ صاحب آدسری راگ محلہ پہلا میں فرماتے ہیں :۔

پنج وقت نماز گذاریں پڑھو کتیب قرآن
نانک آکھے گور سدیہی رہیو پینا کھان

مطلب۔ پانچوں وقت کی نمازیں پابندی سے پڑھو اور قرآن کریم کی تلاوت بھی باقاعدہ کرو۔ نانک کہتا ہے کہ ہر وقت قبر تجھے آواز دے رہی ہے اور تمہارا کھانا پینا اور نفسانی خواہشات یُونہی پڑے کے پڑے رہ جائینگی نہیں کہہ سکتے کہ کس وقت موت آجائے گی۔ اس لئے پانچوں وقت کی نمازوں کی پابندی اور قرآن کریم کی تلاوت سے کبھی روگردان نہیں ہونا چاہیئے۔ یہاں گور (قبر) کا لفظ بھی صاف ہے۔ باوا صاحب نے یہ نہیں کہا کہ نانک آکھے مڑھی سدیہی رہیو پینا کھانا۔ بلکہ اسکی بجائے یہ کہا کہ نانک آکھے "گور" سدیہی رہیو پینا کھانا۔ اب خود دیکھ لو کہ گور (قبر) میں کون لوگ جاتے ہیں وہ جو دفنائے جاتے یا جلائے جاتے ہیں۔ اور جو دفنائے جاتے ہیں وہ کون ہوتے ہیں ہندو یا مسلمان۔ اسی سے سمجھ لو کہ باوا صاحب کس عقیدے کے پابند تھے۔ اسی پر اکتفا نہیں ہے۔ آگے چلکر حضرت باوا صاحب تاریخ

گورو خالصہ مصنفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی کے صفحہ ۵۵ پر فرماتے ہیں:-

جمع کر نام دی پنج نماز گذار
باجھوں نام خدائیدے ہوسیں بہت خوار

اللہ تعالےٰ کے نام کی جمع کرو جے سیتا رام کہنے سے نہیں۔ بلکہ باقاعدہ پانچوں وقت کی نمازوں کی پابندی سے۔ کیونکہ بغیر اس کے ذلت اور خواری ہی ہے۔ اس جگہ دیکھ لو کہ باوا صاحب نماز کے لئے کس قدر ضروری ہدایت فرماتے ہیں۔ پھر آگے چلکر باوا صاحب بے نمازوں کے لئے سخت وعید بتلاتے ہیں۔ آپ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۲۰ پر لکھتے ہیں:-

لعنت بر سر تنہاں جو ترک نماز کریں
تھوڑا بہتا کٹھیا ہتھوں ہتھ گویں

مطلب۔ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے جو نماز کو ترک کرتے ہیں جو کچھ تھوڑا بہت کمایا۔ گویا اس کو بھی دست بدست ضائع کر رہے ہیں یہ باتیں نہایت ہی وضاحت اور صداقت و کمال صفائی کے ساتھ اس طرف رہنمائی کرتی ہیں کہ حضرت باوا صاحب دراصل کس عقیدہ کے قائل تھے۔ دوستو! اب یہ صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت باوا صاحب ہندو نہ تھے گرنتھ صاحب میں حضرت باوا صاحب کا قول بالکل صاف اور کھلا ہے اور اس امر سے کوئی بھی گرنتھ پڑھنے والا ایک طرفۃ العین کے لئے بھی انکار نہیں کر سکتا۔ گرنتھ صاحب سری راگ محلہ پہلا چھوٹا سائز صفحہ ۲۱ میں شری گورو صاحب فرماتے ہیں۔ وہی خدا کے مقبول ہیں جو ایک کی پوجا کرتے تیس روزے رکھتے اور پانچوں وقت کی نمازیں پڑھتے ہیں۔ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۴۳+

نانک آکھے رکن دین سچے سنو جواب
صاحب دا فرمایا لکھیا وچ کتاب

دنیا دوزخ اوہ پڑھے جو کہے نہ کلمہ پاک
مکروہ تریہے روجڑے پنج نماز طلاق
لقمہ کھائیے حرامدا سرتے پڑھیئے عذاب
جوراہ شیطان گم تھیئے سو کیونکر کریں نماز
آتش دوزخ ہاویہ پایا تنہاں نصیب
بہشت حلالی کھاوناں کیتا تنہاں پلید
نانک آکھے رکن دین کلمہ سچ پچھان
اِکو روح ایمان دی جو ثابت رکھے ایمان

حضرت باوا صاحب اس جگہ صاف فرماتے ہیں۔ اے رکن دین سچی سچی باتیں دل کھولکے سنو یہ میری باتیں نہیں ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا فرمان ہے اور قرآن مجید میں یہ لکھا ہوا ہے۔ بیشک وہ لوگ اس دنیا میں ہی دوزخ خرید لیتے ہیں جو کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہہ کر خدا کے پیاروں میں شامل نہیں ہوتے۔ اور روزوں سے منہ پھیر لیتے ہیں اور نمازوں کے تارک ہو جاتے ہیں۔ بیشک ایسے لوگوں کا کھانا اور پینا مکروہ ہے کیونکہ انھوں نے خدا کے عذاب کو خرید لیا ہے۔ بیشک جن لوگوں کو شیطان نے گمراہ کیا وہ نمازوں سے دور ہو گئے۔ ہاں انھوں نے اپنی قسمت کو دوزخ کی آگ کے حوالہ کر دیا۔ بیشک بہشت کی نعمتوں کو انھوں نے اپنے ہاتھوں اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اے رکن دین نانک یہ کہتا ہے کہ کلمہ کو حق جانو بیشک یہ ایمان کی روح ہے جس سے ایمان ثابت رہتا ہے ؛

غور کرو کہ اس جگہ حضرت باوا صاحب نے شیطان کا پیرو کن لوگوں کو ٹھیرایا ہے۔ پھر گرنتھ صاحب آدی کے صفحہ ۱۲۷۸ پر یہ لکھا ہے اور ہمارے سکھ دوست ضرور ان شلوکوں کو پڑھتے ہونگے۔ مگر خدا جانے ان شلوکوں پر کیوں

توجہ نہیں فرماتے۔ وہ شلوک یہ ہیں۔

فریدا بے نماز اکتیا ایہہ نہ بھلی ریت۔ کدی چل نہ آیا پنجے وقت مسیت
اُٹھ فریدا وضو ساوہ صبح نماز گذار۔ جو سر سائیں نہ نویں سو سر کپ اُتار
جو سر سائیں نہ نویں سو سر کیجے کائیں۔ کُتی ہیٹھ جلائیے بالن سندے تھائیں

گرنتھ صاحب آدا ایک ایسی کتاب ہے کہ جسپر ہمارے سکھ دوستوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اس کے ایک حرف سے روگردانی کرنے سے بھی انسان خدا کی رضامندی سے دُور ہو جاتا ہے۔ یہ شلوک صاف پنجابی زبان میں ہیں مگر تاہم میں اس کا سادہ سادہ اردو ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں "اے فرید۔ بے نمازی کتے کی طرح ہے۔ اور نماز کا تارک ہونا بہت بُرا ہے۔ نجس ہے وہ جو نماز کے لئے مسجد میں نہیں آتا۔ فریدا جلدی اُٹھ اور وضو کر۔ اور مسجد میں جا کر نماز پڑھ۔ کیونکہ جو سر نماز میں اپنے خالق و مالک کے سامنے نہیں گرتا وہ اُڑائے جانے کے قابل ہے۔ جو سر اپنے خدا کے حضور نماز میں نہیں گرتا وہ کس کام کا۔ ایسا مغرور سر تو اُتار کر ہانڈی کے نیچے جلائے جانے کے قابل ہے" اب ہم نہیں سمجھتے کہ ان کھلی کھلی اور صاف صاف اور واضح واضح ہدایات کے سامنے کس طرح انکار کی گنجایش ہو سکتی ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمارے دوستوں کو گرنتھ صاحب کے ان شلوکوں پر چلنے کی توفیق دے۔ تاکہ ہم اس سے روگردانی کرنے سے اس سزا کے مستحق نہ ٹھہریں جو روگردانی کرنے والوں کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ حضرت باوا نانک صاحب کے روم روم میں اسلام اس قدر سرایت کر چکا تھا۔ کہ سوائے تلاوت قرآن کریم۔ ۱۰ ایگی نماز وغیرہ کے آپ کو کوئی اور چیز نہ بھاتی تھی۔ چنانچہ آپ جنم ساکھی کلاں جو کھوں میں سب سے پُرانی اور قدیم جنم ساکھی کے نام سے مشہور ہے کے صـ۲۲۱ سطر ۲۹ پر فرماتے ہیں:۔

لعنت بر سر تنہاں جو ترک نماز کرین۔ تھوڑا بہنا کٹھیا ہتھوں ہنھ گوین

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ ان لوگوں پر لعنت ہے جو نمازوں کے تارک ہو گئے۔ جو تھوڑا بہت کمایا تھا گویا اسکو بھی دست بدست ضائع کر رہے ہیں۔ اللہ اللہ اس شخص کے دل میں خداوند تعالےٰ نے کس طرح اسلام کی تعلیم کو کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ اور نور ایمان سے آپ کا سینہ کیسا منور ہو چکا تھا۔ پیارو کیسی کھلی اور واضح و صاف باتیں ہیں ہمارے وہ دوست جو یہ فرماتے ہیں کہ باوا صاحب ہندو تھے۔ میں ان دوستوں کی خدمت میں کمال عزت و احترام سے یہ عرض کرتا ہوں کہ وہ ازراہ کرم شری گرنتھ یا جنم ساکھی سے یہ دکھلاویں کہ شری گورو نانک دیو جی مہاراج نے گائتری اور سندھیا وغیرہ کی نسبت یہ فرمایا ہو کہ جو لوگ سندھیا اور گائتری کے تارک ہیں وہ دوزخ کا ایندھن ہونگے۔ بلکہ سندھیا اور گائتری کے متعلق گرنتھ صاحب میں لکھا ہے:۔

متوا استر سندھیا کرے دی چار
نانک سندھیا کرے من کہی
جیو نہ ٹکے مرے جنمی وارو وار (وار بہاگڑا)

سندھیا ترپن کرے گائتری بن بوجھے دکھ پایا (سورٹھ)

مطلب۔ گرنتھ میں لکھا ہے کہ انسان بے فائدہ سندھیا وغیرہ کرتا ہے کیونکہ سندھیا کرنے سے تسلی اور اطمینان قلب نصیب نہیں ہوتا۔ ہاں تناسخ کے وہم میں پڑا بھٹک رہا ہے ایسی گائتری سے کیا فائدہ۔ جس میں سوائے دکھ اور تکلیف کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

نماز کے متعلق حضرت باوا صاحب کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیے:۔

لعنت بر سر تنہاں جو ترک نماز کریں

جنم ساکھی صـ ۲۲۱ سطر ۲۹ یعنی جو لوگ نماز کے تارک ہیں وہ لعنتی ہیں مگر

دوسری طرف گائتری کے متعلق باوا صاحب کا فتویٰ ملاحظہ کیجئے کہ "اس کے کرنے سے انسان دکھوں اور تکلیفوں میں پڑتا ہے" ایک چیز کے نہ کرنے سے دکھوں میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور دوسری کے کرنے سے مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے +

بتلائیے اب ہم باوا صاحب کو مسلمان کہیں ؟ یا ہندو ؟ آپ خود ہی فیصلہ کر لیجئے۔ عیاں راچہ بیاں۔ نہ صرف باوا صاحب دوسروں کو ہی اسلام کی تلقین فرماتے۔ بلکہ خود اسلام کے حرف حرف پر عامل اور عالم باعمل تھے چنانچہ جنم ساکھی کلاں جو سب سے پرانی جنم ساکھی ہے کے صفحہ ۲۰۳ سطر ۲۵ میں لکھا ہے:-

کن وچ انگلیاں پائیکے تب نانک دتی بانگ

یعنے "باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کانوں میں انگلیاں ڈال کر اذان دی" فرمائیے ہم کس کس حوالہ سے انکار کر سکتے ہیں۔ سکھ صاحبان آپ ہی انصاف سے جواب دیں کہ ان حوالہ جات کی موجودگی میں ہم حضرت باوا صاحب کو ہندو کہیں یا مسلمان ؟ میرے دوستو جن کتب کے حوالہ جات میں دے رہا ہوں وہ آپ ہی کے مطبع کے چھپے ہوئے اور مسلمات سے ہیں۔ پھر سکھوں کی اس معتبر کتاب یعنی واران بھائی گورداس جی کے صـ۱۴ سطر ۵ میں لکھا ہے:-

بابا گیا بغداد نوں باہر جا کیا استھاناں
اک بابا اکال روپ دوجا ربابی مرداناں
دتی بانگ نماز کر سن سماں ہویا جہاناں

واران بھائی گورداس جی جو سکھوں کی نہایت ہی معتبر کتاب ہے کے مصنف لکھتے ہیں۔ "بابا یعنے حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ بغداد گئے اور بغداد کے باہر اپنا ڈیرہ لگایا۔ ایک حضرت باوا نانک اور دوسرا ان کے ساتھ بھائی مردانہ تھا۔ وہاں جا کر نہایت ہی سریلی اور پیاری آواز کے ساتھ اذان

دی اور نماز پڑھی۔ اذان دینے اور نماز پڑھنے کی آواز ایسی رسیلی اور دلربا تھی کہ لوگ سُنکر حیران رہ گئے"۔

پیارو! اب اس سے بڑھ کر حضرت باوا صاحب کے اسلام کے لئے اور کونسی معتبر گواہی ہو سکتی ہے۔ گرنتھ جنم ساکھی تاریخ گورو خالصہ واں گوراں جی۔ غرضکہ جس قدر سکھوں کی مسلّمہ اور معتبر کتب ہیں۔ وہ کل کی کل حضرت باوا صاحب کے اسلام پر اپنی مواہیر ثبت کرتی ہیں۔ جہاں تک حقانیت کا تعلق ہے وہاں تک تو باوا صاحب کا اسلام اظہر من الشمس ہے۔ باقی رہا ضد اور ہٹ کا سوال۔ سو اس کا علاج تو کسی کے پاس بھی نہیں ہے + پھر جنم ساکھی کلاں صفحہ ۵۶۲ سطر ۴ میں لکھا ہے کہ "تاں سری گورو جی نے اونچی سُر نال بانگ دتی"۔ آپ خیال فرمائیے کہ اُونچی آواز سے اذان کہنا یہ کن لوگوں کا کام ہے۔ آپ ہرگز کہیں نہیں پاؤ گے کہ حضرت باوا صاحب نے اونچی اونچی آواز سے سندھیا یا گائتری کا پاٹ کیا ہو۔ اب خیال کیجئے جو شخص اونچی اور میٹھی آواز سے اذان دیتا ہے اور جس کی میٹھی میٹھی اور پیاری پیاری آواز سُنکر لوگ سُرور سے مست ہو جاتے ہیں۔ خدارا آپ خود ہی غور فرماویں کہ ہم ایسے شخص کو ہندو کہیں یا مسلمان۔ خدا ہم سب لوگوں کو حضرت باوا نانک کی طرح اونچی آواز سے اذان دینے کی توفیق دے۔ آمین +

پھر جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۶۷ میں یہ لکھا ہے کہ "باوا صاحب سید پور گاؤں میں نواب کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں گئے"۔ اب دیکھو کہ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں جانا یہ کن لوگوں کا کام ہے۔ مگر بعض لوگوں نے اس واقعہ کی اہمیت کو کم کرنے کے لئے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ پہلے تو باوا صاحب نماز پڑھنے نواب صاحب کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور قاضی امام بنا۔ پھر باوا صاحب نماز کی نیت توڑ کر الگ کھڑے ہو گئے تو قاضی اور نواب صاحب نے بعد میں دریافت کیا کہ آپ نے نیت نماز کیوں توڑی تو لکھا ہے کہ باوا صاحب نے یہ کہا کہ میں

نماز کس کے پیچھے پڑھنا۔ قاضی صاحب کا دھیان تو گھر میں تھا کہ جو گھوڑی نے بچہ دیا ہے وہ کہیں صحن کے کوئیں میں نہ گر پڑے۔ یہ قصہ صرف حضرت باوا صاحب کے نماز پڑھنے کے واقعہ کو چھپانے کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ مگر اس سے بھی ہمارے دوستوں کا مطلب سدھ نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان دوستوں کے کہنے کے مطابق بھی حضرت باوا صاحب کو نماز سے انکار نہ تھا۔ اگر انکار تھا تو ان لوگوں کے ساتھ جو نماز کے وقت عدم حضور تھے اور جن کا خیال خدا کی ذات میں نہ تھا +

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت باوا صاحب نماز کے دل و جان سے گرویدہ تھے اور چاہتے تھے کہ نماز میں سوائے خدا کی ذات کے اور کسی طرف خیال نہ ہونا چاہیئے۔ نماز میں حضوری قلب کا ہونا ضروری ہے اور حضرت باوا صاحب نے نماز کی تعریف میں بہت سے شلوک اور اقوال تحریر فرمائے ہیں۔ مثلاً تاریخ گورو خالصہ حصہ اول صفحہ ۵۵ پر باوا صاحب کا یہ شلوک درج ہے:۔

جمع کر نام دی پنج نماز گذار
باجھوں نام خدائیدے ہوسیں بہت خوار

یعنی خدا کے نام کا توشہ جمع کر۔ پانچوں وقت کی باقاعدہ نمازوں کی ادائیگی سے بدوں اس کے خواری ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ حضرت باوا صاحب کے دل میں نمازوں کی کیسی قدر و عظمت تھی +

جیسی روزہ کی پابندی اسلام میں پائی جاتی ہے دیگر ادیان میں وہ باقاعدگی ہم نہیں پاتے۔ اب ہم یہ دیکھنا ہے کہ سکھ دھرم اس کے متعلق کیا کہتا ہے۔ محلہ پہلا وار آسا۔

او نہیں دنیا توڑے بندن
ان پانی تھوڑا کھایا

مطلب۔ وہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی خدا کی جوار رحمت میں ہیں جو روزہ

کی پابندی کرتے ہیں۔ اب غور کیجئے کہ مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ امر ایک اور ایک دو کی طرح ظاہر ہے کہ حضرت باوا صاحب کے نزدیک وہی لوگ خداوند تعالےٰ کے افضال اور نعمتیں اور برکتوں کے وارث ہیں جو ایک کی پوجا کرتے نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے ہیں۔ تو پیارے دوستو اب ہم اگر ایسے شخص کو مسلمان نہ کہیں تو اور کیا کہیں۔ خدا ہمارے سکھ دوستوں کی رہنمائی فرمائے کہ وہ بھی حضرت باوا صاحب کے نقش قدم پر چلیں۔

پھر شری گرنتھ صاحب آدمحلہ ۳ صفحہ ۲۰۶۹ پر یہ لکھا ہے:۔

بے نمازوں سگ بھلے جو راتیں رہن سجاگ
دتی بانگ نہیں جاگدے سُتے رہن نبھاگ

مطلب۔ بے نمازوں سے تو کتے اچھے ہیں جو رات کو جاگتے رہتے ہیں۔ ان سے بڑھ کر بد قسمت کون جو اذان کی آواز پر بھی بیدار نہیں ہوتے +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت باوا صاحب کی عقیدت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل تمام دُنیا خداوند تعالیٰ سے بیگانہ اور فسق و فجور میں مبتلا تھی۔ اگر ہندوستان میں بتوں کی پوجا کی جاتی اور وام مارگ مت کے ذریعہ علانیہ فسق و فجور اور بدکاری کا بازار گرم تھا تو عرب کی حالت اس سے بھی زیادہ قابل رحم تھی۔ وہاں علاوہ بتوں کی پوجا کے وہی آدمی قوم میں زیادہ بارسوخ اور رئیس شمار کیا جاتا تھا جو پانی کی طرح شراب پیتا ہو اور حیوانوں کی طرح زنا کرتا ہو۔ اور وحشی درندوں کی طرح ظالم و سفاک ہو۔ غرضکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور پُر نور سے قبل کُل دُنیا ظلم و فسق اور بدکاری کا اکھاڑہ بنی ہوئی تھی۔ حضور مقبول فداہ رُوحی کی قوت جاذبہ مقناطیسی اثر۔ پاک و اطہر نمونہ نے دُنیا کو فسق و فجور ظلم و جور۔ بدکاری و گندو غیرہ کے تحت الثریٰ سے نکال کر

پاکیزگی اور طہارت کی الٹاری پر لاکھڑا کیا۔ جہاں پہلے پانچ وقت شراب کے دور چلتے تھے وہاں اللہ اکبر کے نعرہ سے بر و بحر گونج اُٹھا۔ جہاں ایک انسان دوسرے انسان کا جانی دشمن ہو رہا تھا۔ وہاں انھیں اخوت کی لڑی میں پرو دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدسیت کا یہ ادنیٰ سا کرشمہ تھا۔ جس نے کل دنیا کی فضا کو بدل دیا۔ ہندوؤں اور سکھوں کے واجب الاحترام گورو بابا نانک صاحب نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت کا مطالعہ کیا تو آپ دل و جان سے فدا ہو گئے چنانچہ آپ گرنتھ صاحب آدھوٹا سائز ص۱۳ میں فرماتے ہیں:۔

پیر پیغمبر سالک شہدے اور شہید
شیخ مشائخ قاضی ملاں درویش رسید
برکت تنکی اگلے جو پڑھتے رہن درود

مطلب۔ حضرت بابا نانک صاحب فرماتے ہیں کہ جس قدر پیر۔ پیغمبر۔ سالک اور شہداء اور شیخ و مشائخ اور قاضی و ملاں و درویش وغیرہ ہوئے ہیں۔ بیشک اللہ تعالےٰ کے حضور وہی بابرکت ہیں جو درود شریف یعنی اللھم صلّ علیٰ محمدٍ وعلیٰ اٰل محمدٍ کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انّک حمید مجید کا ورد کرتے رہتے ہیں۔ اب خدارا غور کرو۔ اس طرح درود کی تاکید کرنے والے اور درود شریف کو اللہ تعالیٰ کی برکات و انوار کا جاذب کہنے والے کے متعلق ہم ایک منٹ کے لئے بھی یہ خیال کر سکتے ہیں کہ وہ نعوذ باللہ مسلمان نہ تھے۔ ان کھلی کھلی شہادتوں سے انکار کرنا قطعی مشکل ہے۔ خدارا غور کرو۔ نماز۔ روزہ۔ قرآن مجید اور درود شریف سے ایسی خالص اور بے لاگ محبت رکھنے والے اور درود شریف کو تمام برکات و انوار کا جاذب کہنے والے کے لئے کبھی ایک طرفۃ العین کے لئے بھی یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ اسلام سے تعلق نہ رکھتا تھا۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ پھر اسی پر بس نہیں ہے آگے چلکر گرنتھ صاحب کا ایک ایسا زبردست شلوک ہے

جو نہایت آسانی سے ان تمام شک و شبہات کو دُور کر دیتا ہے اور حضرت باوا صاحب کا اسلام نہایت ہی صفائی اور عمدگی سے ایک حق کے دلدادہ کے سامنے پیش کرتا ہے چنانچہ گرنتھ صاحب صفحہ ۲۹۷ میں یہ لکھا ہے:۔

اٹھے پہر بوندے رہن کہاون سنڈرے سول
دوزخ پوندے کیوں رہن جاں چت نہ آوے رسول

مطلب۔ وہی لوگ ہر وقت دُکھوں میں مبتلا اور سرگردان رہتے ہیں اور حد سے زیادہ تکالیف اُٹھاتے ہیں اور وہی لوگ اپنے آپ کو دوزخ کے سپرد کرتے ہیں جو "رسول" کو یاد نہیں کرتے۔ اب دیکھو یہ کیسی واضح اور کھلی کھلی شہادت ہے۔ اب ہم نہیں سمجھتے کہ اس شہادت سے بڑھ کر اور کونسی شہادت ہو سکتی ہے۔ کیا حضرت باوا صاحب نے کہیں یہ بھی شلوک کہا ہے کہ وہ لوگ تکالیف اور مصائب میں سرگردان رہتے ہیں جو برہما اور شوجی وغیرہ کو یاد نہیں کرتے جاؤ تمام گرنتھوں وغیرہ کو ٹٹولو۔ آپ ہرگز ہرگز کوئی ایسا شلوک نہیں پاؤ گے صرف اسی پر اکتفا نہیں۔ آگے اور ملاحظہ فرمائیے۔ جنم ساکھی بھائی بالا کے صفحہ ۱۹۶ پر باوا صاحب کا یہ ارشاد بھی قابل غور ہے:۔

سنو پیغمبر مصطفےٰ تندے چارے یار
عمرؓ خطاب۔ ابوبکرؓ۔ عثمانؓ علیؓ و چار
چاروں یار مسلمی چار مصلے کیں
پنجواں نبی رسول ہے جس کیتا ثابت دین

مطلب۔ لوگو۔ سنو۔ وہ پیغمبر خدا کو بہت پیارا ہے۔ جس کے چار احباب ہیں۔ حضرت عمر و ابوبکر۔ عثمان۔ علی رضی اللہ عنہم۔ اور پانچویں نبی رسول ہیں جنہوں نے دین کو ثابت کیا +

پھر اور ملاحظہ ہو جنم ساکھی مذکور صفحہ ۱۲۴

"اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ نوں دنیا دے اودھار واسطے بھیجیا۔"

مطلب - خداوند تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوحانی فیض اور صفائی قلب کے متعلق پھر حضرت باوا صاحب جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۶۳۰ میں لکھتے ہیں :-

"تاں پھر پیغمبر نوں جبرائیل لے گیا۔ اور اُنہاں دیاں پڑدے وچہ پیغمبر نال خداوند تعالےٰ سے گلاں ہویاں۔ اور پڑدے وچہ خدا دی شبیہہ وِسدی سی۔ تاں آواز ہوئی۔ اے پیغمبر میری تیری شبیہہ نہیں۔ توں میری شبیہہ ہیں۔ تاں تے اپنے روپ دی صورت سب جگہ ہے مگر صاف شیشے وچ نظر آوندی ہے۔ اسی طرح میں سب جگہ ہاں۔ اور تیرا آئینہ صاف ہے اور تیرے وچہ میری شبیہہ نظر آوندی ہے" +

خیال فرمائیے اس جگہ حضرت باوا نانک صاحب نے کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدسیت اور طہارت اور صفائی کو آشکارا کیا ہے عبارت بالکل صاف ہے جس کا لفظی ترجمہ بدوں کسی کھینچ تان کے یہ ہے۔

"پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرائیل لے گیا۔ پردہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خداوند تعالیٰ سے کلام ہوا۔ اور پردہ میں خداوند تعالیٰ کی صورت نظر آرہی تھی تو پھر آواز آئی اے پیغمبر میں تیری صورت نہیں۔ بلکہ تو میری صورت ہے (یعنی تو میری محبت کے رنگ میں اس طرح رنگین ہے جس طرح آگ اور لوہا ایک ہو جاتا ہے) اگرچہ میری صورت تو سب جگہ ہے مگر آپ کا قلب بالکل صاف و شفاف اور مطہر ہے۔ اس لئے میری صورت آپ کے مصفا شفاف آئینہ سے ہی صاف اور عمدہ نظر آتی ہے" +

جائے غور ہے باوا صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم (فداہ روحی

کی صورت خدا کی صورت۔ گویا ان کو ماننا خدا کو ماننا ہے۔ اس کے درشن خدا کے درشن۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ صاف و شفاف اور مطہر ہے اس لئے اس میں خداوند تعالےٰ کی صورت صاف دکھائی دے رہی ہے اور جو شخص خدا کے درشن کرنا چاہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاف و شفاف آئینہ ہی سے خدا کے درشن کر سکتا ہے +

اب حضرت باوا صاحب کا ارشاد صاف ہے کہ اس وقت اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو حاصل کرنا چاہے۔ خدا کی معرفت سے فیضیاب ہونا چاہے تو اس کی ایک ہی راہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر چلے اور کوئی راستہ اس وقت خدا تک پہنچنے کا نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ دل اس قدر صاف اور شفاف ہے کہ اسی کے ذریعہ ہی ہی خدا کی زیارت ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اور سب شیشے بے نور اور دُھندلے ہو چکے ہیں۔ مطلب یہ کہ اب صرف دین اسلام پر چلکر ہی نجات ابدی اور بہشت بریں اور خدا کی رضا جوئی حاصل ہو سکتی ہے ورنہ اور سب راہیں بند ہیں +

کیا حضرت باوا نانک صاحب کے دل میں اسلام کی عزت اور اسلام پر گرویدگی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آپ کا دل عزت و عظمت سے بھرپور ہونا اب بھی کسی تشریح کا محتاج ہے؟ اور ملاحظہ ہو۔

ہندوؤں کے نزدیک تمام دیوتاؤں سے بڑا دیوتا برہما ہے۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ اس وقت زمین پر کچھ نہ تھا۔ مگر برہما تمام دُنیا سے پہلے برہما پیدا ہوا۔ چاروں ویدوں کا گیان سب سے پہلے برہما پر اُترا۔ تمام پران اور شاستر اس امر پر متفق ہیں کہ سرشٹی میں سب سے اول برہما کا ظہور ہوا برہما تمام دیوتاؤں کا مہادیوتا۔ تمام رشیوں کا مہارشی۔ تمام سوامیوں کا

مہاسوامی۔ تمام گیانیوں کا مہاگیانی تھا۔ اس کے چار منہ تھے۔ ایک سے رگ دوسرے سے یجر۔ تیسرے سے سام۔ چوتھے سے اتھروید کا ظہور ہوا۔ اور اسی نے رشیوں کو ویدوں کا گیان دیا۔ گویا ہندوؤں کے نزدیک مخلوقات میں سب سے بلند درجہ برہما کا ہے۔ اور اس کے بعد وشن اور مہیش ہندوؤں کے بڑے دیوتا مانے جاتے ہیں۔ ویسے تو ہندوؤں کے ۳۳ کروڑ دیوتا ہیں مگر ان میں سب سے بڑا برہما اور اس کے بعد وشن اور مہیش کا درجہ ہے مگر حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ برہما اور وشن اور مہیش ان تین اکابر دیوتاؤں کی سب خوبیاں جو ان میں الگ الگ تھیں وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ روحی) میں ایک جگہ جمع تھیں۔ چنانچہ جنم ساکھی بھائی بالا کلاں صفحہ ۲۰۶ سطر ۲۳ میں لکھا ہے:۔

اوّل خود خدائی سی قدرت نور کہائے
برہما۔ وشن۔ مہیش تین پھر قدرت لئے بنائے
راجس۔ ساسک تامسی ایہا گن ات کیں
تینوں ہل غلیظ ہوئے تانتے بھی زمین
اوّل آدم مہیش ہوئے دوجا برہما ہوئے
تیجا آدم مہادیو محمدؐ کہے سب کوئے

اس جگہ باوا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ برہما۔ وشن۔ مہیش جو ہندو صاحبان کے نہایت مہاگرو اور نہایت عظیم الشان دیوتا ہو گذرے ہیں۔ حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں ان تمام مہاپرشوں۔ مہاتماؤں۔ مہاگیانیوں کے صفات جمع تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جامع جمیع صفات کاملہ تھے۔ اور وہی مہادیو یعنی ست دیوتاؤں سے بڑے تھے اس سے آپ اندازہ کرلیں کہ حضرت باوا صاحب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ روحی) پر کیسا زبردست ایمان تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے

کہ نہ صرف بنی اسرائیل کے کل انبیاء کی کل صفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع تھیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کل دنیا کے مہاپرشوں۔ مہاتماؤں اور مہاگیانیوں کے صفات اپنے اندر لئے ہوئے تھے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

حُسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

خدا کرے میرے سکھ بھائی شری گرنتھ صاحب و جنم ساکھی کے ان قابل قدر اقوال کو میری طرح ٹھنڈے دل سے غور کر سکیں۔ خدا انھیں توفیق دے +

حج کعبہ اور باوا نانک صاحب

صاحب توفیق دیندار۔ اور خدا کے مومن بندوں کے لئے حج کعبہ فرض ہے۔ حضرت باوا صاحب جس زمانہ میں پیدا ہوئے ان دنوں باربرداری اور سفر کے لئے یہ سہولتیں نہ تھیں جو ہمارے زمانہ میں ہیں ان دنوں تو جب کوئی دو تین سو کوس کے سفر پر روانہ ہوتا تھا تو رشتہ دار اسی وقت رو پیٹ لیا کرتے تھے کہ خدا جانے اب یہ زندہ سلامت واپس بھی آئے گا یا نہیں۔ مگر باوا صاحب ایسے پُرآشوب زمانہ میں بصد شوق حج کعبہ سے مشرف ہوئے اور خدا کے اذن اور حکم سے حج کعبہ سے فیضیاب ہوئے۔ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۳۶ پر حضرت باوا صاحب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا۔ "اے نانک حضرت مکہ مدینہ کا حج کر" اب اس حکم کو پاکر حضرت باوا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان تمام مشکلات کی پروا نہ کرتے ہوئے عازم حج ہوتے ہیں اور خلوص نیت اور صدق قلب سے حج کعبہ کو جاتے ہیں۔ اس امر واقعہ سے کون انکار کر سکتا ہے۔ پیار و راستی کبھی چھپائے نہیں چھپتی۔ اگر باوا صاحب ہندو مذہب سے لگاؤ رکھتے تو آپ بجائے حج کعبہ کے عقیدتمندانہ

رنگ میں ہر دوار اور کاشی کی یاترا سے مستفیض ہوتے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ حضرت باوا صاحب کے عہد میں راستے کس قدر کٹھن اور دشوار تھے۔ ایسی نازک حالت میں بال بچہ کے پیار اور محبت رشتہ داروں کے تعلقات کی پروانہ کر کے مکہ شریف میں جانا۔ اور تقریباً ایک سال تک وہاں اقامت پذیر رہنا یہ امر بدوں محبت اور اخلاص کے کیسے ہو سکتا ہے؟ پھر جنم ساکھی کلاں صفحہ ۲۰۷ سطر ۲۵ اور واران بھائی گورداس جی میں لکھا ہے:۔

جناب باوا نانک صاحب علیہ الرحمۃ کا حج پر تشریف لے جانا سکھوں اور مسلمانوں ہر دو کے نزدیک ثابت شدہ ہے۔ یا یہ کہ جب سکھ مسلمات میں باوا نانکؒ کا حج پر جانا تاریخی رنگ میں بھی تسلیم کیا گیا ہے تو مسلمانوں کا اس سے انکار کرنا ضروری نہیں۔ سکھ مسلمات میں حج پر جانے وقت باوا نانک صاحبؒ کی جو کچھ ہیئت کذائی سکھ کتب میں بیان کی گئی ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ بابا صاحب صرف صدق نیت اور اسلامی پہلو کو مدنظر رکھ کر حج کعبہ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ واراں بھائی گورداس جی صفحہ ۱۳ میں لکھا ہے۔

بابا پھر مکے گیا نیل بستر دھارے ۔ بن والی
عصا ہتھ کتاب کچھ کوزہ بانگ مصلی وراری
بیٹھا جائے مسیت وچہ جتھے حاجی حج گذاری

یعنی حضرت باوا صاحب رحمۃ اللہ حج کعبہ کے لئے عازم مکہ ہوئے۔ نیلے کپڑے پہن کر ولی بن کر ہاتھ میں عصا بغل میں قرآن مجید کوزہ وضو کرنے کے لئے پاس تھا۔ اور نماز پنجوقتہ ادا کرنے کے لئے مصلیٰ تھا۔ اس ہیئت کذائی میں سفر کرتے کرتے آخر وہاں پہنچ گئے۔ جہاں حاجی لوگ حج گذارنے کے لئے جاتے ہیں یعنی خانہ کعبہ میں۔ بعض لوگوں کا جو عموماً سکھ اور ہندو ہو سکتے ہیں یہ خیال ہے کہ ہو نہ ہو۔ باوا صاحب عرب میں سیاحت کے لئے گئے تھے۔ اور چونکہ ان کے ایام میں مذہبی پہلو سے مکہ شریف ہی زیادہ تر شہرت پذیر تھا۔ اس واسطے وہی شہر ان کے

عزم کا مرحلہ اول رہا۔ اس توضیح سے منکرانِ حج یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ گویا حضرت باوا جی کا مکہ جانا عزم حج کے خیال سے نہیں تھا بلکہ محض سیاحانہ نظر سے تھا بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ چونکہ عرب میں کسی غیر مسلم کا جانا جیسا کہ اب بھی کسی حد تک مشکلات کا سامنا رکھتا ہے۔ باوا صاحب کے عہد میں بھی گونہ مشکلات سدراہ تھیں۔ اس واسطے انھوں نے حاجیوں کا لباس پہنا۔ قرآن پاک بغل میں لٹکایا۔ نماز ادا کرنے کے لئے مصلیٰ بھی ساتھ لیا۔ اور وضو کے لئے کوزہ بھی لیا۔ اور مردانہ رفیق تھا +

منکرین کی توضیحات بالا بجائے اس کے کہ حضرت بابا نانک جی کے عزم عرب مکہ کو محض سیاحانہ رنگ دے کر مخدوش ثابت کریں۔ اُلٹ اس کے ان کی صحیح نیت کی مؤید ہیں۔ ہمارا اور منکرین دونوں کا یہ خیال ہے کہ بابا جی خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ مواحد تھے۔ راستنباز تھے۔ راست عمل تھے بالفرض اگر وہ سیاحانہ عزم ہی رکھتے تھے تو ایسے پاک فطرت شخص کا مسلمانوں کی طرح سوانگ بھر کر مصلیٰ اور کوزہ پاس رکھ کر عرب یا مکہ شریف میں جانا انکی نیک نیتی اور راستنبازی کے صریح خلاف ہے۔ نیک اور خدا رسیدہ شخص ایسا بھیس نہیں بدل سکتا۔ چہ جائیکہ مردانہ جو دراصل مسلمان تھا۔ ان کا ندیم قدیم اور قریباً ہم راز تھا۔ اس تصنع کی صورت میں اس پر باوا صاحب کی نیک نیتی اور خدا پرستی۔ راستنبازی کا جو کچھ اثر ہو سکتا ہے وہ مخفی نہیں +

پیر کا مرید کی معیت میں سفر کرنا۔ اور اصلیت کو ظاہر نہ کرنا نعوذ باللہ مرادف ہے اس بات کا کہ حضرت بابا جی باوجود ہندو ہونے کے یا باوجود سکھ مت رکھنے کے خود کو اس سفر میں مسلمان ظاہر کرتے رہے۔ اور اخیر تک مسلمانوں کو پناہ بخدا باوجود اس تقدس اور راستنبازی کے دھوکا میں رکھا حاشا وکلا ایسے نیک فطرت شخص سے کبھی بھی یہ توقع نہیں کی جا سکتی +

ہماری رائے میں اس وقت تک جو کچھ مسلمات سکھ مذہب سے اس بارے

ہیں پیش کئے گئے ہیں۔ وہ خاص طور پر یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضرت باوا جی کا ایام حج میں عرب میں جانا۔ مکہ میں ٹھہرنا۔ اور حج کرنا بجائے خود یہ ثابت کرتے ہیں کہ باوا جی محض حج کے لئے گئے۔ مکہ میں ٹھہرے۔ اور حج کرکے واپس آئے ✤

آکاش بانی یعنی سکھوں کے مسلمات جیسا کہ جنم ساکھی کلاں میں لکھا ہے کہ باوا جی نے یہ عزم محض الہام کی وجہ سے کیا۔ ان کو الہام ہوا کہ مکہ مدینہ کا حج کر۔ ہم تسلیم کریں گے کہ چونکہ باوا جی خدا کے برگزیدہ تھے۔ اس واسطے ان کو الہام ہوتا تھا۔ ایسے شخص کے بعض افعال چونکہ محض ارادہ خدائی سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اس واسطے نہ تو ہم انکار کر سکتے ہیں اور نہ سکھوں کو یہ جرأت ہو سکتی ہے۔ کہ وہ اس عزم کو خدائی ارادے کے تحت نہ سمجھیں۔ یا یہ کہتے کہ جرأت کریں کہ نعوذ باللہ باوا صاحب نے محض سیاحت کے خیال سے یہ آکاش بانی وضع کر لی ہو کہ حج پر جاؤ۔ اگر جنم ساکھی کی کوئی قیمت اور وقعت ہے یا کسی وقت تھی تو یہ ماننا چاہیئے۔ کہ یہ عزم باوا صاحب کا محض قدرت کی تحریک سے تھا۔ میں سنتا ہوں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ جنم ساکھی میں ملاوٹ کی گئی ہو۔ اور اس عزم کی بابت جو کچھ لکھا ہے وہ درست نہ ہو ✤

اگر فی الواقعہ یہی بات ہے تو سب سے پہلے عزم حج سے انکار کرنا لازمی ہے مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کہنا تو آسان ہے کہ باوا صاحبؒ کی غرض اس سفر سے یہ یا وہ تھی۔ لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ باوا صاحب گئے ہی نہیں تھے۔ ان کا جانا ثابت ہے۔ جیسا کہ واران بھائی گورداس جی جو سکھ مذہب میں ایک مسلمہ کتاب مانی گئی ہے اور سکھوں میں یہ متفق شدہ امر تسلیم کیا گیا ہے کہ واران بھائی گورداس جی شری گورو گرنتھ صاحب کی چابی ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں بدوں واران بھائی گورداس جی کے سکھ مذہب کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ اس میں یہ صاف الفاظ لکھے ہیں:۔

بابا پھر گیا نیل بستر دھارے بن والی
عصا ہتھ کتاب کچھ کوزہ بانگ مصلی دھاری
بیٹھا جائے مسیت وچہ جنھے حاجی حج گذاری

ان فقرات بالا سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ باوا صاحب اسلامی غرض کے ادا کرنے کے لئے اسلامی ہیئت بنائے ہوئے اسلامی شکل و شباہت دھار کر دوسرے الفاظ میں محض مسلمان ہو کر مکہ شریف میں تشریف لے گئے۔

پھر تاریخ گورو خالصہ مولفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی جو سکھوں میں معتبر سمجھی جاتی ہے کے گورمکھی اڈیشن کے صفحہ ۲۶۲ پر یہ لکھا ہے کہ

"بابا جی جدے جا اُترے۔ ایتھے مائی حوا دی قبر توں پورب دے رُخ دریا دے کنارے بابے دا مکان ہے۔ اس نوں نانک قلندر یا ولی ہند دا دائرہ آکھدے ہیں۔ عرب وچ باوا جی عصا۔ استاوہ۔ کوزہ مصلی (جائے نماز) کتاب (قرآن مجید) نیلے رنگ دے بستر۔ دلق دی ٹوپی (پشمینہ کی ٹوپی لمبوتری جو اکثر صوفی لوگ پہنا کرتے ہیں) رکھدے سن نے اپنے ساتھیاں پاسوں بھی رکھاوندے سن۔

مطلب۔ حج کعبہ کے سفر میں حضرت باوا نانک صاحب وضو کے لئے کوزہ نماز پڑھنے کے لئے مصلی۔ کتاب (قرآن مجید) نیلے رنگ کے کپڑے اور دلق یعنی پشمینہ کی لمبوتری ٹوپی جو اکثر صوفیائے کرام پہنتے ہیں کو پہنتے تھے اور نہ صرف خود ہی یہ مذکورۃ الصدر اشیاء کا استعمال کرتے بلکہ اپنے ساتھیوں سے بھی انھیں کی پابندی کراتے تھے۔

ہو سکتا ہے کہ کوئی دوست یہ کہدے کہ یہاں کتاب سے مراد قرآن مجید کیسے ہو گیا۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس کوئی اور کتاب ہو۔ سو اس کے لئے ہمیں کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بھائی کاہن سنگھ صاحب جو سکھ مذہب کے

مسلمہ عالم اجل ہیں۔ جن کا ثانی سکھ کمیونٹی میں ملنا مشکل ہے۔ وہ بھی اپنی مشہور تصنیف گورمت پربھاکر کے صفحہ ۱۴۱ پر سکھ لٹریچر میں کتاب سے مراد قرآن مجید ہی لیتے ہیں۔ اور پھر قرینہ اور سیاق وسباق بھی آخر کوئی چیز ہے ایک شخص حج کعبہ کے لئے جاتا ہے۔ کوزہ وضو کے لئے پاس ہے۔ مصلی نماز پڑھنے کے لئے موجود ہے نیلے کپڑے زیب تن کئے ہوئے ہیں تو بلاشبہ ایسے شخص کے پاس جو کتاب ہوگی۔ وہ قرآن پاک ہی ہوگا۔ منوسمرتی اور مہابھارت ہونے سے رہے۔ اور گرنتھ صاحب بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ شری گورو باباصاحب کے زمانہ کے بہت پیچھے جمع کیا گیا +

اگر ہم داران بھائی گورداس جی کو مقدم رکھیں تو جنم ساکھی کلاں کی روایات کو مخدوش نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ دونوں کا بالاتفاق ایک بیان کرنا ثبوت ہے اس بات کا کہ جو کچھ باوا جی کے متعلق سفر عرب یا ادائے فریضہ حج کے متعلق روایات ہیں وہ قطعی درست ہیں +

انہیں روایات کے سلسلہ میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جن دیگر گرو حاجیوں کے ساتھ باوا جی اس وقت وادی عرب میں سفر کر رہے تھے اپنے ساتھیوں اور ہم سفروں کو ہمیشہ درستی اور نرمی سے یہ اثنائے سفر نیک ہدایات اور عبادات وغیرہ کی تاکید کرتے رہے۔ جیسا کہ تاریخ گورو خالصہ حصہ اول (گورمکھی) مؤلفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی کے صفحہ ۲۶۲ پر یہ لکھا ہے:۔

"بابے جی نے اپنے ساتھیوں نوں آکھیا تُسیں سچے حاجی نہیں۔ اس راہ وچ مہر محبت اور خیرات کردے جائیے تاں فیض پائیدا ہے بے حجت بازی اور مسخری کردے جائیے تا حاجی نہیں ہوندا"

جناب باباجی نے اپنے ہم سفر حاجیوں کو یہ کہا کہ آپ لوگ سچے حاجی نہیں ہو سکتے

اس پاک راہ میں اگر مہر و محبت اور خیرات کرتے جائیں۔ تو اللہ کے حضور سے صواب سے حصہ ملتا ہے اور اگر برخلاف اس کے حجت بازی اور مسخری کرتے جائیں تو ثواب حج سے محرومی رہتی ہے۔ اگر وہ محض سیاحانہ پہلو ہی لے کر گئے تھے۔ تو ان کا یہ فرض نہیں تھا۔ اور اگر کہو کہ وہ محض جان بچانے کے لئے یوں حفظ ماتقدم کے طور پر کر رہے تھے تو میری رائے میں باواجی کی نیک فطرت اور راستبازی پر ایک گونہ حملہ کرنا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ باواجی کو ایسی کیا ضرورت تھی کہ وہ جائیں تو محض سیاحانہ رنگ میں۔ اور راستہ میں باوجود ہندو یا سکھ ہونے کے ہم رکیب باہم سفر مسلمان مسافروں کو خواہ نخواہ ان کو مذہبی تبلیغ کرتے جائیں یہ سب باتیں مدنظر رکھ کر ہمیں راستبازی سے اعتراف ہے کہ حضرت باواجی محض حج کے لئے مکہ شریف میں گئے تھے اور ایک صادق مسلمان کی حیثیت میں اس فریضہ سے سبکدوش ہو کر واپس آئے +

چونکہ سکھ قوم موحد ہے اور یہ توحید پرستی محض باواجی کی خدا پرستی کا نتیجہ ہے۔ اس واسطے کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ اس عزم سفر حج اور ادائیگی فریضہ حج تسلیم کر کے باواجی کے کلمات توحید کو مقدم رکھ کر اور ان روایات کو زیر بحث لا کر کہ جن میں باواجی نے حضرت رسول اسلام کی تصدیق کی ہے جیسا کہ شری گرنتھ صاحب آدھچوٹا سائز صفحہ ۱۳۰ پر درج ہے:۔

پیر پیغمبر سالک شہدے اور شہید
شیخ مشائخ قاضی ملاں درویش رسید
برکت تنکی اگلے جو پڑھتے رہن درود

یعنی حضرت باواجی فرماتے ہیں کہ جس قدر پیر پیغمبر سالک اور شہدا گذرے اور شیخ مشائخ اور قاضی وملاں و درویش وغیرہ ہیں۔ وہی اللہ کے حضور بابرکت ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے رہے یا رہیں گے۔ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم

انتٹ حمید مجید۔ اس کے علاوہ اور ملاحظہ ہو۔ شری گرنتھ صاحب آدی صفحہ ۲۹۷

اٹھے پہر بوندے رہن کہاون سنڈے سول
دوزخ پوندے کیوں رہن جاں چت نہ آوے سول

مطلب۔ وہی لوگ ہر وقت مصائب میں مبتلا رہتے ہیں اور دکھ پر دکھ اٹھاتے ہیں اور وہی لوگ اپنے آپ کو دوزخ کے سپرد کرتے ہیں جو "رسول" کو یاد نہیں کرتے ؛

اب صاف ظاہر ہے کہ دراصل حضرت باوا جی کی زندگی اور کردار زندگی کا مطلب اور منشاء کیا تھا۔ تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت باوا صاحب نے ہندو مذہب کی تجدید یا تنقید کی۔ اور دوسری طرف یہ کہ باوا جی ایک جدید مشن لے کر آئے ان دونوں باتوں کو چھوڑ کر باوا جی رسول عربی کی تصدیق کرتے ہیں۔ دیگر کتب سماوی کی نسبت صرف قرآن پاک کو مقدم کرتے ہیں جیساکہ جنم ساکھی بھائی بالا کے صفحہ ۱۴۷ پر درج ہے :۔

توریت۔ زبور۔ انجیل۔ ترے پڑھ سن ڈٹھے وید
رہی قرآن کتاب کل یگ میں پروار

جناب باوا جی فرماتے ہیں کہ توریت۔ زبور۔ انجیل۔ اور وید ان سب کو خود بھی پڑھا اور دوسروں سے بھی سنا۔ مگر اس قبیح اعوج کے زمانہ میں صرف قرآن پاک ہی نجات کا ذریعہ ہے۔ اور پھر موقع نکال کر تکلیف اٹھا کر آکاش بانی کے تحت حج بھی کر آتے ہیں ؛

آئے تو کسی اور کام کے واسطے تھے اور کوئی اور مشن لے کر اور کر دکھانے کچھ اور ہی۔ یہ وہ معمہ ہے کہ مسلمانوں نے تو اس صورت میں حل کر دیا کہ دراصل باوا جی خدا رسیدہ مسلمان تھے۔ اب سکھوں پر لازم ہے کہ وہ بھی اپنے رنگ میں اس کی تنقید کر کے دکھلائیں یا پھر حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ نے جو عملی نمونہ حج کعبہ یا قرآن پاک کی تصدیق اور رسول عربی کی شہادت وغیرہ جو کچھ دکھایا ہے انکے

عمل پر قدم زن ہوتے ہوئے گورو صاحب کی نیک دعائیں اپنے حق میں لیں +
بر رسولاں بلاغ باشد و بس

قیامت پر ایمان اور حضرت باوا نانک صاحب

قیامت پر ایمان لانا یہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے جیسا کہ قرآن کریم میں وارد ہے
ولکن البرّ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملئکۃ والکتب
والنبیین واٰتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتٰمی والمسٰکین
وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰۃ واٰتی
الزکوٰۃ (البقرہ رکوع ۲۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بھلائی اسی کے لئے ہے جو
ایمان لایا ساتھ اللہ کے۔ اور دن قیامت کے۔ اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں
کے۔ اور مال کو خدا کی محبت میں خرچ کیا۔ قریبیوں۔ یتیموں۔ فقیروں۔ مسافروں
اور سوال کرنے والوں۔ اور غلاموں کے آزاد کرنے پر۔ قائم کیا نماز کو۔ اور دیا زکوٰۃ
کو۔ اب اس جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہی فلاح پائے گا جو قیامت پر ایمان
لایا۔ درحقیقت قیامت پر ایمان لانا تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔ آریہ وغیرہ قیامت
کے قائل نہیں ہیں۔ اب دیکھیں کہ حضرت باوا صاحب عقیدہ قیامت کے
متعلق کیا کہتے ہیں۔ باوا صاحب قیامت پر ایک راسخ الاعتقاد مومن کی طرح
ایمان لاتے ہیں ملاحظہ ہو جنم ساکھی کلاں صفحہ ۵۴ سطر ۳ سے:۔

دُنیا اندر آئیکے عمر گوائی یار
کوڑی مجلس بہ کے کیتی سو گور اوبار
بہن چلایا عزرائیل ساتھی سنگ نہ کوئی
لے سزائیں انگلیاں کسے سنائے روئے
ملن سزائیں بہتیاں ملک الموت حضور

بیکھا منگن چتر گپت جو چھپ کماوے دھوئے
تاساں نوٹن مکر کے توبہ کرن پکار
دیون کن گواہیاں اندھا روح پکار
آلت جیبا مکرے چکھ چکھ ساد پکار
ہتھاں پیراں چاکری حکم کماون کار
پنج حواس انجمنیں سنگ توبہ کرن پکار

اس جگہ باوا صاحب نے قیامت کا نقشہ دکھلایا ہے کہ جب عزرائیل انسان کی جان نکالے گا۔ تو پھر اُسے اپنے کئے کی سزا ملے گی۔ وہ پکارے گا کوئی انسان اس کی فریاد نہیں سُنے گا۔ قیامت کو جب خدا حساب و کتاب طلب کرے گا۔ وہاں انکار کی کوئی گنجائش نہ ہوگی۔ اُنگلیاں۔ کان۔ زبان۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ غرضکہ ہر ایک عضو اپنے کئے ہوئے گناہوں کی گواہی دے گا۔ تب انسان توبہ کرے گا۔ مگر اس وقت کی توبہ سے کیا فائدہ۔

قرآن شریف میں بہت جگہ ذکر آیا ہے۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے۔ الیوم نختم علی افواھھم و تکلمنا ایدیھم و تشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون۔ آجکے دن ہم اُنکے مونہوں پر مُہر لگا دیں گے اور ہم سے ان کے ہاتھ کلام کریں گے اور ان کے پیر گواہی دیں گے جو کچھ بھی انھوں نے کمائی کی (سورہ یٰسین)

اور ایک جگہ فرمایا۔ وقالوا اذا ضللنا فی الارض ءانا لفی خلق جدید۔ بل ھم بلقاء ربھم کافرون۔ قل یتوفٰکم ملک الموت الذی وکل بکم ثم الی ربکم ترجعون۔ ولو ترٰی اذا المجرمون ناکسوا رءوسھم عند ربھم۔ ربنا ابصرنا و سمعنا فارجعنا نعمل صالحا انا موقنون۔ ولو شئنا لاتینا کل نفس ھدٰھا ولکن حق القول منی لاملئن

جھنم من الجنۃ والناس اجمعین۔ اور مکذبوں اور منکروں نے کہا کہ جب ہم زمین میں رل مل گئے۔ اور ہمارے عناصر اپنی اپنی جگہ چلے جائیں گے۔ کیا از سر نو پھر پیدا کیا جائے گا۔ بات یہ ہے کہ یہ منکر اپنے رب کے دربار میں حاضر ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ ان سے کہدو کہ ملک الموت جو تم پر مقرر ہے تمہاری روح قبض کرے گا۔ پھر اپنے پروردگار کے دربار میں لوٹائے جاؤ گے۔ اور کاش انکی مصیبت اور ان کے بانکے دھاڑوں کو دیکھے کہ جب مجرم نیچے سر ڈالے ہوئے شرمندگی سے اپنے رب کے دربار میں حاضر ہونگے تو عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب۔ اب ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور سن بھی لیا۔ اب ہم کو دوبارہ دنیا میں بھیجدے ہم نیک عمل کریں گے۔ اب ہم یقین کرتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم اخیر سنایا جائے گا۔ کہ اگر ہم کسی پر زبردستی کرتے تو ہم ہدایت دینے پر کرتے ہم نے پہلے ہی فرمادیا اور حکم دے دیا تھا کہ جیسا کوئی کرے گا ویسا بھریگا اسی کے مطابق جو ہم نے فرمایا تھا ان کے بُرے اعمال کے باعث بڑے چھوٹے لوگوں سے جہنم کو پُر کریں گے۔ فذوقوا بما نسیتم لقاء یومکم ھذا انا نسیناکم وذوقوا عذاب الخلد بما کنتم تعملون۔ اب تم ہمیشگی کے عذاب کا مزہ چکھو بسبب اپنی بداعمالیوں اور اس دن کے بھلانے کے۔ اب ہم نے تم کو بھلا دیا۔ ل

اپنے اقوال کو انھیں آیات سے باوا صاحب نے لیا ہے۔ جائے غور ہے کہ یہ مسلمانو کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن انسان کا ہر عضو اپنے کئے کی گواہی دیگا ایک تناسخ کے ماننے والا ایک منٹ کے لئے بھی اس عقیدہ کو نہیں مانیگا وہ اس شخص کے ساتھ سزا ملنے کا قائل نہیں بلکہ وہ تو جونوں کا عقیدت مند ہے۔ اب اس سے ہی اندازہ لگالو کہ حضرت باوا صاحب کا عقیدہ کیا تھا۔ اور اس جگہ حضرت باوا صاحب تناسخ کی کس طرح تردید فرماتے ہیں تناسخ

کے ماننے والا ایک طرفۃ العین کے لئے بھی قیامت کا خیال اپنے دل میں نہیں لاسکتا۔ قیامت اور تناسخ دو ضدین ہیں۔ قیامت پر ایمان لانے کے متعلق جس قدر تاکید قرآن شریف میں پائی جاتی ہے۔ شاید ہی کسی دوسری مذہبی کتاب میں اس کی نظیر ملتی ہو۔ باوا صاحب مسلمانوں کے اس ضروری اور لازمی عقیدہ قیامت کے متعلق جنم ساکھی کلاں صـ۵۱ اسطر ۲۳ پر لکھتے ہیں:-

چھڈو سبھے نعمتاں قیامت نوں کریاد
جُستا اُوڈسی روں جیوں جے پلیا ہتھے سواد
کھادا پیتا نکل جیوں تل گھانی تیل
رس کس کھاوے بہو گنے سنگ کسنگے میل
اوڈن بہائے کوئی ناں جیوندیاں مار مار
دنیا کھوٹی راسڑی منوں چت وسار
سکیاں نوں ڈھونڈیاں دُکھڑے ہڈ پئے
دوکھے دکھ ودھاندیاں سکھڑے نس گئے

مطلب۔ حضرت باوا نانک صاحب فرماتے ہیں۔ تمام دُنیا کی خواہشات اور نعمتیں جو دُنیا کی طرف انسان کو مائل کرتی ہیں کو ترک کرکے قیامت کو یاد کرو۔ آہ! وہ قیامت کا وقت جو نہایت نازک اور دردناک ہے۔ قیامت کو ہر وقت یاد رکھو تو تمہارا دل کبھی بدی کی طرف نہیں جائے گا۔ قیامت کے دن گنہگاروں کے جسم کی بوٹیاں اس طرح اُڑینگی جس طرح دُھنا روئی کو دُھنتا ہے گنہگاروں کا کمایا ہُوا مال اور ان کا کھایا ہُوا اناج اس طرح ان کے جسم سے نکلے گا جس طرح کولہو کے ذریعہ تلوں کا تیل نکالا جاتا ہے اور جو جو کھانے حرام کے ذریعہ سے حاصل کئے۔ وہ کل کے کل اس کے لئے دُکھوں کا ذریعہ ہونگے۔ آہ! ایسے ناجائز وسائل سے آرام کو تلاش کرنے والے دُکھوں میں مبتلا ہونگے۔ اور

دکھوں میں اس قدر ترقی ہوئی کہ سکھ اور آرام خواب و خیال ہو گیا۔ حقیقی سکھ تو مولیٰ کریم کے بتلائے ہوئے صراط مستقیم پر قدم زن ہونے سے ہی ملتا ہے قیامت کو ہر وقت یاد رکھو تاکہ تم صراط مستقیم سے اِدھر اُدھر نہ سرکنے پاؤ ۔

اس جگہ حضرت باوا صاحب نے قیامت پر ایمان لانے کی کیسی زبردست تاکید فرمائی ہے اور پھر قیامت کا کیسا دردانگیز نقشہ لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے کیا کوئی تناسخ کا قائل بھی قیامت کا قائل ہو سکتا ہے۔ حاشا و کلا پس اسی سے سمجھ لو کہ حضرت باوا صاحب کا عقیدہ کیا تھا۔ پھر فرماتے ہیں ؎

لیکھا رب منگیسیا بیٹھا کڈھ وجی
طلباں پوسن آکیاں باقی جنہاں رہی

مطلب۔ قیامت کے روز خداوند تعالیٰ لوگوں کے اعمال کا محاسبہ کریگا اور جن لوگوں نے خداوند تعالےٰ کے احکام سے روگردانی کی۔ انھیں ان کے بُرے اعمال کا خمیازہ اُٹھانا پڑے گا۔ ایک تناسخ کا عقیدت مند ہرگز یہ نہیں کہے گا کہ قیامت کے روز لوگوں کی جزا و سزا کا موازنہ ہوگا کیونکہ تناسخ کے قائل کے نزدیک تو دُورِ تناسخ میں ہی سب کا فیصلہ ہو جائے گا۔ پھر عاقبت میں جزا و سزا کا محاسبہ اور موازنہ کیا ؟

عقیدہ ملائکہ اور حضرت باوا نانک صاحب

عقیدہ ملائکہ پر ایمان لانا بھی ہر ایک مسلمان کا فرض ہے جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہے لیس البر من اٰمن باللہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتٰب والنبیّٖن (بقرہ ع ۱۴) بھلائی اسی کے لئے ہے جو ایمان لایا ساتھ اللہ اور دن پچھلے کے۔ اور فرشتوں کے اور کتاب کے۔ اور پیغمبروں کے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ باوا نانک صاحب ملائکہ کے عقیدہ کے متعلق کیا

کہتے ہیں۔ یعنی ایک راسخ الاعتقاد مسلمان کی طرح ملائکہ کے عقیدہ پر ایمان لاتے ہیں یا اس کے برخلاف راہ اختیار کرتے ہیں سو اس خیال کو لیکر جب ہم گرنتھ صاحب کی اوراق گردانی کرتے ہیں تو ہم گرنتھ میں یہ لکھا پاتے ہیں تلنگ محلہ ۵ +

جب عزرائیل بسنتی تب چکارئے بدائے

مطلب۔ جب عزرائیل رُوح قبض کرے گا۔ تو اس وقت سوائے اعمال صالحہ کے اور کوئی چیز تمہارے کام نہیں آئے گی۔" پھر اسی پر ہی اکتفا نہیں آگے فرشتوں پر ایمان لانیکی اور بھی مزید تاکید فرمائی ہے۔ تلنگ محلہ ۵۔

عزرائیل چار بندے جس تیرے آدہار
گناہ اس کے سگل عافو۔ تیرے جن دیکھے دیدار

مطلب۔ جو تیرے چار بندے ہیں۔ یعنی عزرائیل۔ جبرائیل۔ اسرافیل میکائیل ان چاروں کو وہی شناخت کر سکتا ہے۔ جس پر تیرا آدہار یعنی مہربانی ہو۔ اور ان لوگوں کے گناہ معاف ہیں۔ جو تیرے آیات کی شناخت کر سکتے ہیں اور وہی آپ کے دیدار سے مستفیض ہوتے ہیں۔" اب اس جگہ کسی حاشیہ کی ضرورت نہیں ہے خداوند تعالیٰ کے دیدار کے لئے ملائکہ کا گیان ہونا ضروری ہے۔ اب بابا صاحب مذکورہ بالا شلوک میں صاف صاف فرماتے ہیں کہ وہی لوگ ملائکہ کو دیکھ سکتے جن پر اللہ تعالےٰ کا خاص فضل ہو بدوں اس کے فضل سے فرشتوں کی شناخت مشکل ہے۔ اب دیکھ لو کہ بابا صاحب نے صاف طور پر فرشتوں کے وجود پر ایمان لانا تسلیم کیا ہے پھر اور دیکھو شری گرنتھ صاحب صفحہ ۱۷۱ پر یہ لکھا ہے:۔

ملک الموت جاں آوسی سب دروازے بھن
تنہاں پیاریاں بھائیاں اگے دتا بن

مطلب۔ جب انسان کا وقت آجاتا ہے تو خواہ کتنی حفاظت کیجائے ملک الموت

تمام دروازوں کو توڑتا ہوا آموجود ہوتا ہے اور اس وقت حقیقی رشتہ داروں پیاروں اور بھائیوں کو بھی ملک الموت کے سامنے اپنے ہتھیار پھینک دینے کے اور کوئی چارہ نہیں رہتا۔

پھر اور دیکھو شری گورو گرنتھ صاحب محلہ ۱ صفحہ ۱۵۲۴

نانک آکھے رے منا سنئے سکھ سہی
لیکھا رب منگیسیا بیٹھا کڈھ وہی
طلباں پوسن آکیاں باقی جنہاں رہی
عزرائیل فرشتہ ہوسی آئے سہی
آون جان نہ سجئے بھیڑی گلی پئی
کوڑ نہ کہئے نانکا اوڑک سچ رہی

مطلب۔ باوا صاحب فرماتے ہیں۔ سنو وہ وقت بہت نازک ہوگا اعمال کا جب حساب کتاب کھولا جائے گا۔ جو باغی ثابت ہونگے ان پر ڈنڈ تجویز ہوگا اور عزرائیل فرشتہ سامنے نظر آئے گا ہوش و حواس باختہ ہوجائیں گے کیونکہ اس "بھیڑی گلی" پلصراط سے گذرنا بہت مشکل ہوگا۔ جھوٹ برباد ہوگا۔ آخر سچ کی فتح ہوگی +

پھر اور ملاحظہ ہو شری گورو گرنتھ صاحب راگ تلنگ محلہ ۱ گھر ۱ صفحہ ۱۱۳۴

مم سر مو عزرائیل گرفتہ دل ہیچ ندانی

یعنی تیرے سر کے بال عزرائیل کے پنجہ میں ہیں۔ مطلب۔ تو تو ہر وقت موت کے منہ میں ہے مگر اے غافل تجھے کچھ بھی خبر نہیں۔

پھر اور دیکھو شری گرنتھ صاحب آدمحلہ ۱ صفحہ ۱۰۵

صبر صبوری صادقاں صبر توسہ بلائیکاں
دیدار پورے پائساں تھاڑ ناہیں کھانکاں

یعنی صبر سے آدمی صادق بنجاتا ہے بلاشبہ صبر انسان کو فرشتہ بنا دیتا

ہے جس کے نتیجہ میں ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مستفیض ہوتے ہیں ؛

قرآن مجید اور حضرت باوا نانک صاحب

قرآن مجید پر ایمان لانا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ درحقیقت یہی ایک ایسی مقدس کتاب ہے جس کے پڑھنے اور عمل کرنے سے حیوان سے انسان۔ اور انسان سے باخدا انسان بنجاتا ہے یہ قرآن مجید کا ادنیٰ سا کرشمہ ہے کہ اس نے عرب کے بدوؤں کو قطب اور غوث بنا دیا۔ یہ قرآن مجید کا معجزہ ہے کہ اس نے عربوں کو جن کے اخلاق بدرجہ غایت رذیل اور بگڑ گئے تھے تہذیب میں تمام دُنیا کے اُستاد کر دیا۔ قرآن مجید وہ پاک نسخہ ہے جس کو ہاتھ میں لیکر مسلم تحت الثریٰ سے نکل کر معرفت کے مینار پر جا پہنچا۔ اب ایسی بے نظیر مطہر اور پاکیزہ کتاب کے متعلق جو حسنات کا نہ صرف مجموعہ بلکہ مصدر ہے۔ باوا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت ہی وضاحت اور صراحت کے ساتھ قرآن مجید یا بالفاظ دیگر دین اسلام کی حقانیت کو کل ادیان سے فضیلت دی ہے اور حضرت باوا صاحب نے بغیر کسی لاگ لپیٹ کے نہایت ہی وضاحت کے ساتھ اس امر کا اظہار کیا ہے اور کل سماوی کتب کے ساتھ مقابلہ کر کے اس امر کو کمال . . . . . صراحت سے آشکار اور مبرہن کر دیا کہ فی زمانہ جسے ہندو لوگ اپنی اصطلاح میں کل یگ کہتے ہیں اور مسلمان قبیح اعوج کے نام سے پکارتے ہیں . . . . . جبکہ پاپوں کا زیادہ زور اور دُنیا کثرت سے گناہوں میں ڈوبی ہوئی ہے ایسے پرآشوب زمانہ میں اگر کوئی کتاب لوگوں کو گناہوں اور عصیان کی دلدل سے نکال کر تقوےٰ طہارت کے باغیچہ میں لا سکتی ہے۔ تو وہ صرف قرآن مجید ہی ہے اگر ایسے نازک وقت میں کوئی عمل دُنیا کو ظلمت اور اندھیرے سے نکال کر روشنی کے مینار پر لا کھڑا کرے گا۔ تو وہ صرف قرآن مجید ہی ہے جیسا کہ حضرت باوا صاحب

نے گرنتھ صفحہ ۱۳۶۸ پر فرمایا ہے:-

بیت ون پوجاست ون سنجم جپ دن کاہے جنیو
ناوھو دھوؤ تلک چڑھاؤ بیج ون سوچ نہوئی
کل پروان کتیب قرآن۔ پوتھی پنڈت رہے پران

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔ پوجا پاٹ بھی آجکل کام نہیں دے سکتا۔ چھوت چھات کا مسئلہ بھی ناکارہ ثابت ہوا۔ جنیو بھی کسی کام نہ آیا۔ اشنان کا کرنا اور ماتھے پر تلک قشقہ لگانے نے بھی کچھ کام نہ دیا۔ ہاں آجکل اس تنزل اعوج کے زمانے میں اگر کوئی کتاب کام آئی۔ تو وہ صرف قرآن مجید ہی تھا جس کے سامنے دیگر پوتھیوں (کتب) پنڈت اور پرانوں وغیرہ کی کچھ دال نہ گلی۔ اس جگہ دیکھو حضرت باوا صاحب نے کس طرح کھول کھول کر قرآن مجید کی فضیلت اور تقدیس بیان کی ہے۔ اب اس سے بڑھ کر بھلا اور کیا فوقیت کا اظہار ہو سکتا ہے۔ اسی پر اکتفا نہیں ہے۔ دوسری جگہ جنم ساکھی کلاں صفحہ ۴۷ میں حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں:-

توریت زبور۔ انجیل۔ ترے پڑھ سن ڈٹھے وید
رہی قرآن کتاب کل بیکھ میں پروار

مطلب۔ حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ توریت۔ زبور۔ انجیل اور وید ان ہر سہ کتب کو خود بھی پڑھا۔ اور دوسروں سے پڑھوا کر بھی سنا۔ اس زمانہ میں جبکہ دنیا میں پاپوں اور گناہوں کی کثرت ہو رہی ہے۔ اگر کوئی کتاب دنیا کو گناہوں سے بچا سکتی ہے تو وہ صرف قرآن مجید ہی ہے۔ اب دیکھ لو کہ حضرت باوا صاحب نے کس طرح پکار کر اس امر کا اعلان کر دیا ہے کہ اس زمانہ میں اگر کوئی کتاب دنیا کو گناہوں سے بچا سکتی ہے تو وہ صرف قرآن مجید ہی ہے اور کوئی کتاب ساتھ نہیں دے سکتی۔ اب ہم نہیں سمجھتے کہ اس سے بڑھ کر کوئی اور ثبوت ہو سکتا ہے۔ ان دلائل بینہ کے سامنے ایک حق جو انسان کی

رُوح تو فوراً پکار اُٹھے گی۔ کہ حضرت باوا صاحب ایک راسخ الاعتقاد مومن تھے۔ غور کرو۔ خداوند تعالےٰ نے حضرت باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سینہ کو کس طرح صاف کر دیا تھا۔ انھوں نے اپنی خداداد فراست سے یہ دیکھ لیا کہ توریت اپنی اصلی حالت پر قائم نہیں۔ زبور۔ انجیل کا بھی تراجم در تراجم سے کچھ کا کچھ بن گیا۔ ویدوں کو کوئی پڑھ نہیں سکتا۔ اگر کوئی اکا دکا ویدوں کے پڑھنے والا مل بھی جاتا ہے تو وہ سوائے آگ۔ وایو۔ سورج اور چاند وغیرہ کی پرستش کے اور کچھ نہیں بتلا سکتا صرف قرآن کریم ہی ہے جس کو آج بھی لوگ ویسی ہی آسانی سے پڑھ سکتے ہیں۔ جیسا کہ آج سے تیرہ سو سال پہلے پڑھ سکتے تھے۔ جگہ بہ جگہ قرآن کریم کے حفاظ موجود۔ یہ فخر سوائے قرآن کریم کے اور کسی مذہبی کتاب کو حاصل نہیں ہے۔ قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کے لفظ لفظ سے توحید کی صدا بلند ہوتی ہے۔ اس لئے باوا صاحب فرماتے ہیں کہ آجکل کے پر آشوب زمانہ اور قبیح اعوج میں اگر کوئی کتاب ہماری نجات کا ذریعہ ہو سکتی ہے تو وہ صرف قرآن کریم ہی ہے۔ پھر آگے چل کر جنم ساکھی بھائی بالا صـ ۴۷ سطر ۱۲ میں حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں

کھاون قسم قرآن دی کارن دنی حرام
آتش اندر سڑسن آکھے نبی کلام

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ ایسی بے نظیر کتاب جس کے حرف حرف سے توحید کی صدا بلند ہو رہی ہے۔ جو اس پیاری کتاب کی جھوٹی قسم کھاتے ہیں۔ بلاشبہ وہ دوزخ کا ایندھن ہیں ✦

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ یہ میں نہیں کہتا۔ بلکہ نبی کی کلام یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے بھی یہی ظاہر ہے۔ اللہ اللہ اس خدا کے پیارے کے دل میں اس پیارے کلام کی کیسی عزت تھی۔ اب فرمائیے دوستو ایسے شخص کو مسلمان کہیں یا ہندو! یا ان ہر دو سے الگ۔ انصاف

آپ پر۔ آپ ہی منصف بن کر اس کا جواب دیں۔ پھر آگے چل کر جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۲ میں حضرت باوا صاحب قرآن کریم کے متعلق فرماتے ہیں:۔

تیہے حرف قرآن دے تیہے سپارے کین
تس وچ پند نصیحتاں سُن سُن کرو یقین

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں۔ قرآن شریف کے تیس حروف اور تیس ہی پارے کئے گئے ہیں اور اس اکمل اور اتم کتاب میں لا انتہا معرفت کے نکات بھرے پڑے ہیں۔ اے سُننے والو تم نہ صرف سُنو ہی بلکہ اس پر ایمان لاؤ۔ پھر وار آسا محلہ اپہلا میں درج ہے:۔

نانک میرو شریر کا ایک رتھ ایک رتھوائے
جگ جگ پھیر وٹایا گیانے بجھے تائے
سام کہے ستمیر سوامی سچ میں آپھے سچ رہے
سب کو سچ سماوے
رگ کہے رہیا بھرپور رام نام دیوا میں سور
نام لیا پر اشچت جائے
نانک تیون موکھنتر پائے
جج میں جور چھلی چندراول کاہن کرشن جادم بھیا
پارجات گوپی لے آیا بندرابن میں رنگ کیا
کل میں بید اتھروں ہویا ناؤ خدائے اللہ بھیا
نیل بستر لے کپڑے پہرے ترک پٹھانی عمل کیا

مطلب۔ باوا صاحب اس جگہ فرماتے ہیں کہ یہ عالم یعنی کائنات ایک رتھ پر سوار ہے اور اس رتھ کے چلانے والا ایک ہی ہے ہاں وقتاً فوقتاً ضروریات زمانہ کے لحاظ سے رتھ بدلتے رہتے ہیں۔ مگر اس کا چلانے والا یعنی "رتھوا" کبھی نہیں بدلتا شروع سے ایک ہی رہا ہے۔ ست یگ

کے زمانہ میں یہ رتھ جس پر سوار ہو کر اہل دنیا دینی اور دنیوی مصائب سے محفوظ رہے۔ ستیا ویدتھا اور دنیا کے دوسرے دور یا عہد یعنی ترتیا یگ میں رگ وید تھا۔ اور دنیا کے تیسرے عہد یعنی دواپر میں "یجر وید" تھا۔ اور دنیا کے اس آخری زمانہ میں جسے ہندو لوگ "کل یگ" کے نام سے پکارتے ہیں۔ اور مسلمان "فیج اعوج" کہتے ہیں۔ ایسے پر آشوب زمانہ میں دنیا کی نجات کے لئے وہ وید ہے۔ جس میں پرماتما کے نام کو "اللہ" کے لفظ سے پکارا گیا ہے۔ اور اس وید کے ماننے والے ترک اور پٹھان ہونگے۔ اب جائے غور ہے کہ وہ کونسا وید ہے جس میں پرماتما کا نام اللہ کہا گیا ہے صاف ظاہر ہے کہ یہ "وید قرآن مجید ہی ہے" جس کی پہلی ہی سورۃ میں الحمد للہ رب العلمین یعنے سب تعریف "اللہ" ہی کے لئے ہے جو عالمین کا رب ہے۔ اور ترک اور پٹھان کس وید کو مانتے ہیں قرآن مجید ہی کو۔ تو باوا صاحب کا یہ فرمانا کہ کل یگ یا فیج اعوج کے زمانہ میں صرف قرآن مجید ہی وہ وید ہے۔ جس کو پڑھ کر اور جس کی ہدایات پر عمل کر کے انسان نجات اور مکتی حاصل کر سکتا ہے۔ یہ سکھ دوستوں کے لئے بہت ہی قابل توجہ ہے کیونکہ یہ ان کے گورو اعظم حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ اور پھر یہ اُس بانی (اقوال) میں درج ہے جسے ہر ایک عقیدت مند سکھ روزانہ صبح کے وقت پڑھتا ہے۔ "یعنے آسا دی وار" میری درد دل سے دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ میرے سکھ دوستوں کو اس شلوک پر تدبر کرنے کی توفیق دے +

پیارے دوستو! اب آپ ہی انصاف سے جواب دو کہ ہم ایسے خدا کے پیارے کو جسے قرآن کریم کے ساتھ ایسی حُب اور نماز کے ساتھ ایسا لگاؤ۔ اور حج کعبہ شریف کا ایسا دلدادہ ہو کہ ایسے پُرخطر وقت میں جبکہ راستے نہایت کٹھن اور دشوار تھے حج کعبہ کے لئے جائے۔ اور مکہ میں تقریباً ایک سال اقامت گزین رہے۔ ایسے خدا کے پیارے اور ولی اللہ کو ہم

مسلمان نہ کہیں تو اور کیا کہیں ؟

شری گورو نانک دیو جی مہاراج کا چولہ

باوا نانک صاحب کا چولہ جو ڈیرہ بابا نانک ضلع گورداسپور میں ایک عظیم الشان دھرم شالہ (سکھوں کا مذہبی مقام) میں رکھا ہوا ہے اور سال بسال وہاں میلہ ہوتا ہے اور دُور دراز سے لوگ اس میلہ میں شریک ہوتے ہیں اور چولہ صاحب جو کم از کم تین صد رومالوں میں لپٹا ہوا ہے۔ اس کے سامنے عقیدت مند سکھ دوزانو ہو کر متھا ٹیکتے ہیں۔ اس چولہ صاحب پر قرآن مجید کی مقدس آیات لکھی ہوئی ہیں۔ اس چولہ کا مفصل حال اس طرح پر ہے۔

یہ چولہ بعہدہ وصیت نامہ ڈیرہ بابا نانک ضلع گورداسپور کی دھرم شالہ میں بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ رکھا ہوا ہے اور یہ چولہ کابلی مل کی اولاد جو باوا صاحب کی نسل میں سے تھا۔ ان کے قبضہ میں ہے۔ غرض یہ چولہ صاحب نہایت عزت سے رکھا ہوا ہے۔ اس پر تین سو کے قریب یا کچھ زیادہ رومال لپٹے ہوئے ہیں اور بعض ان میں سے نہایت قیمتی اور نفیس ہیں۔ اور یہ ایک سوتی کپڑا ہے جو کہ بادامی رنگ اور کناروں پر کچھ کچھ سرخ نما بھی ہے سکھوں کی جنم ساکھیوں کا یہ بیان ہے کہ اس میں تیس پارے قرآن شریف کے لکھے ہوئے ہیں۔ جو قرآن کریم میں ہیں اور سکھوں میں یہ امر متفق علیہ واقعہ کی طرح مانا گیا ہے کہ یہ چولہ صاحب جس پر قرآن شریف لکھا ہوا ہے۔ آسمان سے باوا صاحب کے لئے اترا تھا اور قدرت کے ہاتھ سے سیا گیا۔ اور قدرت کے ہاتھ سے باوا صاحب کو پہنایا گیا۔ یہ اشارہ اس طرف بھی تھا کہ اس چولہ پر آسمانی کلام ہے جس سے باوا صاحب نے ہدایت پائی اور اس پر کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ چولہ پر

لکھا ہوا ہے اور ایسی کئی اور قرآنی آیات ہیں اور باوا نانک صاحب کی اسلام کے لئے یہ ایک عظیم الشان گواہی ہے۔ درحقیقت یہ نہایت ہی مبارک کپڑا ہے جس میں بجائے زری کے کام کے آیات قرآنی لکھی ہوئی ہیں اس پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہایت خوشخط قلم سے لکھا ہوا ہے اور پھر موٹی قلم سے بہت جلی اور خوشخط لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا ہے اور پھر چولا پر موٹے حروف سے یہ لکھا ہوا ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ یعنے سچا دین اسلام ہی ہے اور کوئی نہیں۔ اور پھر چولہ صاحب میں یہ بھی لکھا ہوا ہے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ غرضکہ وہ چولہ صاحب تمام قرآنی آیات سے ہی بھرپور ہے اور اللہ تعالےٰ کے نور سے منور ہو کر جگمگ جگمگ کر رہا ہے کسی جگہ سورۂ فاتحہ لکھی ہوئی ہے اور کسی جگہ سورۂ اخلاص۔ اور کسی جگہ قرآن شریف کی یہ تعریف ہے۔ کہ قرآن خدا کا پاک کلام ہے اس کو ناپاک لوگ ہاتھ نہ لگاویں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے باوا صاحب کا سینہ کھول دیا تھا۔ اس لئے وہ اللہ اور رسول کے عاشق زار ہو گئے تھے۔ غرض اس چولہ سے صاف نمایاں ہوتا ہے کہ باوا صاحب دین اسلام پر دل و جان سے فدا تھے اور وہ اس چولہ کو بطور وصیت چھوڑ گئے تھے تاکہ سب لوگ اور آنے والی نسلیں ان کی اندرونی حالت پر زندہ گواہ ہوں۔ تمام چولہ پر قرآن شریف اور کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت لکھا ہوا ہے اور بعض جگہ آیات کو صرف ہندسوں میں ہی ظاہر کیا گیا ہے ہر ایک جگہ قرآن شریف اور اسمائے الٰہی لکھے ہیں جس میں باوا صاحب شہادت دیتے ہیں کہ بجز دین اسلام کے تمام دین ناکارہ اور بیہودہ ہیں۔ شری گورو گرنتھ صاحب میں یہ شلوک ہے:۔

جنکے چولے رنڑے کنت تنہاں کے پاس

دھوڑ تنہاں کی جے ملے کہو نانک کی ارداس

مطلب۔ جن کے چولے موافق فرمودہ اللہ تعالیٰ صبغۃ اللہ و من احسن من اللہ صبغۃ۔ رنگ اللہ کا ہے اور اللہ سے زیادہ کس کا خوبصورت رنگ ہے جس کا ایسے رنگ میں رنگین چولہ ہو۔ وہ اسکی جوارِ رحمت میں جگہ پاتے ہیں۔ ایسے چولہ سے ملبوس لوگوں کے پاؤں کی گرد بھی ملے تو بسا غنیمت ہے۔ چولہ ڈیرہ بابا نانک میں موجود ہے جس کا دل چاہے وہاں جا کر دیکھ لے ہمیں حیرت ہے کہ باوجودیکہ چولہ ایسے شخصوں کے ہاتھ میں رہا۔ جنکو اللہ اور رسول پر ایمان نہ تھا۔ اور پھر ایسی سلطنت کا زمانہ بھی اسپر آیا جس میں تعصب اس قدر بڑھ گئے تھے کہ ہانگ ویدنا ہی قتل عمد کے برابر سمجھا جاتا تھا جہاں کسی مسلمان نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ پس تمام ہندوؤں کی روٹیاں اور وہ بذات خود بانگے گئے۔ چونکے اور چولہے بھرشٹ ہو گئے۔ مگر چولہ صاحب اس وقت بھی ضائع نہ ہوا۔ جب تمام سکھوں کی سلطنت بھی اس کے وقت میں ہی بنی اور نابود بھی ہو گئی۔ مگر وہ چولہ اب تک موجود ہے۔ یہ صریح کرامت ہے۔ ان واقعات کو پیش نظر رکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ بیشک اسلام کا خدا حامی ہے۔ جو لوگ شیطان کے مطیع ہو کر دریدہ دہنی اور بے باکی سے اسلام کی توہین کرتے ہیں وہ تو اپنا اعمال نامہ سیاہ کر رہے ہیں۔ سچ ہے اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا۔ اگر خدا تعالیٰ کا ہاتھ اس چولہ پر نہ ہوتا۔ تو وہ ان انقلابوں کے وقت کب کا نابود ہو گیا ہوتا۔ جنم ساکھی بھائی بالے والی جو انگد کی جنم ساکھی کر کے مشہور ہے کے صفحہ ۴۳۴ پر چولہ صاحب کے بارے میں اس طرح لکھا ہے جس کا لفظی ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

"ایک زمانے میں مردانے نے گورو جی کے سامنے ادب سے عرض کی۔ اے سچے بادشاہ عرب کا ملک کیسا ہے۔ سری گورو جی نے کہا۔ مردانہ تو دیکھنا چاہتا ہے تو تجھے دکھلائیں گے تب پھر سری گورو جی نے مجھے فرمایا۔ کیوں بھائی بالا

کیا مرضی ہے۔ مینے عرض کی جو آپ کی ہو۔ تب سری نانک صاحب چل کر عرب ملک میں پہنچے۔ اور اس ملک کے بادشاہ کا نام لاجورد مشہور تھا اور بہت ظلم کرتا تھا۔ رعیت بڑی تنگ تھی۔ اور جو کوئی ہندوستان سے اس ملک میں جاتا۔ اسے قتل کر دیا کرتا تھا۔ اُس ملک میں دھوم مچ رہی تھی۔ جب تمام لوگ بہت تنگ ہوئے تو پرمیشور کے آگے عاجزی سے دُعا کی تو انکی عاجزی کی دُعا بارگاہ میں قبول ہوئی۔ تب خدا کی بارگاہ سے باوا نانک جی کو آسمانی ندا ہوئی۔ اے نانک میں تجھ سے بہت خوش ہوں اور ایک خلعت تجھ کو عطا ہوتا ہے تب گوروجی نے عرض کی۔ اے وحدہٗ لاشریک جو تیری رضا ہو تو سری گوروجی نے مراقب ہوکر خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ تب ایک خلعت مرحمت ہُوا۔ اور اس پر قدرت کے حرف عربی۔ ترکی۔ فارسی۔ ہندی سنسکرت لکھے ہوئے پانچوں طرح کے موجود تھے۔ تب سری گوروجی وہ خلعت پہنکر اس شہر کے دروازے سے باہر جا بیٹھے۔ سات روز کے گزرنے کے بعد لوگوں نے کہا۔ بھائیو یہ کیسا درویش ہے جس کے خلعت پر قدرتی قرآن کے تیس پارے لکھے ہوئے ہیں۔ جب انکو غور سے دیکھا تو بادشاہ کو خبر دی کہ ہمارے شہر کے باہر ایک درویش ایسا بیٹھا ہے کہ جس کے گلے میں ایک خلعت ہے۔ اس خلعت پر تیس پارے قرآن کے لکھے ہوئے ہیں۔ تب بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ اس درویش کے جسم سے وہ خلعت اُتار لا۔ تب وزیر نے جاکر کہا۔ اے درویش یہ خلعت اُتار اور ہمیں دے کہ ہمارا بادشاہ طلب کرتا ہے بادشاہ کی حکم عدولی نہیں چاہیئے ورنہ آپ کو سزا دے گا۔ تب یہ بات سُنکر سری بابے جی نے کہا کہ بھائیو اگر تم سے اُتر سکتا ہے تو اُتار لو۔ جب سری بابے جی نے یہ فرمایا۔ تو جس قدر لوگ وزیر کے ساتھ تھے سب کے سب سری بابے جی کی طرف دوڑے۔ لیکن وہ قدرتی خلعت اور قدرتی کپڑا پہنایا ہُوا اور وحدہٗ لاشریک کا عطیہ کس طرح وہ جھوٹے لوگوں سے اُتر سکتا تھا۔ بہت کچھ جتن

کیا نہ کھینچنے سے اُترا نہ پھاڑنے سے پھٹ کر اُترا۔ تو سب لوگ حیران رہگئے بادشاہ کے پاس اطلاع دی گئی کہ اے بادشاہ۔ اس فقیر کے گلے سے وہ خلعت نہیں اُترتا ہے۔ تب بادشاہ نے سُنکر سخت ناراض ہوکر کہا۔ کہ تم اس فقیر کو دریا میں ڈبو دو۔ جب یہ حکم وزیر کے پاس آیا تب وزیر نے لوگوں سے کہا کہ اس فقیر کو دریا میں غرق کردو۔ تب ان لوگوں نے سری گورو نانک جی کو دریا میں دھکیل دیا۔ اور سب لوگ تماشا دیکھ رہے تھے۔ تو سری بابے جی کے گلے کا خلعت بھیگا بھی نہ تھا۔ اور ان کو پانی کا اثر بھی نہ پہنچا۔ پانی کے موکل یعنے فرشتہ نے دونوں ہاتھوں پر تھام لیا۔ اور سری گورو جی کے قدم چوم کر صحیح سلامت کنارے پر بٹھا دیا۔ تب وہ لوگ سری باباجی کو دیکھ کر متعجب ہوئے پھر بادشاہ نے غضبناک ہوکر کہا کہ اس فقیر کو آگ میں جلا دو۔ تب وزیر نے لکڑیاں جمع کرا کر سری گورو جی کے اِرد گرد چُنیں اور پھر آگ لگا دی۔ تب موکل آتش یعنے فرشتہ آگ نے سری گورو جی کے قدموں پر نمسکار کرکے یہ عرض کی تو آپ کے جسم کا ایک بال بھی نہیں جلا۔ لیکن سب لکڑیاں جل کر راکھ ہوگئیں تب لوگ دیکھ کر حیران ہوگئے۔ پھر جب یہ خبر بادشاہ نے سُنی اور کہنے لگا کہ یہ فقیر کوئی چٹکلے دکھلانے والا ہے۔ لیکن اس کو کسی اونچی جگہ سے گرا دو۔ تب سری گورو جی کو بڑے اونچے پہاڑ سے نیچے گرا دیا۔ جب سری گورو جی گرے تو ہوا کے موکل یعنے ہوا کے فرشتے نے سری بابے جی کو اپنے ہاتھوں پر بٹھا کر ایک ہنڈولے میں زمین پر لا اُتارا۔ پھر وہاں بہت خوبصورت پھولوں کی سیج پر آ بیٹھے۔ اور اس مُلک کے سب لوگ وہاں کھڑے تھے دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے تب وزیر نے بادشاہ کو جاکر کہا کہ وہ فقیر تو اب تک بھی زندہ ہے تو بادشاہ نے کہا اے وزیر یہ فقیر تو کوئی چٹکی ہے۔ لیکن تم کوئی عمیق گڑھا کھود کر اور اس میں اُسے ڈال کر اُوپر سے پتھراؤ کرو۔ تب وزیر نے ایک بڑا بھاری کھاتہ کھدوا کر سری گورو جی کو اس میں ڈال کر اوپر پتھروں کی بھرمار کی اور سری گورو جی

کو ہزاروں من کے پتھروں سے دبا کر سب اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ اور جن لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا قصہ گذرا۔ تب انھوں نے کہا بھائی اب تو اس درویش کا بال بھی نہیں رہا ہوگا۔ لیکن جو رب العلمین اور کل کائنات کا مالک ہے جس کی لگن اس سے لگی ہو اسے کون مارنے والا ہے جب صبح ہوئی تو لوگ باہر نکلے تو کیا دیکھا کہ سری باباجی وہاں براج مان ہیں اور مراقبے میں گئے ہوئے ہیں تو ان لوگوں نے کہا یہ درویش تو باہر ہے اور اس کا ایک بال بھی بیکا نہیں ہوا۔ تو بادشاہ نے کہا کہ میرے روبرو قتل کردو۔ تو گوروجی کو بادشاہ کے سامنے کئی بار تلوار ماری گئی۔ مگر باباجی کو اثر نہ ہوا تو پھر بادشاہ غضبناک ہو کر کہنے لگا کہ اس درویش کو پھانسی لٹکا دو۔ تو جب وزیر سری گوروجی کو سولی کے پاس لے گئے تو سولی سبز ہو گئی +

بعض لوگ انگد کی جنم ساکھی کے اس بیان پر تعجب کریں گے کہ یہ چولہ جو آسمان سے نازل ہوا ہے اور خدا نے اس کو اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔ مگر خدا کی بے انتہا قدرتوں پر نظر کر کے کچھ تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ اس کی قدرتوں کا کون شمار کر سکتا ہے۔ اور کون انسان یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس کے اقتدار کا دائرہ محدود ہے ایسے کمزور اور تاریک ایمان تو دہریوں کے ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ باواجی کو یہ قرآنی آیات الہامی طور پر معلوم ہو گئی ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے لکھی گئی ہوں اور وہ سب فضل خدا تعالیٰ کا فعل سمجھا گیا ہو۔ کیونکہ قرآن شریف آسمان سے نازل ہوا ہے اور ہر ایک ربانی الہام آسمان سے ہی نازل ہوتے ہیں۔ جب کسی انسان کو خدا کی معرفت کی لگن لگی ہوتی ہے تو اس کی تائید میں اللہ تعالےٰ بڑے بڑے عجائبات دکھلاتا ہے۔ پھر اس سے کیسے انکار ہو سکتا ہے اور اس سے کیوں تعجب کرنا چاہیئے کہ یہ چولہ

قدرت سے ہی لکھا گیا ہو۔ چونکہ باوا صاحب طلب حق میں ایک پرندہ کی طرح مُلک بہ مُلک پرواز کرتے پھرے۔ اور اپنی عمر کو اس راہ میں وقف کر دیا تھا۔ اللہ تعالےٰ اپنے بھگتوں کو ضائع نہیں کرتا۔ اس لئے ان کو وہ چولہ دیا۔ جس پر قدرت کے تمام نقوش ہیں تا ان کو اسلام پر پُورا پُورا یقین ہو جائے۔ اور وہ سمجھیں کہ بجز لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے اور کوئی سبیل نجات نہیں۔ تا اس چولہ کو پہنکر اس کو اپنی نجات کا ذریعہ قرار دیں اور تمام دنیا کو اپنے اسلام پر گواہ کر دیں۔

غور کرو کہ اس چولہ مبارک پر قرآن کریم کی آیات لکھی ہوئی ہیں۔ اور صاف لکھا ہے کہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ یعنے خدا کے نزدیک سچا دین اسلام ہی ہے اور اس کلام کی لوگوں کے دلوں میں اس قدر عزت جانی کہ جب کوئی بلا پیش آتی اور کوئی سختی نمودار ہوتی۔ یا کوئی عظیم الشان کام کو سرانجام دینا ہوتا تو اس چولہ شریف کو سر پر باندھ کر اور کلام الٰہی جو اس پر لکھا ہُوا تھا سے برکت چاہتے۔ تب خدا تعالےٰ وہ مُراد پوری کر دیتا۔ اور اب تک جو عرصہ چار سو سال کا گزر گیا ہے اس چولہ سے مشکلات کے وقت برکتیں ڈھونڈتے ہیں۔ اور بے اولادوں کے لئے کلام الٰہی سے لونگ چھوا کر لوگوں کو دیتے ہیں اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی عجیب تاثیرات ہوئی ہیں۔ غرض وہ برکتوں کے حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اور بلاؤں کے دفع کرنے کا موجب سمجھا جاتا ہے اور صدہا روپیہ کے شال اور ریشمی کپڑے اس پر چڑھے ہوئے ہیں اور کئی ہزار روپیہ خرچ کر کے اس کے لئے وہ مکان بھی بنایا گیا ہے جس میں آجکل چولہ شریف رکھا ہُوا ہے۔ اور اسی زمانہ میں لا انتہا برکتیں باوا انگد جی نے چولہ صاحب کی لکھی ہیں جو باوا جی کے پہلے جانشین تھے اور جس کا حال ہم

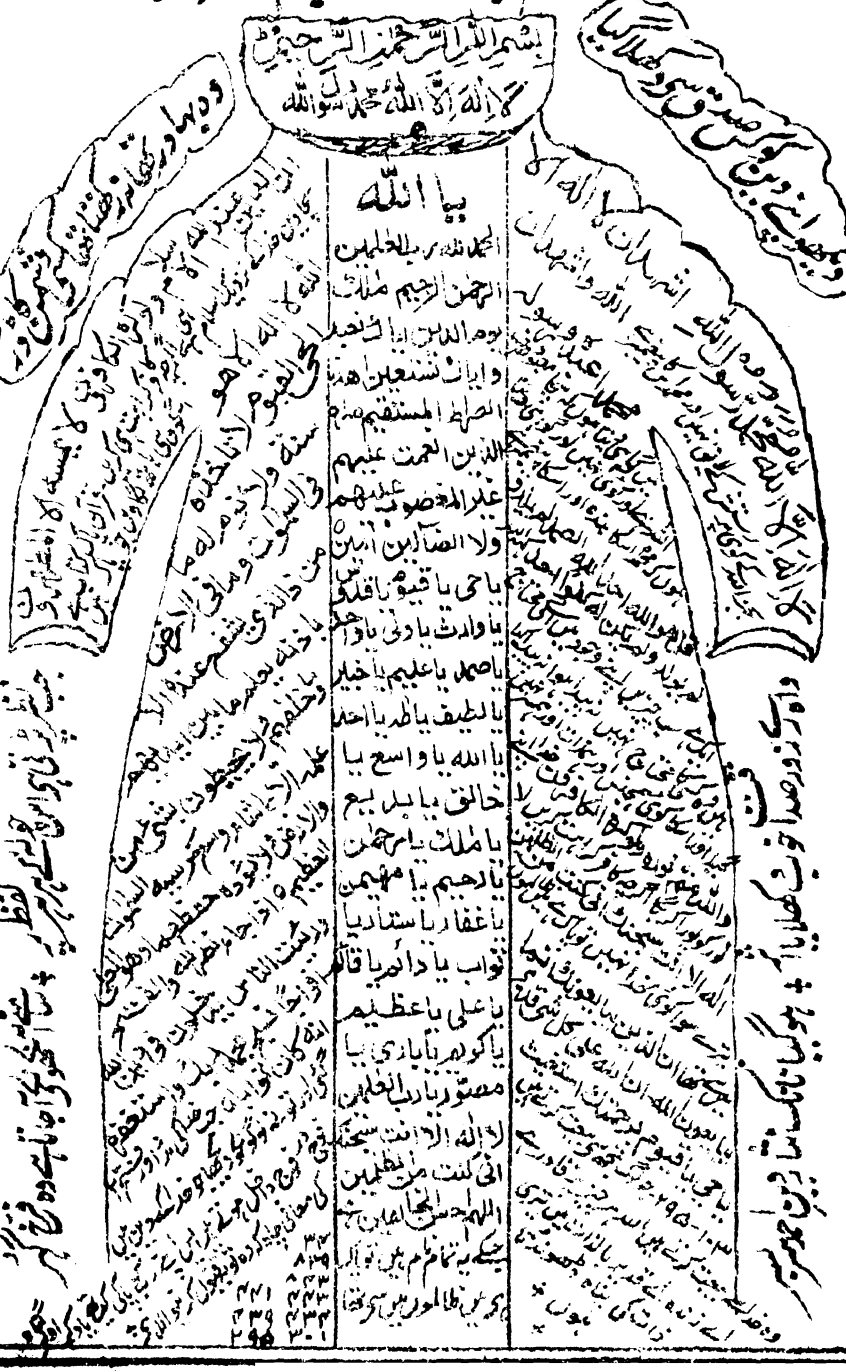
پہلے درج کر آئے ہیں۔ اور چولہ صاحب کا نام بڑی عزت اور اکرام کے ساتھ جنم ساکھی میں لیا گیا ہے اور وہاں صاف درج ہے کہ وہ کلام جو چولہ صاحب پر لکھا ہوا ہے وہ قدرتی کلام ہے اور اس کو آسمانی چولہ تسلیم کیا گیا ہے اور خدا تعالےٰ کا کلام ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایک دُنیا اس کی تعظیم کے لئے جُھک پڑی۔ اور نہایت سرگرمی سے اس کی تعظیم کرتی ہے بیشک یہ چولہ اپنی ان تمام پاک آیات کے ساتھ جو اس پر لکھی ہوئی ہیں۔ باوا صاحب کی ایک پاک یادگار ہے۔ اور پاک ہے وہ مکان جس میں رکھا گیا۔ اور پاک ہے وہ کپڑا جس پر یہ مقدس کلام لکھا گیا۔ اور پھر پاک تھا وہ وجود جو اسے لئے پھرا۔ اور حیف ہے اس پر جو اس کے خلاف کہے۔ اور مبارک ہیں وہ جو اس چولہ صاحب سے برکت ڈھونڈتے ہیں۔ نئے اڈیشنوں میں اب سکھ صاحبان کی طرف سے یہ تحریف کی گئی ہے کہ یہ چولہ ڈیرہ بابا نانک میں نہیں رہا بلکہ اُڑ کر آسمان کی طرف چلا گیا +

سو یاد رہے کہ یہ صریح تحریف ہے۔ آج سے دس یا پندرہ سال قبل کے اڈیشنوں میں اس کا ذکر تک نہیں۔ یہ تحریف بتلاتی ہے کہ اسلامی تائید کے ہر ایک واقعہ کو سکھ صاحبان کس طرح چن چن کر اپنے مذہبی لٹریچر سے علیحدہ کر رہے ہیں +

وہ چولہ جو اس قدر برکات اور عجائبات کا سرچشمہ ثابت ہوا اس کی تصویر صفحہ ۱۳۶ پر ملاحظہ ہو +

چولہ

ادھر آئیں دیکھیں یہ تصویر ہے — باوا نانک صاحب — یہی پاک چولہ جہانگیر ہے



باوا صاحب کا دوسرا تبرک

(ماخوذ از چشمہ معرفت۔ قابل توجہ سکھ صاحبان)

یہ مقام گوروہر سہائے واقع ضلع فیروزپور سکھوں کے ایک نہایت معزز خاندان کے قبضہ میں باوا نانک صاحب اور ان کے بعد گدی نشین گوروں کے چند تبرکات چلے آتے ہیں جن میں ایک تسبیح (جس کو ہندو مالا کہتے ہیں) باوا صاحب موصوف کی اور ایک پوتھی اور ایک قرآن شریف اور چند دیگر اشیاء ہیں۔ یہ قرآن شریف اور دیگر تبرکات نہایت ادب کے ساتھ بہت سے ریشمی غلافوں کے درمیان بند ہیں اور ان کو کھولا نہیں جاتا جب تک کہ اُن کے درشن کرنے کا خواہشمند اس گورو کو جس کے قبضہ میں وہ ہیں مبلغ ایک سو روپیہ نقد نہ دے اور اس کو کھولنے سے پہلے وہ گورو ایک سو ایک دفعہ اشنان یعنی غسل کرتا ہے۔ تب وہ اپنے آپ کو اس قابل خیال کرتا ہے کہ اس کو کھولے اور ہاتھ لگائے۔ ان تبرکات کے درشن کرنے کے واسطے اور اُن کے آگے سر جھکانے کے واسطے سکھ اور ہندو لوگ سیالکوٹ۔ راولپنڈی۔ ڈیرہ اسمٰعیل خان۔ ڈیرہ غازی خان۔ کوئٹہ اور دیگر سرحدی علاقجات بلکہ کابل تک سے آتے ہیں۔ آجکل جس کے قبضہ میں یہ تبرکات ہیں اُس کا نام گورو روشن سنگھ صاحب ہے۔ یہ صاحب گورو رام داس کی اولاد میں سے ہیں جو کہ باوا نانک کے بعد چوتھے گورو تھے۔ گورو [illegible] سے گذرے ہیں۔

فیروزپور گزٹیر مطبوعہ ۱۸۸۵ء میں [illegible] نے اس خاندان کے متعلق لکھے ہیں ان میں سنہ [illegible] اعلیٰ دہی گورو رام داس صاحب تھے جن کے نام نامی پر امرتسر [illegible] ہری مندر نامزد ہے۔ پہلے یہ تبرکات ضلع لاہور [illegible]

گاؤں محمدی پور نام میں تھے جہاں سے اس خاندان کا بزرگ گورو جیون مل نقل مکان کر کے موجودہ مقام میں آ گیا اور یہاں اس نے ایک گاؤں آباد کیا جس کا نام اپنے بیٹے کے نام پر گورو ہرسہائے رکھا۔ چنانچہ آج تک یہ گاؤں اسی نام سے مشہور ہے۔ گورو جیون مل کے بعد اس کا بیٹا گورو ہرسہائے گدی نشین ہوا اور اس کے بعد گورو اجیت سنگھ اور پھر گورو امیر سنگھ اور پھر گورو گلاب سنگھ اور پھر گورو فتح سنگھ (موجودہ گورو کا باپ) یکے بعد دیگرے جانشین ہوتے چلے آئے۔ ان تبرکات قرآن مجید وغیرہ کے سبب اس خاندان کا اثر ہمیشہ سکھ قوم پر رہا اور رہا ہے انھیں تبرکات کے سبب سے یہ خاندان ہمیشہ بڑی بڑی جاگیروں کا مالک رہا ہے چنانچہ اب تک ۲۶ گاؤں ان کے قبضہ میں ہیں جو ضلع فیروز پور میں ہیں اور ان کے علاوہ ریاستہائے نابھہ و پٹیالہ میں بھی انکی جاگیریں ہیں۔ ان تبرکات کے دیکھنے کے واسطے اور ان سے فیض حاصل کرنے کے واسطے بڑے بڑے آدمی وہاں جایا کرتے ہیں چنانچہ ایک دفعہ گزشتہ مہاراجہ صاحب والئے ریاست فرید کوٹ بھی خود وہاں گئے تھے اور مشہور ہے کہ انھوں نے ایک ہاتھی اور ایک ہزار روپیہ نقد ان تبرکات کے سبب گورو صاحب کی نذر کیا تھا۔ قرآن شریف اور دیگر تبرکات مفصلہ ذیل صاحبان کو ۴ اپریل ۱۹۰۸ء شنبہ کے دن گورو بشن سنگھ صاحب نے دکھائے چنانچہ قرآن شریف کو کھول کر پڑھا گیا وہ ایک نہایت خوشخط لکھی ہوئی حمائل شریف ہے جس کا سائز تخمیناً ۲½ انچ چوڑا۔ اور ۴½ انچ لمبا ہے ہر صفحہ پر ارد گرد سنہری لکیریں پڑی ہیں اور بعض مقامات پر سنہری بیل ہے۔ موجودہ گورو صاحب کا بیان ہے کہ پرانے گورو صاحبان سے یہ قرآن شریف بطور تبرک چلا آتا ہے +

ہماری جماعت کے معزز ارکان میں سے جس جس صاحب نے موقعہ پر پہنچ کر اس قرآن شریف کی زیارت کی ہے ان صاحبان کے نام یہ ہیں:-

(۱) مفتی محمد صادق صاحب اڈیٹر اخبار بدر قادیان (۲) مولوی محمد علی صاحب ایم اے اڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان (۳) میرزا محمود احمد (میرزا لڑکا) ایڈیٹر رسالہ تشحیذ الاذہان (۴) سید امیر علی شاہ صاحب سب انسپکٹر جلال آباد (۵) حکیم ڈاکٹر نور محمد صاحب لاہوری مالک کارخانہ ہمدم صحت لاہور (۶) شیخ عبدالرحیم صاحب نومسلم (سابق جگت سنگھ) (۷) چودھری فتح محمد صاحب طالب علم گورنمنٹ کالج لاہور ٭

اب ہم اس جگہ اس بات کے بیان کرنے سے خاموش نہیں رہ سکتے کہ یہ قرآن شریف کو جو بابا نانک صاحب کے گدی نشین گوروؤں کے تبرکات میں نہایت عزت اور ادب کے ساتھ اب تک اس خاندان میں چلا آیا ہے۔ جسکی زیارت کے لئے صدہا کوس سے سکھ لوگ آتے ہیں اور ہزارہا روپیہ بطور نذر چڑھاتے ہیں یہ اس بات پر صاف دلیل ہے کہ بابا نانک صاحب اور نیز ان کے گدی نشین اور پیرو صدق دل سے قرآن شریف پر ایمان لاتے تھے اور اس کو درحقیقت خدا کا کلام سمجھ کر اس کا ادب کرتے تھے اگر کوئی شخص تجاہل کے روسے اس کا انکار کرے تو اس سے ہمیں کچھ غرض نہیں لیکن بلاشبہ بابا صاحب اور ان کے گدی نشینوں کے اسلام پر یہ ایسا کھلا کھلا ثبوت ہے کہ اس سے بڑھ کر متصور نہیں ٭ (از چشمہ معرفت تصنیف حضرت مسیح موعودؑ)

اسلام اور شری گورو صاحب

قرآن مجید فرماتا ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (یعنی خدا کے نزدیک سچا دین صرف اسلام ہی ہے۔ اور اس پر چلنے سے انسان اللہ کے انعام و اکرام کا وارث بن سکتا ہے۔ سو اس پاک دین کے متعلق جناب بابا صاحب آدگرنتھ کے صفحہ ۱۳۲ میں فرماتے ہیں :-

ہوئے مسلم دین مہانے مرن جیون کا بھرم چکانے

اے اس دُنیا کے دُکھوں کے سمندر سے پار ہونے والے۔ اگر تُو چاہتا ہے کہ سلامتی اور آرام و آسانی سے ان دُکھوں کے سمندر کو عبور کرے تو اس کی ایک ہی راہ ہے کہ تُو مسلمان بنجا مسلمان ہونے سے تمہاری تمام مشکلات دُور ہو جائینگی۔ اب دیکھو یہ شلوک کس قدر صاف اور واضح ہے اور باوا صاحب کا اپنا کلام ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ان کھُلی کھُلی اور صاف صاف شہادتوں کے سامنے انکار کی کس طرح جرأت ہو سکتی ہے ان شہادتوں سے حضرت باوا صاحب کا اسلام ایسے ہی ظاہر ہے جس طرح روز روشن میں سُورج کا وجود خیال کیجئے کہ اس جگہ حضرت باوا صاحب لوگوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ کہ لوگو! اگر تم مرن اور جیون کے بھرم سے دُور رہنا چاہتے ہو۔ اگر تمہیں تناسخ کے چکر سے نجات حاصل کرنی مقصود ہے۔ اگر تم نجات ابدی کے خواہشمند ہو تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہتے ہوئے دین اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ اور کوئی راہ نجات کی نہیں ہے۔ اللہ اللہ خداوند تعالےٰ نے آپ کے دل کو کیسا مصفّٰی بنا دیا تھا۔ اور کس طرح معرفت تامہ کے رنگ میں رنگین کر دیا تھا۔ ایک شخص ہندوؤں کے گھر میں پیدا ہوتا ہے ہندوؤں کی کتابیں پڑھتا اگر دیکھئے فضل ایزدی کیسا زبردست ہے جو انہیں یوسف کی طرح کوئیں سے نکالتا اور معرفت کی اٹاری پر لا کھڑا کرتا ہے۔ اس بلندی پر متمکن ہو کر وہ خدا کا پیارا مخلوق اللہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ اے لوگو! اگر تم نجات ابدی حاصل کرنا چاہتے ہو تو سوائے اسلام کے تمہیں کہیں بھی نہیں ملے گی۔ اللہ اللہ کیسا پاکیزہ دل کیسا مصفّٰی قلب؟ پھر اسی پر ہی بس نہیں ہے۔ آگے باوا نانک صاحب جنم ساکھی کلاں ص۵۶۴ سطر ۱ میں فرماتے ہیں کہ "مسلمان سوہی ہوتا ہے جو گیان اگن کرن چت ہوتا ہے" یعنے مسلمان وہی ہے جو خداوند تعالےٰ کی معرفت حاصل کرتا ہے۔ اور اسکی

معرفت اور گیان کی اگنی نے اس کے دل کو مضبوط کر دیا ہو۔ یعنی جو شخص پختگی سے اسلام پر قدم زن ہو۔ پھر اور کسی مذہب یا طریقہ کا اس پر اثر نہیں ہو سکتا اور جو گیان اور معرفت سے مسلمان ہے وہی گیانی ہے۔ اس جگہ آپ خیال فرمائیے کہ حضرت باوا نانک صاحب نے راسخ الاعتقاد مومن کو گیانی کے نام سے پکارا ہے۔ دوسری جگہ گرنتھ صاحب میں لکھا ہے:۔

ہندو اناں۔ ترکو کاناں دوہاں ناوں گیانی سیانی

مطلب ہندو تو خدا کی معرفت کی آنکھیں نہیں رکھتا۔ ترک (مراد شاہانِ مغل سے ہے) کی ایک آنکھ ہے اور ان ہر دو سے گیانی یعنی باعمل مسلمان خردمند اور دونوں آنکھوں والا ہے۔ ہمیں اس کے اظہار میں کوئی روک نہیں کہ حضرت باوا صاحب کے عہد میں شاہانِ مغلیہ دین کی طرف سے بہت کچھ لاپروا تھے اور اپنے نفس و آرام میں مست تھے۔ آخر کار وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ روحی کے متعلق باوا صاحب یہ ظاہر کر چکے ہیں کہ حضور پُر نور کا دل بالکل صاف اور مطاہر ہے جس کے ذریعہ خدا کے درشن اور خدا کا کلام نصیب ہوتا ہے۔ اس لئے شاہانِ مغلیہ خواہ اعمال میں کتنے ہی سست تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا تھے لہٰذا ایک آنکھ والے تھے۔ اور اگر وہ اپنے مذہب پر راسخ الاعتقاد ہوتے۔ تو لاریب حضرت باوا صاحب انھیں دو آنکھوں والا شمار کرتے۔ اب اس جگہ باوا صاحب نے گیانی کو دو آنکھ والا بتلایا ہے اور جنم ساکھی سے یہ بھی طے ہو گیا ہے کہ "مسلمان سوہی ہوتا ہے جو گیان اگن کرن چیت ہے" یعنی مسلمان وہی ہے جو خداوند تعالیٰ کی معرفت سے مستفیض ہو کر راسخ الاعتقاد ہو۔ اس جگہ غور فرمائیے کہ حضرت باوا صاحب کے دل میں مسلمان کی کیسی عزت اور کیسی شان تھی۔ خدا ہم سب کو ایسا ہی مسلمان بنا دے۔ آمین

پھر شری گرنتھ صاحب سلوک محلہ ۱ صفحہ ۱۹۲ پر درج ہے۔

مسلمان صفت شریعت پڑھ پڑھ کریں وچار

پھر اور ملاحظہ ہو۔ گرنتھ صاحب صفحہ ۱۴۲۹:۔

مسلمان موم دل ہوئے انتر کی مل دلتے دھوئے

مسلمان کی کیا صفت جو شریعت کو پڑھتا اور غور کرتا ہے۔ مسلمان تو نرم دل ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ہر وقت خوف خدا کے نیچے رہتا ہے اور اس کا سینہ گناہوں کی میل سے صاف ہو چکا ہوتا ہے +

پھر جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۴۷ پر یہ لکھا ہے :۔

سچا دین اسلام ہے جو کو کن بانگ الہٰ

بلاشبہ اسلام ہی ایک سچا دین ہے جس میں اللہ تعالےٰ کے نام کی بلند آواز سے منادی کی جاتی ہے +

خدا سکھ دوستوں کو ان اقوال کے پڑھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق دے

عقیدہ شیطان

قرآن شریف فرماتا ہے۔ یا یھا الناس کلوا مما فی الارض حلالاً طیبا ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہٗ لکم عدوٌ مبین پ ۲ ع ۴

اے لوگو۔ کھاؤ اس چیز سے کہ ہے زمین کے ہے حلال۔ پاکیزہ۔ اور مت پیروی کرو قدموں شیطان کی۔ تحقیق وہ واسطے تمہارے دشمن ہے ظاہر +

آریہ وغیرہ وجود شیطان سے انکاری ہیں۔ مگر دین اسلام میں شیطان سے جس قدر پناہ مانگی گئی ہے۔ وہ اس امر سے بخوبی ظاہر ہے کہ مسلمان ہر ایک کام کے کرنے سے پہلے "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم" ضرور کہہ لیتے ہیں +

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت باوا نانک صاحب کا عقیدہ شیطان کے متعلق کیا ہے۔ کیا آپ بھی مسلمانوں کی طرح شیطانی وساوس سے پناہ مانگتے ہیں۔ یا آریوں کی طرح شیطان کی ذات سے منکر ہیں۔

جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۷۹ سطر ۱۱ میں باوا صاحب کہتے ہیں:۔

سچی سنت ربدی موئے لے آیا نال
جو رکھے موئے مانتی سو خاصا بندا بھال
پھر گیا درگاہ وچ اگے رکھ نسان
اوہ درگاہ ڈھوئی نہ لہن جو راندے شیطان

وہی اللہ تعالےٰ کے مقبول بندے ہیں جو اس کی بتلائی ہوئی سنت پر عمل کرتے ہیں۔ بیشک درگاہ باری میں ان کے لئے عزت ہے۔ البتہ جنہوں نے اس پر عمل نہ کیا۔ سمجھو کہ ان پر شیطان کا غلبہ ہے اور وہ اللہ تعالےٰ کے قرب سے دور رہیں گے۔

یہ شلوک صاف اور بین ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگالیں کہ حضرت باوا صاحب شیطان کے عقیدہ کے متعلق کیا خیال رکھتے تھے۔ ملاحظہ ہو آدگرنتھ سری راگ محلہ پہلا:۔

خصم کی نظریں دلیں پسندی جنہیں اک کر دھیایا
تیہے کر رکھے پنج کر ساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائی

مطلب۔ وہی لوگ خداوند تعالیٰ کی نظر میں مقبول ہیں جو صرف ایک خدا کی ہی پوجا کرتے ہیں۔ تیس روزے رکھتے ہیں اور پانچوں وقت کی باقاعدہ نماز پڑھتے ہیں۔ اس خیال سے کہ شیطان ان کا نام مقبولوں کی فہرست سے نہ کاٹ دے۔ اب غور کرو کہ ایسا عقیدہ رکھنے والا مسلم ہو سکتا ہے یا غیر مسلم۔

پھر وار جتسیری محلہ ۵ میں درج ہے:۔

کام کرودھ ہنکار پھریں دوانیاں

بن پورے گورو دیو پھیریں شیطانیاں

مطلب۔ وہ لوگ جو شیطان کے قبضہ میں ہوں سمجھو کہ وہ ناجائز شہوت ناجائز غصہ۔ ناجائز تکبّر کے ہاتھوں بکے ہوئے ہیں۔ پھر حضرت باوا صاحب شلوک محلہ اصفحہ ۱۲۵ میں فرماتے ہیں:۔

بے دنیا کی دوستی بے دنیا کی کھان
صفتیں سار نہ جاندے سدا وسے شیطان

یعنی بے دینوں کی دوستی اور بے دینوں سے ملکر کھانا پینا فضول کیونکہ وہ خدا کی قدرت اور خدا کی صفات سے بے بہرہ ہیں کیونکہ ان کے دل میں تو شیطان بس رہا ہے +

اب اس پر کچھ مزید لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ شیطان کے متعلق حضرت باوا صاحب کا عقیدہ بالکل صاف ہے +

مسلمانوں کی رواداری

یہ امر واقعہ ہے کہ صرف قرآن مجید پر چلنے اور مسلم ہونے سے ہی قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کے شروع میں ہی اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو یہ دعا سکھلاتا ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔ دکھا ہم کو راہ سیدھی۔ راہ ان لوگوں کی کہ فضل کیا ہے تُو نے اوپر اُن کے۔ یہی وجہ ہے کہ باوا نانک صاحب شری گرنتھ صاحب میں فرماتے ہیں:۔

ہوئے مسلم دین مہا نے
مرن جیون کا بہرم چکا نے

یعنی اے لوگو مسلمان ہو جاؤ۔ تاکہ تناسخ کے وہم سے نجات پاؤ۔ اور خدا

کی جوار رحمت میں جگہ حاصل کرو۔ پھر قرآن مجید فرماتا ہے کہ خدا کا سچا دین صرف اسلام ہی ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ اور اسی دین پر چلنے سے قرب الٰہی حاصل ہو سکتا ہے۔ اور کوئی دین خدا کے قرب تک نہیں پہنچا سکتا۔ اور سب دین اسلام کے سامنے ماند ہیں چنانچہ اس مضمون کو حضرت باوا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنم ساکھی کلاں صفحہ ۲۰۳ سطر اول میں فرماتے ہیں:۔

عمل ہندوواں وا ہٹ گیا ودھ گئے مسلمان

یعنی مسلمان اعمال میں بڑھ گئے۔ اس جگہ دیکھئے حضرت باوا صاحب نے کیسے بے لاگ گواہی دی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمانوں نے محض اخلاق اور اعمال صالح سے ہی لوگوں کے دلوں کو تسخیر کیا۔ اگر واقعی ہم سچے مسلمان بنجائیں۔ تو پھر دنیا ہمارے سامنے لونڈی کی طرح ہاتھ باندھے کھڑی ہے مسلمان ہزار نمونوں کا ایک نمونہ ہے۔ ایک مسلمان کی شان اور اس کا اخلاق اس قدر بلند ہے کہ بس راہ چلتا مسافر بھی حلقہ بگوش ہونے کے لئے تیار ہے خدا ہمیں سچا مسلمان بناوے۔ پھر حضرت باوا صاحب جنم ساکھی کلاں صفحہ ۲۵ سطر ۲۵ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

آئے ہندوستان وچ تب لاگے کرن وچار
اک رہیا اجمیر وچ اک رہیا مکہ پور جائے
رہے ہندوستان وچ فقر اللہ دے ہوئے
زوری ہند نہ جنیا کر زوری رہے کھلوئے
اگے ہوئے اجے پال وسدی سی اجمیر
نانک چیٹک کرموں دے لبھے پیر کمائے
راجہ پرجہ ہندوا سبھو نویاں آئے

مطلب۔ جب ہندوستان میں یہ بزرگ آئے تو انھوں نے سوچا۔ ایک اجمیر شریف

رہا۔ اور ایک مکن پور* اور انھوں نے اپنے سحر اور جادو سے یعنی ایسی فوق الطاقت اور خارق عادت کرامتوں سے جو انسانی ادراک اور قوت سے بالاتر تھیں ہندوؤں کو اپنے ساتھ شامل کر لیا نہ زبردستی بلکہ کرامت سے۔ اور جوگی اپے پال تھا وہ بھی ان کی قوت قدسیہ کے آگے زیر ہوا۔ اور صرف جوگی جے پال ہی زیر نہیں ہوا۔ بلکہ ہندوستان کے کل بڑے چھوٹے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے گرے اور سب نے آپ کی روحانی قوت کے سامنے سر جھکا دیا۔ یہ ہے ان اشعار کا مطلب ؛

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان صوفیائے کرام نے ہندوستان کو بزور شمشیر نہیں۔ ان درویشوں کے پاس شمشیر کہاں سے تھی۔ بلکہ بزور روحانیت گرایا۔ اور کیا بڑے اور کیا چھوٹے سب ان بزرگان کرام کی قوت قدسیہ کے سامنے سربسجود ہوئے اس کے آگے جو شعر ہیں وہ یہ ہیں :-

قدم ترکاں دا آیا جدوں پایا ہندوستان
ہندو گھٹن دنو دن وون مسلمان

جب مسلمانوں نے ہندوستان میں قدم رکھا تو ہندو دن بدن کم ہونے لگے اور مسلمان دن بدن ترقی کرنے لگے۔ ہمیں یہی ثابت کرنا تھا کہ ہندوستان میں اسلام بذریعہ شمشیر نہیں پھیلا۔ بلکہ بذریعہ روحانی قوت اور جذب قلبی سے۔ سو ہم نے بخوبی ثابت کر دیا ؛

اب ایڈیٹر صاحب لائل گزٹ کا ان اشعار کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں۔ تب ہندوؤں کا بھیس کر کے معین الدین شاہ مدار ہندوستان میں آئے خوب حضرت معین الدین اور شاہ مدار کو ایک شخص بتلانا یہ ایڈیٹر صاحب کا ہی کام ہے۔ حالانکہ خواجہ معین الدین چشتی اور شاہ مدار دو الگ الگ

* سیمیر شریف میں رہنے والے بزرگ کا نام حضرت خواجہ معین الدین چشتی۔ اور مکن پور میں ڈیرہ لگانے والے بزرگ کا نام شیخ سلطان محمد خاص الہ ہے۔ رحمۃ اللہ علیہما۔ اصلی مکھن پور ہے

× موجودہ نام شیر پنجاب

بزرگ ہیں جن کے زمانہ میں ڈیڑھ سو سال کا فرق ہے۔ ڈیڑھ سو سال کے زمانہ کو ملا دینا۔ یعنی چھ سو سال کی چھ صدی اور ساڑھے سات سو سال کی ساڑھے سات صدی کو ایک صدی یا ایک زمانہ کر دینا۔ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ بدیع الدین مدار رح کو ایک ہی سمجھنا بلاشبہ ایڈیٹر صاحب کی ہی سمجھ پر موقوف ہے ؛

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح حضرت شہاب الدین کے ہندوستان آنے سے قبل کا زمانہ رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کا مشہور الہام رائے پتھورا کے متعلق یہ تھا:-

"پتھورا را زندہ گرفتیم و دادیم"

چنانچہ شہاب الدین غوری کے ہندوستان آنے پر یہ الہام حرف بحرف پورا ہوا۔ اور رائے پتھورا چند شہاب الدین غوری کے ہاتھ زندہ گرفتار ہوا۔ مگر حضرت شاہ بدیع الدین مدار۔ حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی اور حضرت قطب جمال الدین احمد ہانسوی اور حضرت نظام الدین اولیا دہلوی یہ سب قریباً ہم زمانہ تھے اور یہ زمانہ شاہ شمس الدین التمش کا زمانہ یا مغلوں کے عہد کا شروع تھا۔ ان ہر دو زمانوں میں ڈیڑھ سو سال کا فرق ہے ؛

مگر قربان جائیے ایڈیٹر لائل گزٹ کی تاریخ دانی کے کہ وہ اپنے قلم کی ایک کشش سے ساڑھے سات صدی کو چھ صدی میں تبدیل یا مدغم کر دیتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا کمال ہو سکتا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت شاہ بدیع الدین مدار کو ایک ہی بنا دیتے ہیں۔ ایں کار از تو آید و مردان چنیں کنند

پھر آپ فرماتے ہیں کہ حضرت معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ جو گی تھے

؛ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے چشتی خاندان منسوب ہے اور حضرت شاہ بدیع الدین مدار رحمۃ اللہ علیہ سے مداری خاندان منسوب ہے اور ہر دو خاندان اب تک موجود ہیں۔

وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ جوگی جے پال حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کے آگے زیر بھی ہو گیا۔ اور راعی و رعایا (راجہ پتھورا) حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی قوت قدسی کے سبب اُن کے پاؤں پر گرے یہ تو ہو سکتا ہے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اور جوگی جے پال کا باہم میل ملاپ ہوا کیونکہ یہ ہر دو اپنی اپنی جگہ بزرگ تھے اور ایک کے دوسرے سے ملنے میں کوئی عیب نہیں وارد ہوتا۔ مگر یہ بات کہ حضرت خواجۂ خواجگان معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے جوگی مت سے ہمدردی کی یہ غلط اور حضرت خواجہ صاحب کی شان سے بعید ہے آپ کو معلوم نہیں کہ جوگی جے پال مسلمان ہوا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ نام رکھا اور خود راجہ رائے پرتھی چند کی دختر مسلمان ہوئی جس کا نام جمال رکھا گیا یہ حافظ قرآن ہوئیں اور حافظ جمال کے نام سے مشہور اور اولیاء اللہ میں شمار ہوئیں ان کا مزار شریف موجود ہے اور ہزاروں آدمی زیارت کو جاتے ہیں۔ اس قسم کی ہمدردی تو شرعاً جائز ہے ان دونوں کے مسلمان ہونے پر آتش حسد و بغض بھڑک اٹھی اور راجہ رائے پرتھی چند نے خواجہ علیہ الرحمۃ کو سزا دینا اور قتل کرنا چاہا۔ تو حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کو الہام الٰہی ہوا کہ پتھورا را زندہ گرفتیم و دادیم چنانچہ اسی وقت شہاب الدین روانہ ہوا اور بہت جلد راجہ رائے پرتھی چند کو زندہ گرفتار کر لیا۔ یہ تاریخی واقعات ہیں جو کتابوں میں درج ہیں اور اس تواتر سے ہیں کہ انکار کی گنجایش نہیں ہے یہ ایسی بے ثبوت بات نہیں۔ جیسے ملاجیون مکہ میں اور بادشاہ لاجورد حبش میں۔ اور چولہ آسمان پر۔

کیسی مزہ کی بات ہے کہ بقول ایڈیٹر صاحب حضرتؒ قبول کرتے ہیں جوگی مت۔ مگر پھیلاتے ہیں اسلام۔ راجپوتانہ اور تمام ہندوستان میں آج کئی کروڑ مسلمان نظر آتے ہیں یہ سب قوت قدسیہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی برکت اور فیض سے ہے۔ اسلام میں یا اجمیر یا اس کے علاقہ راجپوتانہ میں کوئی جوگی نظر نہیں آتا۔ جیسے مکہ مدینہ اور تمام جزیرہ عرب

ہیں کوئی سکھ دھرمی دکھائی نہیں دیتا ہے اگر جوگی بننے سے مبلغ اسلام مراد ہے۔ تو اس طرح اڈیٹر صاحب تمام مسلمانوں کو جوگی کہہ سکتے ہیں ؛

صوفیائے کرام اور حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ

حضرت باوا صاحب نے اپنی عمر میں کسی پنڈت وغیرہ سے کوئی میل جول نہیں رکھا۔ مگر برخلاف اس کے مسلمان صوفیا سے حضرت باوا صاحب کا کثرت سے میل جول رہا ہے جیسا کہ جنم ساکھیوں وغیرہ میں شیخ فرید صاحب سے حضرت باوا صاحب کی گفتگو اور اکٹھے ملکر سفر وغیرہ کرنے کا ذکر آتا ہے ایک تو حضرت فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ گذرے ہیں جن کا مزار مبارک پاک پٹن میں واقعہ ہے اور یہ بزرگ حضرت باوا صاحب سے تقریباً چار صد سال پیشتر ہو گذرے ہیں۔ جنم ساکھی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک اہل صفا ولی اللہ حضرت شیخ فرید کے ساتھ حضرت باوا صاحب کی ملاقات ہوئی۔ ہو سکتا ہے کہ یہ حضرت شیخ فرید کوئی دوسرے بزرگ ہوں یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ سے ہی حضرت باوا صاحب نے کشفی رنگ میں ملاقات کی ہو۔ بہرحال جنم ساکھی میں حضرت شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے باہمی سلوک اور برتاؤ کو ان الفاظ سے ظاہر کیا گیا ہے جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۳۶ سطر ۲۹ میں لکھا ہے کہ حضرت باوا صاحب اور شیخ فرید باہمی ملکر بہت ہی خوش ہوئے ؛

تاں بابا نانک جی تے شیخ فرید ساری رات باہر ہی اکٹھے جنگل وچ رہے۔ تاں اک بندہ خدائیدا آئے نکلیا۔ اتے دوہاں نوں اکٹھا ویکھ کر اپنے گھر نوں اٹھ۔ جائیکر اک تلیاج دودھ دا بھر کر لے آیا۔ اور اس تلیاج وچ چار مہراں بھی پائے لے آیا پچھلی

رات ناں شیخ فرید ہوراں اپنا حصہ پی لیا تے گورو نانک جی دا حصہ رہن دتا "

اب اس سے صاف ظاہر ہے کہ شیخ فرید اور حضرت باوا نانک صاحب کی باہمی اس قدر محبت اور اُلفت تھی کہ دونوں نے جنگل میں ہی تمام رات گیان دھیان اور معرفت کی باتیں کرتے ہوئے گذار دی۔ اور ایک شخص دو خدا کے پیاروں کو جنگل میں اس طرح گیان دھیان اور معرفت کی باتیں کرتے ہوئے دیکھ کر اپنے گھر سے ایک دودھ کا کٹورا بھر کر لے آیا۔ اور شیخ فرید صاحب نے خوشی سے اس دودھ سے اپنا حصہ پی لیا۔ اور حضرت باوا صاحب کا حصہ رہنے دیا +

اس سے دو باتیں ظاہر ہیں ایک یہ کہ حضرت باوا صاحب کی شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی محبت تھی۔ حالانکہ ہم حضرت باوا صاحب کی تمام زندگی پر نظر ڈالتے ہیں۔ اور ہمیں کہیں بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت باوا صاحب نے کسی ہندو پنڈت یا پوجاری سے بھی محبت کی ہو۔ بلکہ جنم ساکھی اور گرنتھ صاحب سے تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس تیرتھ وغیرہ پر حضرت باوا صاحب جاتے۔ وہاں پانڈوں وغیرہ کو بُت پرستی سے روکتے اور پانڈے اس بات کو بہت ہی بُرا مناتے۔ حتیٰ کہ باوا صاحب کو اس جگہ سے زبردستی نکال دیتے۔ مگر دوسری طرف شیخ فرید سے باوا صاحب اور باوا صاحب سے شیخ فرید ایسی محبت کرتے ہیں کہ گویا دونوں عارف اور زاہد ایک ہی ہیں۔ اور پھر جس کٹورا سے شیخ فرید دودھ پیتے ہیں۔ حضرت باوا صاحب خوشی سے اس کٹورہ سے بقیہ دودھ پی لیتے ہیں۔ آجکل کے ہندو دُوسرا کی طرح کوئی پرہیز نہیں کرتے۔ اب اس سے ہی سمجھ لو۔ کہ حضرت باوا صاحب ہندو اور مسلمانوں میں سے کس کے ساتھ زیادہ محبت اور پیار کرتے تھے +

پھر لکھا ہے کہ حضرت باوا صاحب اور شیخ فرید صاحب نے اکٹھے

آسام دیش کا لمبا سفر کیا۔ اب صاف ظاہر ہے کہ شیخ فرید کے ساتھ باوا صاحب کا ایک لمبا سفر کرنا اور دونوں نے مِلکر اپنی معرفت اور گیان سے لوگوں کی اصلاح کرنا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا مشن ایک ہی تھا۔ ورنہ تم نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا کہ پنڈت اور مولوی اکٹھے مِلکر سفر کریں۔ اور اکٹھے مِلکر لوگوں کو خدا کی معرفت سے آگاہ کریں۔ یہ مشکل ہے۔ ہمیں کہیں یہ دکھائی نہیں دیتا کہ حضرت باوا صاحب نے پنڈت کشن چند یا ہردیال سے مِل کر بھی کوئی سفر کیا ہو اور دونوں کی متفقہ کوشش سے لوگوں کی اصلاح ہوئی ہو۔ اب شیخ فرید صاحب کے ساتھ مِلکر حضرت باوا صاحب کا سفر کرنا۔ اس سے سمجھ لو۔ کہ حضرت باوا صاحب پنڈت ہردیال کی روش کو پسند کرتے تھے یا شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ کی طرز کو؟

پھر آگے چلکر جنم ساکھی کلاں ص۳۶۵ سطر ۴ میں لکھا ہے کہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ فرید کو مخاطب کر کے کہا:۔

"تاں سری بابے جی آکھیا۔ شیخ فرید جی تساں وچ خدائے صحیح ہے۔ تاں شیخ فرید نے ودیا منگی۔ تاں شیخ فرید چلدے وقت گل وچ باہاں پائیکر ملے۔ تاں گورو جی نے اک شبد وچاریا۔ سری راگ محلہ پہلا:۔

آؤ بھینوں گل ملو انگ سہیلڑیاں
مِلکر کرو کہانیاں سمرتھ کنت کی آہ
ساچے صاحب سب گن اوگن سب اساہ

کرتار سب کو تیرے چور۔ اک شبد وچاریئے۔ جانوں تاں کیا ہور"

مطلب۔ باوا صاحب نے شیخ فرید کو کہا کہ آپ میں یقینی خدا ہے۔ اور شیخ فرید نے باوا صاحب سے جانے کے لئے اجازت چاہی۔ اور پھر شیخ فرید

رخصت ہوئے۔ اور رخصت ہوتے وقت باوا صاحب اور شیخ فرید بغلگیر ہوئے اور گورو جی نے ایک شبد کہا۔ سری راگ محلہ پہلا:۔

مطلب۔ بھینوں آؤ بغل گیر ہو کر ملیں۔ کیونکہ ہم دونوں کا پیار قدیم سے ہے۔ آؤ ہم ملکر اس قادر مطلق کی حمد و ثنا گائیں۔ کیونکہ تمام تعریف اسی کے لئے ہے۔ اگر اور کسی چیز میں تعریف کی کوئی جھلک پائی بھی جاتی ہے تو وہ صرف اس خداوند کی ہی دی ہوئی نعمت ہے۔ بیشک تمام تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ اب گورو صاحب کا شیخ فرید سے اس پیار و محبت کے ساتھ پیش آنا۔ اس قدر رفاقت اور لگاؤ کا اظہار کرنا یہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے خیالات کا صاف و شفاف آئینہ ہے۔ پھر باوا صاحب کا شیخ فرید سے یہ کہنا کہ آپ میں خدا کا نور ہے۔ اب جس شخص کی پیروی سے شیخ فرید نے یہ نور حاصل کیا وہ تو سبحان اللہ نور علےٰ نور ہوگا یہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ روحی کی قدسی قوت کی گواہی ٭

پھر جنم ساکھی ص۲۱۲ میں حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ باوا فرید اپنے وقت کا سب سے بڑا خدا کا بھگت تھا۔ آپ لوگ جانتے ہیں کہ حضرت باوا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا عقیدت اور ارادت تھی۔ حضرت باوا فرید رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے وقت میں سب سے بڑا بھگت ہونا۔ اس سے آپ اندازہ لگا لیں کہ باوا فرید جس خدا کے بھگت کا نام لیوا تھا اس کی شان کس قدر بلند اور ارفع ہوگی ٭

جنم ساکھی بھائی بالا کے ص۴۵۵ پر پیر جلال الدین کی ساکھی "یا حال ہے" اس میں پیر جلال الدین صاحب کی بڑی تعریف کی گئی ہے بھائی بالا بتلاتا اور سکھوں کے دوسرے گورو شری گورو انگد جی مہاراج اس حال کو قلم بند کرتے ہیں کہ پیر جلال الدین صاحب نے باوا نانک کو دیکھ کر کہا:۔

السلام علیکم یا درویش۔ تو بابا نانک صاحب نے جواب میں کہا

وعلیکم السلام پیر جلال الدین قریشی۔ تاں سری گورو جی نال دست پنجہ (مصافحہ) لیکر بیٹھ گئے۔" جنم ساکھی کلاں صہ ۲۵۵ سطر ۲۲ +

اب اس جگہ دیکھو پیر جلال الدین صاحب نے باوا نانک کو دیکھ کر کہا السلام علیکم یا درویش۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ کبھی مسلمان نے ہندو کو السلام علیکم نہیں کہا ہوگا ہندو اور مسلمان کی صورت ہی چھپی نہیں رہتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت باوا صاحب نہ صرف باطن سے ہی مسلمان تھے بلکہ اپنا ظاہر رہن سہن بھی ایسا رکھا ہوا تھا کہ ایک انسان بادی النظر میں ہی معلوم کر جاتا تھا کہ یہ کوئی خدا کا پیارا حاجی درویش ہے۔ تبھی تو پیر جلال الدین صاحب نے باوا صاحب کو دیکھ کر کہا کہ السلام علیکم یا درویش۔ آجتک ہم نے کبھی نہیں سنا کہ کسی مسلمان نے ہندو کو السلام علیکم کہا ہو اور پھر حضرت باوا صاحب بھی یہ نہیں۔ کہ السلام علیکم سنکر خاموش ہو جاتے ہیں۔ بلکہ انشرح صدر سے یہ جواب دیتے ہیں "وعلیکم السلام یا پیر جلال الدین قریشی" +

اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت باوا صاحب کے دل میں السلام علیکم کی کس قدر عظمت اور قدر تھی۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت باوا صاحب اس سے پہلے پیر جلال الدین قریشی سے واقف تھے اور پیر جلال الدین باوا صاحب سے راہ رسم رکھتے تھے۔ تبھی تو ایک نے دوسرے کا نام لیکر پکارا۔ اور السلام علیکم وعلیکم السلام کہا۔ آپ نے کبھی نہیں پڑھا ہوگا کہ کبھی حضرت باوا صاحب نے متھرا یا ہردوار یا جگن ناتھ وغیرہ پر جاکر پنڈتوں کو جے سیتا رام یا نمستے وغیرہ کہا ہو۔ اس سے اندازہ لگالو کہ حضرت باوا صاحب کس عقیدہ کو پسند فرماتے تھے۔ السلام علیکم یا جے سیتا رام کو۔ اور جس پیر کا ذکر کیا گیا ہے جس کے ساتھ حضرت باوا صاحب کی السلام علیکم اور وعلیکم السلام ہوئی۔ اس پیر کے مستجاب الدعوات ہونے کے متعلق گورو انگد رحمۃ اللہ علیہ جنم ساکھی کلاں میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

یاں پیر جلال الدین سمندر دے کنڈھے اوپر آیا۔ تاں اک جہاز ڈبن لگا۔ تاں پیر جلال الدین نے خدا کے حضور دُعا کی تا پھر او جہاز ڈبا نا ہیں" جنم ساکھی کلاں صفحہ ۴۵۶ سطر ۸ +

اب اس سے اندازہ لگا لیں کہ حضرت باوا صاحب کی ایسے مقبول بارگاہ ایزدی سے رفاقت کیا ظاہر کرتی ہے۔ تمام جنم ساکھی تمام گرنتھ صاحب سے ہمیں کہیں یہ دکھلایا جائے کہ کسی جگہ کسی پنڈت نے بھی اپنی پرارتھنا کے ذریعہ ایک ڈوبتی کشتی کو بھی بچایا ہو۔ اور اس کا تذکرہ گرنتھ یا جنم ساکھی میں موجود ہو۔ جیسا کہ پیر جلال الدین کی دُعا سے ڈوبتے جہاز کا بال بال بچنا اور پیر جلال الدین کا حضرت باوا نانک کو السلام علیکم کہنا۔ اور حضرت باوا صاحب کا پیر صاحب موصوف کو وعلیکم السلام کہنا وغیرہ۔ بعض جنم ساکھیوں میں وعلیکم السلام کی بجائے الکھ کو سلام بھی درج ہے۔ مگر آؤ اب ہم جنم ساکھی کی اوراق گردانی کریں اور دیکھیں کہ کیا دوسری جگہ جب باوا صاحب باہم مسلمانوں سے ملے ہیں تو انھوں نے السلام علیکم کے جواب میں الکھ کو سلام کہا یا صاف الفاظ میں وعلیکم السلام کہا اگر زیادہ صاف الفاظ میں وعلیکم السلام دکھا دیں تو پھر ہر ایک حق پسند کو یہ ماننا پڑے گا کہ یہاں وعلیکم السلام کی جگہ الکھ کو سلام لکھنا صریح کاتب کی غلطی ہے یا تحریف سے کام لیا گیا ہے دیکھو جنم ساکھی صفحہ ۱۳۷ +

جد رکن دین قاضی مکہ دا نماز پڑھانے واسطے آیا تو قاضی رکن دین دا بابے دی السلام علیکم ہوئی +

اس کے جواب میں باوا صاحب نے یہ نہیں کہا الکھ کو سلام بلکہ باہم السلام علیکم ہوئی۔ صاف ظاہر ہے کہ قاضی صاحب نے باوا صاحب کی ظاہری شکل و شباہت اور طرز انداز سے آپ کو مسلمان یقین کیا۔ تب ہی تو السلام علیکم کہا لیجئے اب ہم اس سے بھی بڑھ کر زبردست حوالہ پیش کرتے ہیں دیکھو جنم ساکھی صفحہ ۵۹۲

"اُمارے کھاں (عمر خاں) شیخ مالو (امان اللہ) دا یار آیا
اتنے رہن والا سوڑیاں دا سی۔ اس نے سنا جو نانک فقیر
آیا ہے۔ تاں اس نے سری گورو نانک جی کو کہا نانک جی
السلام علیکم تاں سری گورو جی نے کہا آؤ امارے کھاں
(عمر خاں) وعلیکم السلام آیئے بیٹھئے خاں صاحب"۔

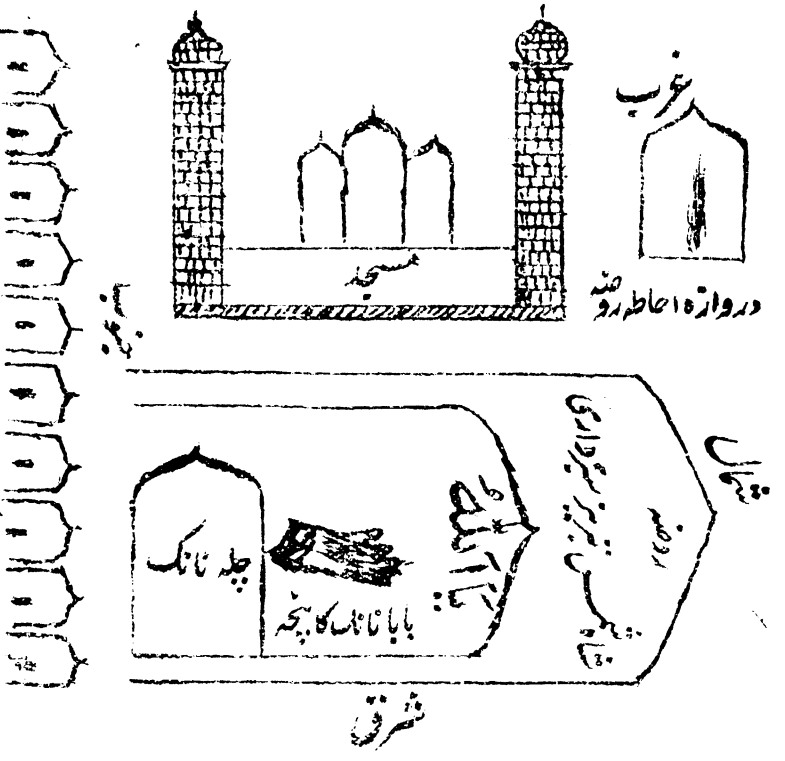
دیکھئے کیسی صاف اور صریح عبارت ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ نہ تو عمر خاں نے ناواقفی سے باوا صاحب کو السلام علیکم کہا اور نہ گورو صاحب نے بیعلمی سے وعلیکم السلام کہا بلکہ یہ دونوں پہلے سے ہی ایک دوسرے کے واقف تھے تبھی تو السلام علیکم کے ساتھ عمر خاں نے صاف طور پر نانک صاحب کا نام لیا اور باوا صاحب نے بھی السلام علیکم کہہ کر خان صاحب کو بیٹھنے کے لئے کہا۔ ایک مسلمان ہرگز کسی ہندو کو السلام علیکم نہیں کہے گا۔ عمر خان کا باوا صاحب کو السلام علیکم کہنا یہ صریح اس امر کی دلیل ہے کہ عمر خان جانتا تھا کہ باوا صاحب مسلمان ہیں اور آپ کو السلام علیکم کہنا چاہیئے۔ . . غور کرو کیسا صاف حوالہ اور عبارت ہے۔

باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے چلے

جو انھوں نے اسلام کے مشہور اولیاء اور صلحاء کے مقام پر بغرض استفادہ روحانی کئے

باوا صاحب نے بمقام سرہند شاہ عبدالشکور شاہ کی خانقاہ پر چالیس روز تک ایک چلہ کیا۔ جیسا کہ صلحاء مسلمانوں کی سنت ہے مسجد کے قریب ایک خلوت خانہ بنا کر اس میں نماز نوافل پڑھتے اور فرائض پنجگانہ باقاعدہ جماعت کے ساتھ ادا کرتے رہے اور محض اسی غرض سے انھوں نے اپنا خلوت خانہ رو بقبلہ بنایا

تاکہ یہ بھی مسجد کا ایک حجرہ بن جائے۔ اب اس خانقاہ کا نام چلہ باوانانک کر کے مشہور ہے پنجاب اور سندھ و دیگر ممالک سے گروہ در گروہ لوگ بغرض درشن و زیارت چلہ صاحب آتے ہیں اور بہت کچھ نذر و مال چڑھاتے ہیں۔ اور یہ روپیہ اُن مجاوروں مسلمانوں کو ملتا ہے جو شاہ عبدالشکور شاہ صاحب کی خانقاہ پر مقرر ہیں۔ ذرا غور سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ باوا صاحب عبدالشکور شاہ صاحب کی خانقاہ کے نزدیک اس واسطے اپنا چلہ کیا کہ باوا صاحب عبدالشکور شاہ صاحب کے کامل ولی ہونے پر پورا پورا بھروسہ رکھتے تھے۔ اور اس بات پر انھیں یقین تھا کہ اولیاء کے مقامات پر اللہ تعالیٰ رحمتیں اور برکتیں نازل ہوا کرتی ہیں اور وہ زمین نہایت مبارک اور پوتر ہوتی ہے جس جگہ اللہ تعالےٰ کے پیارے بسیرا لیتے ہیں سو محض اس غرض سے انھوں نے اپنا خلوت خانہ خانقاہ کے قریب عبادت کے لئے بنایا۔ صرف اسی پر ہی اکتفا نہیں بلکہ باوا صاحب نے بعض اور مشاہیر بزرگانِ اسلام کی خانقاہوں پر بھی چلے کئے ہیں چنانچہ ایک چلہ بمقام پاک پٹن اور ایک چلہ بمقام ملتان اور ایک چلہ حضرت معین الدین چشتی کی خانقاہ بمقام اجمیر کیا۔ باوا نانک جی اس بات کے قائل تھے کہ نبیوں ولیوں اور اکابروں کے مقاموں پر ہمیشہ اللہ تعالےٰ کی رحمتیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔ اس لئے وہ بزرگوں کے مقابر پر جاکر بصد شوق چلہ کشی کرتے اور خشوع و خضوع سے اللہ تعالےٰ کے حضور دعائیں مانگتے۔ باوا صاحب نے ملتان میں روضۂ مبارک حضرت شاہ شمس نبریز پر چالیس روز تک جو چلہ کیا تھا۔ اس کا نقشہ ملاحظہ ہو



دیکھو روضہ کے جانب جنوب میں وہ مکان ہے جو چلہ نانک کہلاتا ہے روضہ کی دیوار جنوب میں ایک مکان محرابدار دروازہ کی شکل کا بنا ہوا ہے اسپر اَللّٰہُ کا لفظ لکھا ہوا ہے اور ساتھ ہی اس کے ایک پنجہ بنا ہوا ہے اس شکل پر یا اللہ۔ اس جگہ کے ہندو مسلمان اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ یہ لفظ یا اللہ کا باوا صاحب نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ اور پنجہ کی شکل بھی اپنے ہاتھ سے بنائی تھی۔ دیوار کے ساتھ بائیں دیوار میں ایک جگہ جو ڈیڑھ گز قریب طول میں اور ایک گز عرض میں ہے۔ اور یہ بات ہندو مسلمان کے نزدیک مسلم ہے کہ اس جگہ باوا نانک جی چالیس روز تک چلہ میں بیٹھے تھے چنانچہ ہندو اس جگہ کو متبرک سمجھ کر زیارت کرنے کو آتے ہیں اور ایسا ہی سکھ بھی زیارت کے لئے ہمیشہ آتے جاتے ہیں۔ اس روضہ کے اندرونی احاطہ میں ایک مسجد ہے جو نقشہ میں دکھائی گئی ہے۔ اور وہ باوا نانک صاحب

چلہ کے بہت ہی نزدیک ہے صرف پانچ چھ قدم کا فرق ہے اور باوا صاحب کا یہ مکان چلہ رو بقبلہ ہے ہم پہلے یہ بھی لکھ آئے ہیں کہ باوا صاحب کا وہ مکان چلہ بھی جو سرسہ میں بنا ہوا ہے رو بقبلہ ہے اور یہ چلہ بھی رو بقبلہ باوا صاحب نے بنایا۔ تا نماز پڑھنے میں آسانی ہو۔ اور مسجد کے قریب بنایا تا فرضی نمازیں جماعت کے ساتھ مسجد میں سہولت سے ادا کی جا سکیں۔ اب ان روشن ثبوتوں کے مقابل پر باوا صاحب کے اسلام سے انکار کرنا گویا دن کو رات کہنا ہے۔ اور روضہ کے گرداگرد ایک مکان بنا ہوا ہے جس کو یہاں کے لوگ غلام گردش کہتے ہیں جس کا نمونہ نقشہ میں علیحدہ دکھلایا گیا ہے باوا صاحب کی جائے نشست غلام گردش کے اندر ہے اور وہاں کے مجاوروں میں عام طور سے یہ بات مشہور ہے کہ جب باوا صاحب بیت اللہ شریف سے واپس تشریف لائے تو حج خانہ کعبہ سے فراغت کرنے ہی ملتان میں آ گئے۔ جائے غور ہے بیشک یہ شخص فنا فی اللہ ہو چکا تھا۔ خدا جوئی کی آگ کیسی اور کس قدر اس کے دل میں جوش زن تھی اور کس زور شور سے اس کے اندر یہ آگ بھڑک رہی تھی۔ اور وہ کیا شے تھی جو اس کو ایسا بے آرام کر رہی تھی۔ جو مکہ معظمہ میں مدت دراز تک رہ کر پھر نہ چاہا کہ گھر میں جا کر آرام کرے۔ اور بچوں کی محبت میں مشغول ہو۔ بلکہ سیدھا ملتان میں پہنچا اور شاہ شمس تبریز کے روضہ کے قریب و جوار میں ریاضت اور مجاہدہ شروع کیا۔ اور باوا صاحب جب چلہ میں بیٹھے تو ان کا ورد خدا تعالےٰ کے ناموں میں سے ھُو کے نام کا ورد تھا۔ اور شاہ شمس تبریز کا بھی یہی ورد تھا۔ اور اکثر وہ یہ مصرع پڑھا کرتے تھے:۔

بجز ہا ھُو و یا مَن ھُو دگر چیزے نمے دانم

اور پھر وہاں کے مجاوروں کا یہ بھی بیان ہے کہ ان کا دادا مسمی بھائی سوبھا بھی حضرت شاہ شمس تبریز صاحب کے سلسلہ میں مرید تھے اس لئے

باوا نانک صاحب بھی اسی سلسلہ میں مرید ہوئے یہ تو وہاں کے سجادہ نشین صاحب کا بیان ہے جو ملتان کے رئیس بھی ہیں مگر اس کے مطابق دیگر مجاور بھی جو خاص مجاور روضہ موصوف کے ہیں گواہی دیتے ہیں کہ یہ ایک مشہور واقعہ متواتر روایتوں سے چلا آتا ہے اور عوام و خواص اور ہندو اور مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ روضہ موصوف کے ساتھ باوا صاحب نے ایک خلوت خانہ بنا کر چالیس روز تک اس میں چلہ کیا تھا اور دیوار پر یا اللہ لکھا ہوا اب تک موجود ہے اور ساتھ اس کے پنجہ ہاتھ کی شکل کا بنا ہوا ہے یہ دونو یادگاریں بھی باوا نانک صاحب کے ہی ہاتھ کی ہیں ہندو ہندو لوگ باوا صاحب کی تحریر اور نشان کی بہت تعظیم کرتے ہیں +

حضرت باوا صاحب کے اقوال کا ماخذ قرآن مجید ہے

جنم ساکھی بھائی بالا والی صفحہ ۱۳۴ پر درج ہے اللہ تعالیٰ نے (حضرت) محمد مصطفیٰ نوں دنیا دے ادھار لئی بھیجیا۔ اللہ تعالےٰ نے باوا نانک جی نوں آکھیا تینوں سپارے قرآن شریف دے ہیں چار کوٹ وچ تارے۔ اور ایک ہی نام کی مہما کرو اور دوسرا میرا کوئی شریک نہیں۔ سو یہ حکم نانک درویش نوں آیا ہے کہ تو جگت وچ جا کر اس واڈھے ورا پھیر جو کوئی حق راستی پر کھلووے گا سو ئی پار ہووے گا +

مطلب۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا۔ اللہ تعالےٰ نے باوا نانک جی کو کہا کہ قرآن مجید کے تیس پارے ہیں۔ اے نانک کل عالم میں اس کی تبلیغ کرو۔ اور جو حق کو قبول کرے گا وہی نجات پائے گا۔" آگے جا کر اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ باوا صاحب نے ایک قاضی صاحب کو کہا۔ چونکہ قرآن مجید زبان عربی میں ہے اور ہندو لوگ زبان عربی کو نہیں

جانتے۔ اس لئے وہ خدا کے کلام سے مستفیض نہیں ہو سکتے ؛

اس کے بعد حضرت باوا صاحب قرآن مجید کی مقدس آیتوں کا ہندی زبان میں ترجمہ کر کے ہندوؤں کے کانوں تک پہنچایا۔ تاکہ ہندو لوگ خدا کے کلام سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باوا صاحب کا یہ منشا تھا۔ کہ ہندو دوستوں کو آہستہ آہستہ اسلام کی طرف لایا جائے تاکہ ان کا تعصب دور ہو۔ اب ہم اس جگہ بطور مشتے نمونہ از خروارے ایک طرف باوا صاحب کے اقوال درج کرتے ہیں اور دوسری طرف قرآن مجید کی آیات۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ باوا صاحب کا کلام ہو بہو قرآن مجید کی آیات کا ترجمہ ہے ؛

باوا نانک صاحب کے اقوال	قرآن مجید کی آیات
سوچے سوچ نہ ہووئی جے سوچے لکھ وار قیاس کرنے سے پرمیشر کا قیاس نہیں ہو سکتا خواہ لاکھوں بار قیاس کریں ؛	بقرع ۳۴۔ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ اور نہیں احاطہ کر سکتے ساتھ کسی چیز کے علم اس کے سے ؛
اوہ دیکھے اونہاں نظر نہ آوے بہتا اہو وڈان وہ (یعنے پرمیشر) دیکھتا ہے اپنی مخلوق کو۔ مگر مخلوق اس کو نہیں دیکھ سکتی۔ یہ بڑا بھارا تعجب ہے وبیندا وہہ لیندے تھک پا نہہ۔	انعام ع ۱۴ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ؛ اس کو کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ مگر وہ لوگوں کی نظروں کی حقیقت کو خوب جانتا ہے اور وہ باریک بین ہے ؛ آل عمران ع ۴ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ؛

دینے والا داتا اس قدر زیادہ دیتا ہے
کہ لینے والے تھک جاتے ہیں۔
سبھناں جیاں دا اکو داتا
تمام ہی جانداروں کا ایک ہی رازق ہے

۱ اللہ رزق دیتا ہے بغیر حساب کے
جس کو چاہے

ہود ع۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ
إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔
اور نہیں کوئی جاندار زمین پر مگر اللہ
پر ہے روزی +

نانک کاغذ لکھ مناں پڑھ پڑھ
کیجئے بھاؤ مسو توٹ نہ آویئی
لیکھن پون چلاؤ +
بھی تیری قیمت نہ پوے
ہاں کے وڈ آکھاں نانوں
اگر کاغذ لاکھوں من ہو دیں اور
پڑھے جاویں۔ سیاہی بھی ختم نہ ہو
کاتب بھی ہوا کی طرح زود نویس ہو پھر
بھی اے اکال پورکھ تیری قیمت نہیں کر
سکتے ہیں۔ کس قدر بڑائی کروں۔

لقمان ع۔ وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ
مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ
يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا
نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ ط
اور اگر ہو یہ کہ جو کچھ بیچ زمین کے ہے
درختوں سے قلمیں۔ اور دریا ہو سیاہی
کا اس کے پیچھے ہوں سات سمندر
سیاہی کے نہ تمام ہوویں کی باتیں
اللہ کی +

کیتا پساؤ ایک کو اوُ
تس تے ہوئے لکھ دریاؤ
تمام سرشٹی کو ایک شبد سے
پرماتما نے کیا ہے اور اس سے لاکھوں
جزیرے سیارے ستارے بن گئے +

بقر ع ۱۴ وَإِذَا قَضٰى أَمْرًا فَإِنَّمَا
يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ط
جس وقت ارادہ کرتا ہے کسی امر کا پس
سوائے اسکے نہیں کہتا ہے واسطے
ہو۔ وہ ہو جاتی ہے +

اوچو نتھان سوہاوناں اوپر محل مرار
اُولٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ

باوا نانک صاحب کے اقوال	قرآن مجید کی آیات
سچ کرنی سچ پائیے درگھ محل پیار یعنی وہ بہشت اونچا مکان ہے اسکی عمارتیں خوبصورت ہیں۔ اور راستبازی سے وہ مکان ملتا ہے۔ اور پیار اس محل کا دروازہ ہے جس سے لوگ گھر کے اندر داخل ہوتے ہیں ✣	حسنت مستقرا ومقاما۔ یعنی جو لوگ راستباز ہیں اور خدا سے ڈرتے ہیں انھیں بہشت کے بالاخانوں میں جگہ دی جائے گی۔ جو نہایت خوبصورت مکان اور آرام کی جگہ ہے ✣
کیتا آکھن آکھیئے آکھن ٹوٹ نہو منگن والے کیترے داتا ایکو سو جس کے جیا پران ہیں من وے سکھ ہو یعنی کس قدر کہیں کہنے کی انتہا نہیں۔ کس قدر مانگنے والے ہیں اور دینے والا ایک ہے جس نے روحوں اور جسموں کو پیدا کیا وہ دل میں آباد ہو جائے تو آرام ملے ✣ اس جگہ باوا صاحب نے آپ مذہب کی بھی تردید فرمائی ہے۔ جو ارواح اور مادہ کو خدا کی مخلوق نہیں مانتے ✣	وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا یعنی زمین پر کوئی بھی ایسا چلنے والا نہیں۔ جس کے رزق کا خدا آپ متکفل نہ ہو۔ وہی ایک سب کا رب ہے۔ اور اس سے مانگنے والے تمام زمین و آسمان کے باشندے ہیں۔ جان کی قسم ہے۔ اور اس ذات کی۔ جس نے جان کو اپنی عبادت کے لئے ٹھیک ٹھیک بنایا کہ وہ شخص نجات پا گیا جس نے اپنی جان کو غیر کے خیال سے پاک کیا ✣
جو ندھیا وے سائی بھلی کار	کہف ع۵ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۔ بِيَدِكَ الْخَيْرُ

اے مالک جو تجھ کو بھاوے وہی بھلا کام ہے +

دھر ترازو تو لئے
نویں سو گورا ہوئے

ترازو یعنی تکڑی میں رکھ کر وزن کئے جاوینگے۔ جو نویں گا۔ یعنی بھاری ہوگا۔ وہی فلاح پائے گا +

وڈا صاحب وڈی نائی

بہت بڑا ہے وہ مالک اور بہت بڑا ہے اُس کا نام +

رمیا کے گن چیت پرانی

اے انسان پرماتما کے گنوں کو یاد کر

ایہہ نرگن گن کچھو نہ سوجھے

یہ نرگن انسان پرماتما کے کچھ گن نہیں جان سکتا +

سکھ دائی پون پاوک املا۔

سکھ کے دینے والی ہوائیں اور آگ آمولک تجھ کو ملی ہیں +

رنگی رنگی بھانتی کر کر۔
جنسی پایا
جن او پائی

وہ جو کچھ چاہے خدا۔ سچ ہاتھ تیرے کے ہے نیکی +

الاعراف ع۔ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ +

وزن ہونا اس دن کا حق ہے پس جو بھاری ہوگا وزن اُن کا وہ لوگ فلاح پاویں گے +

بقرع۔ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ۝
اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔

وہ بڑا عظیم ہے۔ اللہ بہت بڑا ہے

المائدہ ع۔ وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو جو تم پر ہیں +

الحج ع۔ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۝

نہیں قدر جانی خدا کی حق قدر اس کے کا +

الحجر ع۔ وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ فَأَنْزَلْنَا

الواقعہ ع۔ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ۝

اور بھیجی ہم نے ہواؤں کو کہ ابر دیتی ہیں تم نے آگ کو جو روشن کرتے ہو +

الاعمران ع۔ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ

باوا نانک صاحب کے اقوال	قرآن مجید کی آیات
رنگا رنگ اور بھانت بھانت ایک طرح کی پیدائش پیدا کی ہے۔	اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے پیدا کر لیتا ہے اور اس کے نشانات میں سے تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف یعنی فرق ✣
جو تس بھاوے سوئی کرسی حکم نہ کرنا جائی جس طرح اس کو بھلا معلوم ہوتا ہے وہی کرے گا۔ اس پر حکم نہیں کیا جا سکتا ✣	ہود ع۔ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ بیشک رب تیرا کر گذرتا ہے جو چاہتا ہے اور اللہ حکم کرتا ہے کوئی نہیں کہ پیچھے ڈالے اس کا حکم ✣
سچا پات شاہ شاہاں وہ بادشاہ ہے بادشاہوں	والتین ع۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ کیا خدا سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے ✣
اس لوئے لوئے بھنڈار اس کا آسن یعنی نشست گاہ کرسی ہر ایک تر اور سیاروں ستاروں میں ہے ✣	بقر ع ۳۲۔ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ج سما لیا ہے کرسی اس کی نے آسمانوں اور زمین کو ✣
جنھیں نام دھیایا گئے مسقت گھال جس نے خدا کے نام کا ورد کیا ہے اور خوب محنت یعنے ریاضت کر کے [illegible] ان کے نورانی	انبیا ع فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ وَاِنَّا لَهٗ كَاتِبُوْنَ ✣ پس جو کوئی اچھے کام کرے گا۔ اور وہ مومن ہوگا۔ پس اس کی کوشش

ہوں گے

جن دن کر کے کیتی رات
جس نے دن کے بعد رات بنائی۔
گھٹ گھٹ کے انتر کی جانت
ہر ذی نفس کے سینے کے بھیدوں سے واقف ہے +
ایکے روپ انوپ سروپا
بے مثل ایک ہی سروپ ہے

ہرن بھرن جا کا نیتر پھور تکا نتر نہ
جس کے آنکھ جھپکنے سے دنیا کا ناس یعنی فناہ ہو جائے گی۔

رائیگاں نہیں۔ اور تحقیق واسطے اس کے لکھنے والے ہیں +
آل عمران ع ۱۶ تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ
داخل کرتا ہے دن کو بیچ رات کے
الملک ع ۱ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ
تحقیق وہ جانتا ہے بھید سینوں کے +
بقر ع ۱۹ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ۔
شوریٰ ع ۱ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ۔
اللہ تمہارا اللہ واحد ہے۔ نہیں ہے مثال اُس کے کوئی +
النحل ع ۶ وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ
اور نہیں حکم قیامت کا۔ مگر مانند جھپکنے آنکھ کے +

باوا نانک صاحب کے اسلام پر غیر جانب دارانہ شہادتیں

برگ صاحب ترجمہ سیر المتاخرین جلد اصفحہ ۱ کے ایک نوٹ میں لکھتے ہیں کہ باوا نانک نے اپنی ابتدائی عمر میں ایک اسلامی معلم سے تعلیم پائی اور ایک شخص سید حسین نام نے بابا نانک کو ایام طفولیت میں اسلام کی بڑی بڑی تصنیفات پڑھائیں۔ ڈاکٹر ٹرمپ صاحب اپنے ترجمہ گرنتھ نمبر الف صفحہ ۴ میں لکھتے ہیں کہ بابا نانک صاحب کا جنم ساکھی میں ایک یہ شعر ہے کہ قیامت کے دن نیک کام والوں

کو کوئی پرشتش نہیں ہوگی۔ اے نانک نجات وہی پائیں گے جنکی پناہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہونگے ۔

ہیوز ڈکشنری آف اسلام صفحہ ۵۸۳ و ۵۹۱ سکھوں کی ابتدائی روایات کو بغور پڑھنے سے پختہ طور پر ثابت ہے کہ نانک صاحب نے درحقیقت اپنا مذہب بایں غرض ایجاد کیا کہ اسلام اور ہندو مذہب میں مصالحت ہوجائے جنم ساکھیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اوائل عمر میں نانک (بایں ہمہ کہ ہندو تھا) صوفیوں کی تاثیر سے سخت متاثر ہوا۔ اور ان صوفیوں کی پاک صاف طرز زندگی نے جو اُن دنوں بکثرت شمالی ہند اور پنجاب میں منتشر تھے بڑا گہرا اثر کیا اس بات سے واضح ہوجاتا ہے کہ جس ہندو پر اہل اسلام کی تاثیر ہوگی اس کے کوائف میں تصوف کے نشان پائے جائیں گے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ سکھوں کے گوروؤں کی تعلیمات میں ہم صاف صاف تصوف کی آمیزش پاتے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ پہلے گورو فقراء کے لباس اور وضع میں زندگی بسر کرتے تھے۔ اور اس طریق سے صاف ظاہر کرتے تھے کہ مسلمانوں کے فرقہ صوفیا سے ہمارا تعلق ہے تصاویر میں انھیں ایسا دکھایا گیا ہے کہ چھوٹے چھوٹے کلدستے ان کے ہاتھوں میں ہیں۔ (جیسے مسلمانوں کا طریق تھا) اور طریق ذکر کے ادا کرنے پر آمادہ ہیں۔ نانک کی نسبت جو روایات جنم ساکھی میں محفوظ ہیں پوری شہادت دیتی ہیں کہ اسلام سے اس کا تعلق تھا۔ نیز (نواب دولت خاں۔ قاضی اور نانک کی گفتگو) کے بیان سے صاف پایا جاتا ہے کہ نانک کے پہلے بلافصل خلفاء یقین رکھتے تھے کہ نانک صاحب اسلام سے بہت قریب ہوگئے تھے۔ اور ہمیں خود اس وقت کی تحریروں کو دیکھ کر اس امر کی تصدیق ہوتی ہے اور اس میں کوئی بھی شبہ نہیں رہتا۔ اُن درحقیقت اور بہت سی شہادتیں اور خود نانک صاحب کا مذہب بھی اس شک کو باقی رہنے نہیں دیتا۔ نانک صاحب کے حالات سے یہ بھی واضح ہوگا۔ کہ مسلمان بھی ان کو تعظیم کی نگاہ سے

دیکھتے تھے اور نانک صاحب بھی اُن سے ایسی صاف باطنی سے ملتے کہ کھلا کھلا مسجدوں میں ان کے ساتھ جاتے۔ اور اس طریق سے اپنے ہندو دوستوں اور ہمسایوں کو سخت اضطراب میں ڈالتے۔ کہ وہ درحقیقت مسلمان ہیں۔ جب نانک صاحب اور شیخ فرید نے سفر میں مرافقت اختیار کی تو لکھا ہے کہ یہ ایک گاؤں بسیار نام میں پہنچے۔ اور جہاں بیٹھتے تو اُنکے اُٹھ جانے کے بعد وہاں کے ہندو لوگ اس جگہ کو گائے کے گوبر سے لیپ کر پاک کرتے۔ اس کا باعث صاف یہ ہے کہ سخت پابند مذہب ہندو ان دونوں رفیقوں کی نشست گاہوں کو ناپاک خیال کرتے تھے۔ اگر نانک صاحب مذہب کے لحاظ سے ہندو رہتے۔ تو ایسی باتیں اُن کی نسبت کبھی مذکور نہ ہوتیں۔ ان نتائج کی بڑی مؤید وہ روایت ہے جو نانک صاحب کے حج مکہ کے سفر کی نسبت ہے۔ اگرچہ ڈاکٹر ٹرمپ کی سفر مکہ کے بارہ میں یہ رائے ہے کہ یہ قصہ موضوعہ معلوم ہوتا ہے مگر بہرحال اس داستان کی ایجادیں صاف بتاتی ہیں کہ نانک صاحب کے محرم راز دوست نانک صاحب کے مذہبی حالات پر نظر کر کے سفر حج کو کچھ بھی بعید از عقل نہیں سمجھتے تھے نانک صاحب کے مقالات اُس سے منقول ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ اگرچہ وہ مرد ہیں مگر حقیقت میں عورتیں ہیں جو محمد مصطفےٰ اور کتاب اللہ (قرآن) کے احکام کی تعمیل نہیں کرتے" نانک صاحب اسلام کے نبی محمدؐ کی شفاعت کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور بھنگ شراب وغیرہ اشیاء کے استعمال سے منع کرتے ہیں۔ دوزخ بہشت کا اقرار کرتے۔ اور انسان کے حشر اور یوم الجزا کے قائل ہیں سولاربیب یہ اقوال جو نانک صاحب کی طرف منسوب ہیں صاف ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اسلام کے قائل اور معتقد تھے۔

کتاب قصص ہند حصہ دوم جو پرائمری مدارس میں طلبا کو پڑھائی جاتی ہے اس کے صفحات ۱۹۷ تا ۱۹۸ پر مندرجہ ذیل واقعات کا ذکر ہے جو قابل غور

اور محققین عالم کے کار آمد ہے ؛

(۱) بابا نانک صاحبؒ کے والد نے آپ کو علاقہ کپورتھلہ میں بھیجدیا۔ جہاں بابا نانک صاحبؒ کے بہنوئی نواب دولت خاں لودھی افغان کی سرکار میں ملازم تھے۔ اور ان کے بہنوئی نے ان کو نواب مذکور کی سرکار میں مودھی کے عہدہ پر ملازم کرادیا۔ ملازمت کپورتھلہ کے دوران ایام کے واقعات میں سے دو واقعات مصنف کتاب مذکور یوں بیان کرتا ہے :-

(۱) ایک دن بابا نانکؒ کو نواب اپنے ساتھ مسجد میں لے گئے۔ نواب تو نماز میں مصروف ہوئے۔ بابا نانک صاحبؒ الگ بیٹھے رہے۔ جب نواب نماز سے فارغ ہوا۔ تو پوچھا کہ نانک! تم خدا کی نماز میں ہمارے ساتھ شریک نہ ہوئے بابا نانک صاحبؒ نے کہا۔ کہ تمہارا دل تو قندہاری گھوڑوں کی خریداری کر رہا تھا۔ نماز کس کے ساتھ پڑھتا" صـ ۱۹۸ ؛

دو باتیں قابل غور ہیں۔ نواب دولت خاں مذکور کی سرکار میں علاوہ بابا نانک صاحبؒ کے اور کئی ہنود ملازم تھے۔ مگر کسی کو نواب مذکور کبھی اس طرح مسجد میں نہیں لایا۔ اور نہ کسی کو اس طرح نماز کی تلقین کی۔ اگر بابا نانک صاحبؒ مسلمان نہیں تھے۔ تو ایک ہندو دھرم کے آدمی کو اس طرح مسجد میں لیجانے اور تلقین نماز کرنا کیا معنی رکھتا ہے ورنہ مخالف پر لازم ہے کہ وہ ثابت کرے کہ نواب مذکور نے دیگر اہل ہنود کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کیا ہے ؛

(ب) بابا نانک صاحبؒ کا جواب بھی ہمارے مدعا کا مؤید ہے۔ بابا نانکؒ یہ نہیں فرماتے کہ میں ہندو دھرمی ہوں۔ مجھ پر نماز فرض نہیں۔ بلکہ اپنی ولایت کو کام فرما کر نواب کو حضوری قلب کے ساتھ نماز پڑھنے کی تحریک فرماتے ہیں جس طرح کہ ہمیشہ سے صوفیائے کرام اہل اسلام کو نصیحت فرماتے آئے ہیں ؛

(۲) ایک دن قاضی جی نے انھیں (بابا نانکؒ کو) بلا کر نماز کے لئے مجبور کیا" الخ جائے غور ہے کہ اگر بابا نانک صاحبؒ ہندو یا سکھ تھے تو قاضی

کیونکر ایک ہندو یا سکھ کو نماز کے لئے مجبور کر سکتا تھا۔ کیا کبھی کسی نے سُنا۔ یا پڑھا۔ کہ بابا نانک صاحبؒ کے بہنوی کو بھی قاضی صاحب نے بُلا کر اس طرح نماز کے لئے مجبور کیا ہو ؛

اور پھر جب قاضی جو حضوری دیکھتی قلب کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا تھا۔ اور جس کی اقتداء میں ایک باکرامت صوفی کو نماز ادا کرنا موزون نہ تھا۔ نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے بابا نانک صاحبؒ پر خفا ہوتا ہے۔ تو بابا نانک صاحبؒ نے جس طرح نواب صاحب کو نیک تلقین فرمائی تھی۔ اسی طرح قاضی صاحب کو نیک تلقین فرمائی۔ مگر یہ نہیں فرمایا کہ میں تو غیر مسلم ہوں مجھے نماز کے لئے کیوں مجبور کیا جاتا ہے۔ یہ امور بابا نانک صاحبؒ کے مسلمان ہونے پر شاہد ناطق ہیں۔ ورنہ مخالفین پر واجب ہے کہ وہ ثابت کریں کہ تمام دیگر غیر مسلم ملازمین کے ساتھ نواب صاحب اور قاضی مذکور کا یہی شیوہ و برتاؤ تھا ؛

(۳) ان کی نعش پر آکر جھگڑا ہُوا۔ یعنی مسلمان کہتے تھے۔ کہ ہم بموجب مذہب اسلام کے تجہیز و تکفین کریں گے۔ اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کرینگے الخ کبھی کسی ہندو یا غیر مسلم شخص کی موت کے بعد ایسا نہیں ہُوا۔ کہ اہل اسلام نے کہا ہو۔ کہ یہ مسلم تھا۔ ہم اس پر نماز جنازہ پڑھیں گے۔ اگر بابا نانکؒ غیر مسلم تھے۔ تو کیوں ہندوؤں نے آدھی چادر پر صبر کیا۔ اور مسلمان قوم کس طرح غیر مسلم کا جنازہ پڑھ سکتے تھے۔ یہ ہر سہ امور صاف ثابت کرتے ہیں کہ بابا نانکؒ مسلمان تھے۔ اور یہ حالات ایک ایسی کتاب میں درج ہیں جو تمیں بیسی بچے پڑھتے ہیں۔ اور غور کرنے والے کے لئے ہر بات میں نکتہ صدق موجود لیکن مستور ہے ؛

گرنتھ صاحب اور حضرت فرید رحمۃ اللہ علیہ

گرنتھ صاحب کی ترتیب گورو ارجن دیو صاحب کے عہد میں ہوئی ہے گویا پانچویں گورو جی اس کے مرتب کرنے والے ہیں۔ اور وہی اس کے جامع بھی ہیں۔ ہم اس وقت یہ ذکر نہیں کریں گے کہ کیونکر اور کن ضوابط کے تحت گرنتھ صاحب جمع ہوتا رہا۔ اور تنقید حقیقت کے واسطے کیا کچھ اصول اور قواعد موضوع تھے۔ ہم اس جگہ میں صرف یہ جتانا اور دکھانا چاہتے ہیں کہ منجملہ اس کلام کے جو سری گرنتھ صاحب میں اصل کلام گرنتھ جی مانا گیا ہے۔ حضرت فرید علیہ الرحمۃ کا کلام اور شبد بھی ہیں :-

حضرت فرید رحمۃ اللہ علیہ یہ فرید بابا فرید شکر گنج علیہ الرحمۃ نہیں ہیں کیونکہ وہ تو بابا نانک جی علیہ الرحمۃ کے بہت پہلے گذر چکے تھے۔ یہ کوئی اور حضرت فرید ہیں۔ جو عہد بابا صاحب میں موجود تھے اور سکھوں کی مذہبی تاریخ اور کتابوں سے پایا جاتا ہے کہ بابا صاحب کے ساتھ یہ حضرت فرید دوستانہ یا مخلصانہ راہ و رسم رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ یہ ہم سفر بھی رہے تھے۔ جس سفر میں دونوں کے دودھ پینے کا واقعہ جنم ساکھی کلاں میں بیان کیا جاتا ہے ؛

اقوال فرید رحمۃ اللہ علیہ سری گرنتھ صاحب میں ایک نہیں۔ چند ایک اقوال درج ہیں۔ اور یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ جس جس بزرگ کے اقوال اور شبد گرنتھ صاحب میں درج ہیں وہ گرنتھ صاحب کے مسلمہ اقوال میں شمار ہوتے ہیں۔ اس اصول پر یہ کہنا ہی نہیں بلکہ مان بھی لینا چاہیئے کہ جو اقوال حضرت فرید کے نام سے سری گرنتھ صاحب میں زیب ترقم پا چکے ہیں۔ وہ عین گرنتھ صاحب کے اقوال ہیں۔ اور حضرت

بابا جی علیہ الرحمۃ کی اپر مہر تصدیق اور قبولیت ثبت ہو چکی ہے۔ اور بایں وجہ وہ گویا خود حضرت بابا جی کے ہی شبد و اقوال ہیں +

چند اقوال ہم چند اقوال ذیل میں درج کر کے ناظرین اور خصوصاً منصف مزاج اور محقق سکھ صاحبان کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ ان اقوال پر غور کریں۔ اور پرکھیں۔ کہ گرنتھ صاحب میں ان کا داخلہ کیا کچھ مطلب رکھ سکتا ہے۔ اور اس وقت ہمیں ان الفاظ کے مفہوم کی وسعت کی بابت تنقیدی پہلو سے کیا کچھ فیصلہ کرنا اور قرار دینا چاہیئے +

جن پر سکھ صاحبان کو نظر تدبر ڈالنی چاہیئے وہ یہ ہیں:-

تین شلوک

فریدا بے نماز اکتیا ایہہ نہ بھلی ریت
کدی چل نہ آیوں پنجے وقت مسیت
اٹھ فریدا وضو ساد ھ صبح نماز گذار
جو سر سائیں ناں نویں سو سر کپ اُتار
جو سر سائیں ناں نویں سو سر کیجے کائیں
کُتی ہیٹھ جلائیے بالن سندی تھائیں

ہر سہ اقوال کا ترجمہ اے بے نماز فرید ایہہ عادت اچھی نہیں۔ تم کبھی بھی پانچ وقت کی نماز میں مسجد میں نہیں آئے۔ اے فرید اُٹھ اور وضو کر کے صبح کی نماز پڑھ۔ کیونکہ جو سر خدا کے حضور میں نہ جھکے وہ کاٹ دینا چاہیئے۔ جو سر خدا کے سامنے سجدے میں نہ گرے وہ کس قابل ہو سکتا ہے۔ اسے تو ایندھن کی جگہ ہنڈیا کے نیچے جلا دینا چاہیئے +

اس شبد کے پہلے فقرہ میں حضرت فرید علیہ الرحمۃ نے خود کو جو لفظ سگ سے مخاطب کیا ہے۔ یہ ان کی فروتنی اور انکسار عابدانہ پر دال ہے۔ ان ہر سہ شبدوں کا مطلب واضح تر ہے۔ یہ ارشاد ہوتا ہے کہ

نماز پانچوقتہ۔ ایک ضروری عمل اور فرض ہے۔ اگر کوئی یہ ادا نہ کرے تو

اسکی ہستی اور اس کا سر اس قابل نہیں کہ اسے کوئی عظمت دیجائے۔ ہر انسان کو چاہیئے کہ پانچوقت نماز گذارے اور وہ بھی مسجد میں جاکر یعنی باجماعت گذارے۔ جو شخص ایسا نہیں کرتا وہ ناقابل خطاب ہے۔ اسکی زندگی ابتر اور اسکی روش مخدوش ہے +

تنقیدی نوٹ چونکہ ان اقوال کا سکھ مذہب میں انکار نہیں کیا جاتا اس واسطے یہ بات مان لینی چاہیئے کہ یہ اقوال گرنتھ صاحب کے یا عین گرنتھ ہیں۔ اور ان پر حضرت باباجی علیہ الرحمتہ کی مہر تصدیق لگ چکی ہے۔ گویا دوسرے الفاظ میں یہ کہنا ذرا بھی مبالغہ نہ ہوگا۔ کہ خود حضرت باباجی بھی فرماتے ہیں کہ پانچوقت کی نماز ضروری اور لازمی ہے اور جو لوگ اس کے عامل نہیں ہیں۔ ان کا ایمان ضعیف اور ان کا عمل مخدوش ہے۔

تنقیح طلب یہ ہے کہ ۱۔ یا تو حضرت فرید علیہ الرحمتہ نے ان شبدوں میں خود کو ہی مخاطب کیا ہے۔ اور خود کو ہی تنبیہ کی ہے۔ جیسے کہ بعض اوقات لوگ اپنے اپنے حالات کے مطابق خود کو یوں مخاطب کیا کرتے ہیں جیسے ایک صوفیانہ رنگ کہا جائے گا +

۲۔ یا مسلمانوں کو مخاطب کیا ہے۔ کہ افسوس تم مسلمان ہو کر بھی نماز گذار نہیں ہو۔ حالانکہ نماز ایک فریضہ ہے +

۳۔ یا وہ خود ایک عام اعلان کے لئے یہ شبد کہے گئے ہیں۔ کہ جو دین اسلام میں طریقہ عبادت اور نماز فرض کی گئی ہے۔ وہ ایک ضروری مرحلہ ہے اور یہی طریقہ ایک واجب طریقہ ہے +

ان تینوں صورتوں سے اور کوئی صورت معلوم نہیں ہو سکتی۔ اگر پہلی خود مخاطبانہ صورت ہے۔ تو اس صورت میں بھی یہ استدلال لازمی ہوگا۔ کہ حضرت فرید رحمتہ اللہ علیہ باباجی کی صحبت میں رہ کر بھی پکے مسلمان اور نماز گذار تھے اور [illegible] کے دل میں نماز اور عبادت اسلام کی یہاں تک پابندی تھی کہ بحالت

عدم ادائگی اس کے خود کو ایک حاتور کے نام سے مخاطب کرتے ہیں +
اگر دوسری صورت ہے تو کہا جائے گا کہ حضرت فرید علیہ الرحمۃ کے ان اقوال کو ضرورتاً گرنتھ صاحب میں لیا گیا ہے۔ تاکہ مسلمانوں کو تحریک اور تنبیہ ہو +

تیسری صورت بھی دوسری صورت کے قریب قریب ہی ہے۔ ان تینوں میں سے کوئی سی صورت ہو۔ یہ کہنا ہی پڑے گا۔ کہ حضرت باباجی کی رفاقت میں فرید علیہ الرحمۃ اسلامی اعلانات سے غافل نہ تھے اور حضرت باباجی کے دربار میں اس بات کی اجازت تھی جس سے یہ استدلال ثانی بھی کچھ بے جا نہ ہوگا۔ کہ حضرت باباجی کو خوبی اسلام کا اعتراف تھا +

اور اگر ہم خود حضرت باباجی علیہ الرحمۃ کے اپنے اقوال سے ان اقوال زیر بحث کو نسبت دیکر غور کریں۔ تو پھر تو معاملہ اور بھی صاف ہو جاتا ہے۔ اور کہنا ہی پڑتا ہے کہ حضرت باباجی کو بھی دل سے اسلامی اصول اور اسلامی عبادات پر یقین تھا۔ اور وہ فرید سے بدل متفق تھے اور اسلامی نور ان کے دل و دماغ میں منور اور روشن تھا +

حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد حضرت باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۲ پر فرماتے ہیں :-

لام۔ لعنت بر سر تنہاں جو ترک نماز کریں
تھوڑا بہتا کھٹیا ہنتھوں ہنتھ گویں

پھر تاریخ گورو خالصہ مصنفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی کے صفحہ ۵۵ پر حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں :-

جیم۔ جمع کر نام دی پنج نماز گزار
باہوں نام خدائیدے ہوسیں بہت خوار

ان ہر دو شبدوں یا ہر دو اقوال سے تو صاف ثابت ہے کہ حضرت باباجی کے نزدیک عبادات اسلامی یعنی نماز کی خصوصیت سے قدر تھی۔ اور وہ اسے ہر بشر کے واسطے ضروری خیال کرتے ہیں۔ جب وہ دوسروں کو یہ تبلیغ کرتے ہیں۔ تو کیوں وہ خود اس کے عامل نہ ہونگے؟ جب وہ بے نمازی پر علانیہ لعنت کرتے ہیں۔ اور اسے نافرمان احکام خدائی قرار دیتے ہیں تو خود کیوں اس کے عملی رنگ میں معترف نہ ہونگے +

کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت باباجی کے ان شبدوں میں نماز سے محض عبادت خدائے قدیر مراد ہے۔ اور تشبیہاً مراد ہے۔ نہ کہ مسلمانوں کی مخصوصہ نماز۔ تو میں کہوں گا کہ پہلے شبد میں جو لفظ اور ہندسہ پانچ کا لایا گیا ہے وہ خصوصیت سے اسلامی نماز کا اعلان کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے۔ جو لوگ تارک صلوٰۃ خمسہ ہیں۔ وہ اپنی ہستی کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں۔ جب دوسروں کے واسطے حضرت باباجی علیہ الرحمۃ ایسی سخت وعید بیان کرتے ہیں۔ تو یہ کیا قیاس کیا جا سکتا ہے کہ خود بھی اس وعید سے خوف کھا کر نماز گذار نہ ہونگے۔ یہ کہنا کہ حضرت باباجی کے یہ اقوال محض مسلمانوں کے خوش کرنے کے واسطے تھے۔ یا صرف انہی کی ترغیب منظور تھی۔ ان کے اپنے دل میں اس کی کوئی قدر اور حمیت نہ تھی۔ یہ باباصاحب ایسی واجب التعظیم ہستی پر ایک شرمناک بہتان ہے لوگوں کو تو وہ کہتے ہیں کہ جو نماز نہیں پڑھتا۔ وہ لعنتی ہے۔ اور اسکی زندگی ایک ہلاکت میں جا رہی ہے اور خود دل میں اس سے منکر ہوں۔ اور اسکی کوئی قیمت نہ ڈالتے ہوں۔ ھذا بھتان عظیم +

حضرت باباجی کو بھلا ایسی ضرورت کیا تھی کہ خواہ نخواہ نماز گذاری پر زور دیتے۔ اور ان لوگوں پر لعنت کرتے جو نماز

گذار نہ تھے۔ اور ایسے لوگوں کو سخت سے سخت وعیدات کے مستوجب بناتے۔ گویا دوسرے الفاظ میں خود را فضیحت و دیگراں را نصیحت کے نعوذ باللہ مصداق بنتے۔ ہم تو انکی ذات کی نسبت ایسا وہم و گمان بھی نہیں کر سکتے۔ بجائے اس کے کہ ہم اقوال فرید اور باباجی کی نسبت اس قسم کی کمزور تعبیرات کریں۔ یہ کہنا زیادہ تر مناسب ہوگا۔ کہ یہ اقوال گرنتھ صاحب میں جعلی ہیں۔ اور ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ نہ باباجی نے یہ سنے اور نہ کہے ہیں۔ اور نہ ان کا ایسا عقیدہ تھا۔ اور نہ انھیں ان سے کوئی نسبت ہے۔ کیونکہ وہ ہندو مذہب رکھتے تھے۔ اور ہندو عقیدت کی حالت میں ان سے ایسے منافی اقوال کا سرزد ہونا ان کے ہندو عقیدہ کو مخدوش بنانا اور سکھ مت پر ایک بہتان ہے ٭

ہم چاہتے ہیں کہ ناظرین اور اقانیم سکھ مت ان دونوں قسم کے شبدوں اور اقوال گرنتھ صاحب پر ناقدانہ غور کریں اور سوچیں کہ آخر ان کا اصلی مفہوم کیا ہے۔ اور کہاں تک ان الفاظ کو معانی سے وابستگی ہے۔ اور حضرت فرید اور باباجی کا ان کے اطلاق سے اصل مدعا کیا تھا۔ آیا ان کی کوئی حقیقت بھی ہے۔ یا محض شاعرانہ رنگ ہی رکھتے ہیں۔ اگر ان کی کوئی حقیقت ہے تو وہی ہوگی۔ جو ان الفاظ کے معانی لئے ہوئے ہیں۔ اور اگر ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے تو سوائے اسکے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ یا تو یہ شبد اور یہ الفاظ کوئی اصلیت نہیں رکھتے اور یا ان کے معانی کی تنقید نہیں ہو سکتی ٭

اگر یہ الفاظ شرمندہ معانی ہیں تو اس کی حقیقت وہی ہو سکتی ہے جو ان الفاظ میں ملفوف ہے۔ الفاظ اور الفاظ کے معانی میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ صاف طور پر دعوت دے رہے ہیں۔ ہاں اگر یہ کہا جائے کہ جو کچھ حضرت فرید نے کہا ہے وہ محض شاعرانہ رنگ ہے اور اس کے مقابلہ

ہیں جو کچھ حضرت بابا جی کی زبان سے نکلا ہے وہ بھی ایک عامیانہ رنگ رکھتا ہے تو پھر کسی بحث یا کسی مزید تنقید کی ضرورت نہ ہوگی ؛

اگر ہم فرید علیہ الرحمۃ کے اقوال کو محض شاعرانہ رنگ دیں گے۔ اور حضرت بابا جی کے محولہ شبدوں کی حقیقت محض ایک افسانہ مانیں گے۔ تو گرنتھ صاحب کی حقیقت کی نسبت ہمیں بہت کچھ مشکلات کا سامنا ہوگا۔ اور اس اصول سے روگردان ہونا پڑے گا۔ جو سکھ مت انکی صحت کے واسطے مدتوں سے تسلیم کر چکا ہے ؛

ہماری رائے میں حضرت بابا جی کو اس صورت میں کہ جب ان کے دل و دماغ میں اسلام اور اسلام کی طرز عبادت نماز کی کوئی قدر و منزلت نہ تھی۔ کیونکر لازم تھا کہ وہ خواہ مخواہ ان لوگوں کو اور ان افراد پر لعنت کریں۔ کہ جو نماز گذار نہیں ہیں۔ یا نہیں تھے۔ ان کا سکھ یا ہندو ہو کر کیا حق تھا۔ کہ وہ مسلمان بے نمازوں پر لعنت کریں۔ اور خواہ مخواہ ایک ذمہ واری اپنے اوپر لیں ؛

اور انھیں کیا ضرورت تھی کہ وہ بے نماز کے سوائے انسان کی زندگی کو لعنتی زندگی قرار دیں۔ یہ بات تو ان کے اخلاق سے بعید تھی ؛

خاص قادیان میں سکھوں سے معرکۃ الآرا مباحثہ

(نوشتہ مکرم منشی غلام نبی صاحب ایڈیٹر الفضل قادیان)

پیشتر اس کے کہ میں منشی صاحب موصوف کی اصل روئیداد کو درج کروں میرا یہ لکھ دینا بے جا نہ ہوگا کہ اس موقعہ پر سکھوں کا سالانہ جلسہ تھا۔ اور سکھوں کے بہترین عالم فاضل آئے ہوئے تھے۔ اس لئے سکھ مناظر جو خود بہت

قابل تھا۔ اسکی مدد کے لئے اور بھی چار پانچ سکھ عالم شامل تھے۔ مگر اس طرف سوائے خدا کی مدد کے اور کوئی ظاہری وسیلہ نہ تھا۔ دوم بحیثیت مدعی ہونے کے آخری وقت میرا ہونا چاہیئے تھا۔ مگر خلاف اصول ہیں اس سے بھی محروم کر دیا گیا تھا۔ مگر باوجود اس کے اللہ کریم نے وہ یاوری فرمائی کہ اپنے تو اپنے بیگانوں کو بھی سوائے اعتراف کے اور کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ اسی کو تو خدا کا فضل کہتے ہیں۔ (نور)

"۲۴-۲۵ مارچ ۱۹۲۰ء سکھوں کا قادیان میں جلسہ تھا۔ جسپر ان کے لکچرار اور گیانی آئے ہوئے تھے۔ ایک لیکچرار بھائی گنگا سنگھ صاحب (جو آجکل سکھ مشنری کالج امرتسر کے پرنسپل ہیں) نے اپنے لیکچر میں ہمیں چیلنج دیا۔ کہ باوا صاحب کے مسلمان ہونے پر ان سے مباحثہ کر لیا جائے اس چیلنج کی تصدیق کے لئے جناب میر محمد اسحٰق صاحب تشریف لے گئے اور مباحثہ کے شرائط طے کر آئے۔ قرار پایا کہ ۲۵ مارچ ۸ بجے شام مدرسہ احمدیہ کے صحن میں مباحثہ ہو۔ ہماری طرف سے جناب شیخ محمد یوسف صاحب سابق سردار سورن سنگھ ایڈیٹر نور مباحث منتخب ہوئے۔ اور سکھوں کی طرف سے بھائی گنگا سنگھ صاحب ایڈیشنک +

مباحثہ کی کارروائی ٹھیک ۸ بجے زیر صدارت جناب میر محمد اسحٰق صاحب شروع ہوئی۔ جنھوں نے بتایا کہ یہ مباحثہ حسب شرائط تجویز شدہ تین گھنٹے ہوگا۔ پہلے شیخ محمد یوسف صاحب جو باوا نانک علیہ الرحمۃ کے مسلمان ہونے کے مدعی ہیں آدھ گھنٹہ تقریر کریں گے۔ پھر گنگا سنگھ صاحب اس کا جواب آدھ گھنٹہ میں دیں گے۔ اس کے بعد پندرہ پندرہ منٹ کی تقریریں ہونگی۔ اور آخری دس دس منٹ ہونگے +

صدر صاحب کی افتتاحی تقریر کے بعد جناب شیخ صاحب نے اپنی تقریر شروع کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ کسی شخص کو مسلمان ثابت کرنے سے پہلے

یہ دیکھنا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کے لئے کن نشانیوں اور علامتوں کی ضرورت ہے۔ اور وہ علامتیں باوا نانک صاحب میں پائی جاتی ہیں یا نہیں؟ اگر پائی جاتی ہیں تو پھر کوئی عقلمند ان کے مسلمان ہونے سے ہرگز انکار نہیں کرسکتا۔ اور اگر نہیں پائی جاتیں تو پھر کسی کا حق نہیں ہے کہ انھیں مسلمان کہے +

اب میں وہ موٹی موٹی باتیں بتاتا ہوں جن کا ایک مسلمان میں پایا جانا ضروری ہے۔ اول کلمہ طیب ہے (۲) نماز روزہ (۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہے (۴) حج کعبہ ہے (۵) قیامت پر ایمان لانا ہے۔ (۶) ملائکہ کو ماننا ہے (۷) قرآن مجید کو خدا کی کتاب سمجھنا ہے + مانتے آؤ پیارو! اب ہم دیکھیں کہ ان باتوں کے متعلق باوا صاحب کیا فرماتے ہیں۔ پہلے ہم کلمہ طیبہ کو لیتے ہیں:۔

باوا نانک صاحب اور کلمہ شہادت جنم ساکھی بھائی بالا والی کے صفحہ ۴۲۰ میں حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں:۔

ک کلمہ اک یاد کر اور نہ بھاکھو بات
نفس ہوائی رکن دین نس سے ہوویں مات

جس کا مطلب یہ ہے کہ باوا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اے رکن دین راہ ہدیٰ اور نجات پانے کے لئے کلمہ ہی یاد کرنا چاہیئے۔ کیونکہ نفس اسی کے ذریعہ مات ہوسکتا ہے۔ پھر اس کلمہ کی اسی جنم ساکھی کے صفحہ ۱۴۱ میں تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

پاک پڑھیوس کلمہ جہ سدا محمدؐ نال ملائے
ہو یا معشوق خدائیدا ہو یا تل الیہ

جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کا کلمہ پڑھو۔ اور وہ کلمہ وہ ہے۔ جس کے ساتھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام ہے یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

پھر اور دیکھئے۔ جنم ساکھی کے ص۱۴۳ میں فرماتے ہیں:-

نانک آکھے رکن دین سچے سنو جواب
صاحب دا فرمایا لکھیا وچہ کتاب
دنیا دوزخ اوچڑھے جو کہے نہ کلمہ پاک
مکروہ تریہے روجڑے پنج نماز طلاق
لقمہ کھائے حرام دا سرتے چڑھے عذاب
جو راہ شیطان گم ہتھیئے سے کیونکر کرن نماز
آتش دوزخ ہاویہ پایا تنہاں نصیب
بہشت حلالی کھاونا کینا تنہاں پلید
مسلمان مسلمی جو جسے وچ مرن
قایم ہوئے قیامتی پھر نہ جنم دھرن
نانک آکھے رکن دین کلمہ سچ پچھان
اک روح ایمان دی جو ثابت رکھے ایمان

مطلب یہ ہے کہ بابا نانک لوگوں کو فرماتے ہیں کہ اے لوگو نانک تمہیں بتاتا ہے۔ اور اپنے پاس سے نہیں بلکہ صاحب (خدا) نے اپنی کتاب (قرآن) میں بتایا ہے کہ وہی لوگ دوزخ میں جائیں گے جو کلمہ نہیں پڑھتے۔ تیس روزے نہیں رکھتے۔ اور پانچ نمازیں نہیں پڑھتے۔ ایسے لوگوں کا کھانا پینا ناپاک ہے جن لوگوں کو شیطان نے گمراہ کر دیا ہے وہ نماز کیونکر پڑھ سکتے ہیں۔ ایسے لوگ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ ان لوگوں نے بہشت کی نعمتوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے۔ ہاں جو لوگ مسلمان ہو کر مریں گے قیامت کے دن جب حساب کتاب ہوگا۔ تو وہ بہشت میں جائیں گے۔ پس نانک کہتا ہے کہ کلمہ کو سچا سمجھو۔ کیونکہ یہی ایمان کی روح اور یہی ایمان کا ثبوت ہے۔

پھر باوا نانکؒ جنم ساکھی بھائی بالا والی کے صہ ۱۷۲ میں فرماتے ہیں:-

کلمہ اک پکار یا دوجا ناہی کوئی

ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ حضرت باوا نانک کلمہ طیبہ کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے تھے۔ اور اس کا پڑھنا کتنا ضروری سمجھتے تھے:-

باوا نانکؒ اور نماز روزہ

اب میں نماز و روزہ کے متعلق بتاتا ہوں۔ باوا نانکؒ صاحب گورو گرنتھ سری راگ محلہ پہلا میں فرماتے ہیں:-

عیب تن چکڑ دیہ من بینڈو کمل کی سار نہیں مول پائی
بھنورا استاونت بھا کھیا بولے کیوں بوجھ جان نہ بوجھائی
آکھن سننا یون کی بانی اہیہ من رتا مایا
خصم کی نذریں دلیں پسندی جنھیں اک کر دھایا
تہیہ کر رکھے پنج کر ساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائی
نانک آکھے راہ پر چلنا مال تن کس کو سنجھائی

مطلب یہ کہ اے انسان تیرے بدن پر کیچڑ کیا ہے۔ تیرے ہی عیب۔ اور اس میں بینڈک کیا ہے تیرا ہی دل۔ اس عیبوں کے کیچڑ میں بھرے ہوئے بینڈک کے سر پر کنول کا پھول کھلا ہوا ہے جس پر بھنورا بیٹھ کر ہر وقت کہتا ہے کہ اے کیچڑ میں لت پت ہونے والے بینڈک کیچڑ کو چھوڑ کر اوپر آ اور دیکھ تیرے سر پر کیسا خوشنما پھول کھلا ہوا ہے۔ مگر اس پھول کی حقیقت وہی سمجھ سکتا ہے جسے خدا سمجھائے۔ اور خدا انھیں کو سمجھاتا ہے جو اس کے حکموں پر عمل کرتے ہیں۔ اور ان کی یہ نشانی ہے کہ وہ ایک خدا کو مانتے ہیں۔ تیس روزے رکھتے ہیں۔ اور پانچوں وقت نماز پڑھتے ہیں۔ اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہ شیطان سے نہیں بچ سکتے۔

پھر سنئے۔ تاریخ گورو خالصہ مصنفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی کے

صہ ۵۵ میں ہے :-

ج جمع کر نام دی پنج نماز گذار
باجھوں نام خدائیدے ہوئیں بہت خوار

باوا صاحب فرماتے ہیں۔ اللہ کے نام کی جمع کرو۔ پانچوں وقت کی نماز پڑھ کر۔ اس کے بغیر ذلت اور خواری ہے ؛

پھر جنم ساکھی بھائی بالا میں درج ہے۔ صہ ۲۲

ل۔ لعنت برسر تنہاں جو ترک نماز کریں
تھوڑا بہتا کھٹیا ہتھوں ہتھ گویں

وہ لوگ جو نماز کے تارک ہیں وہ دن بدن گھاٹے میں جا رہے ہیں۔ جو کچھ تھوڑا بہت کمایا۔ اس کو بھی ہاتھوں ہاتھ ضائع کر رہے ہیں۔

پھر شری گورو گرنتھ صاحب آدھ صہ ۱۳۷۸ پر یہ درج ہے۔

فریدا بے نمازا کتنیا اہیہ نہ بھلی ریت
کدی چل نہ آیوں پنجے وقت مسیت
اُٹھ فریدا وضو ساد ھ صبح نماز گذار
جو سر سائیں نہ نویں سو سر کپ اُتار
جو سر سائیں نہ نویں سو سر کیجے کائیں
کنی بیٹھ جلائیے بالن سندھی تھائیں

اے فرید ا بے نماز تو کتا ہے۔ اور نماز کو ترک کرنا۔ اور نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں نہ آنا بہت بُری بات ہے۔ اے فریدا اٹھ اور وضو کر کے مسجد میں جا کر صبح کی نماز پڑھ۔ کیونکہ جو سر خدا کے آگے نہیں جھکتا وہ کاٹ دینے کے قابل ہے۔ اور جو سر خدا کے آگے نہیں جھکتا۔ وہ اُتار کر ہانڈی کے نیچے ایندھن کی جگہ جلانے کے قابل ہے :-

ہو سکتا ہے کہ اس شلوک کے متعلق سکھ مناظر صاحب کہدیں کہ یہ فرید کا

قول ہے باوا صاحب کا نہیں۔ اس لئے ہم اسے نہیں مانتے۔ لیکن یہ کہنے کا انھیں کوئی حق نہیں ہے۔ کیونکہ جو کچھ گرنتھ صاحب میں لکھا ہے۔ اس کا ماننا سکھوں کا فرض ہے اور وہ گرنتھ صاحب کے کسی لفظ اور کسی شعشہ اور کسی نقطہ کا بھی انکار نہیں کر سکتے۔ پس اگرچہ یہ شلوک فرید کا ہے۔ لیکن چونکہ گرنتھ صاحب میں درج ہے۔ اس لئے سکھ صاحبان کو ماننا پڑے گا ؛

باوا نانک صاحب اور اسلامی شعار

بینے گورو گرنتھ صاحب اور جنم ساکھی کے جو حوالے پیش کئے ہیں۔ انکے متعلق کہا جاتا ہے۔ اور غالباً اس وقت بھی کہا جائے گا کہ باوا صاحب نے یہ نصیحتیں مسلمانوں کو کی ہیں اور خود ان پر عامل نہ تھے۔ لیکن میں باوا صاحب کا اپنا عمل بتاتا ہوں۔ سنیئے جنم ساکھی اور وہ جنم ساکھی جو سکھوں کے نزدیک سب ساکھیوں سے پرانی ہے۔ اس کے صـ۲۰۳ میں لکھا ہے ؛

کن وچہ انگلیاں پائیکے تب نانک دتی بانگ

اب دیکھ لو بانگ کون لوگ دیا کرتے ہیں۔ ہندو یا سکھ یا مسلمان ؟

اور لیجئے واران بھائی گورداس جی سکھوں میں ایک ایسی معتبر کتاب ہے۔ کہ اس کے متعلق سکھ صاحبان یہ یقین رکھتے ہیں کہ یہ گرنتھ صاحب کی چابی ہے یعنی اس کے بغیر گرنتھ صاحب کا سمجھنا مشکل ہے۔ اس کے صـ۱۴ میں لکھا ہے :-

بابا گیا بغداد نوں باہر جا کیسا استھاناں
اک بابا اکال روپ دوجا ربانی مرداناں
دتی بانگ نماز کرسن سبھا ہتو یا جہاناں

یعنی باوا صاحب بغداد گئے اور بغداد کے باہر جا ڈیرا لگایا۔ ایک باوا صاحب تھے۔ دوسرے مردانا۔ وہاں باوا صاحب نے اذان دیکر نماز پڑھی اور انکی آواز ایسی سریلی و دلاویز تھی کہ لوگ سنکر حیران رہ گئے۔ یہ ہے باوا صاحب

کا اپنا عمل۔ اس کے متعلق ہمارے سکھ دوست کیا کہیں گے ؛

رسول کریم کے متعلق باوا صاحب کا عقیدہ

اب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق باوا صاحب کا عقیدہ بتاتا ہوں۔ گرنتھ صاحب آدی چھوٹا سائز صفحہ ۱۳ میں باوا صاحب فرماتے ہیں

پیر پیغمبر سالک شہدے اور شہید
شیخ مشائخ قاضی ملاں درویش رسید
برکت تنکی اگلے جو پڑھتے رہن درود

یعنی جسقدر پیر۔ پیغمبر۔ سالک۔ شہداء۔ شیخ۔ مشائخ۔ قاضی۔ ملا اور درویش ہوئے ہیں۔ بیشک خدا کے حضور وہی برکت پاسکتے ہیں جو درود پڑھتے رہتے ہیں یعنی اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید کا ورد رکھتے ہیں۔ پھر گورو گرنتھ صاحب کے صفحہ ۲۹۶ میں لکھا ہے :۔

اٹھے پہر بھوندے رہن کھاون سنڈے سول
دوزخ پوندے کیوں رہن جاں چیت نہ آوے رسول

یعنی وہی لوگ دکھوں اور تکلیفوں میں ہر وقت مبتلا رہتے ہیں جو رسول کو یاد نہیں کرتے ؛

اور لیجئے جنم ساکھی بھائی بالا والی کے صفحہ ۲۰۶ میں لکھا ہے :۔

اول آدم مہیش ہوئے دوجا برہما ہوئے
تیجا آدم مہادیو محمد کہے سب کوئے

باوا صاحب فرماتے ہیں کہ اول آدم مہیش تھا۔ دوسرا برہما۔ اور تیسرا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جس میں سب کی خوبیاں جمع تھیں ؛

ان حوالوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ رسول کریمؐ کے متعلق باوا صاحب کا کیا عقیدہ تھا ؛

باوانانک صاحب اور حج

اب میں حج کو لیتا ہوں۔ آجکل جبکہ سفر کرتے میں بہت سی آسانیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ تب بھی دور و دراز کا سفر کرنا مشکل کام ہے۔ آج سے چار سو سال پیشتر حضرت باوا صاحب کے زمانہ میں حج کے لئے اتنا بڑا سفر اختیار کرنا خاص اخلاص اور پریم اور اسلام کے ساتھ بہت بڑی محبت کو چاہتا تھا۔ اس وقت باوا صاحب حج کے لئے گئے۔ چنانچہ جنم ساکھی کلاں کے صفحہ ۲۰۷ میں لکھا ہے:۔

پھر نیلہ جبہ پہن کے مکے بیٹھا آن
اکو اک خدا ہے آکھے مونہوں کلام
نیلہ بانا پہن کر دھر پا مصلے اسیس
عصا کوزہ پاس رکھ پوری کی حدیث

یعنی باوا صاحب نیلے کپڑے پہن کر مکہ گئے۔ خدا کی وحدانیت کا اقرار مُنہ سے کر رہے تھے۔ نیلے کپڑے پہن کر نماز پڑھتے ہوئے مصلے پر سر رکھا عصا اور کوزہ ان کے پاس تھا۔

پھر واران بھائی گورداس جی صفحہ ۱۳ پر لکھا ہے:۔

بابا پھر مکے گیا نیلے بستر دھارے بن والی
عصا رہتھ کتاب کچھ کوزہ بانگ مصلی دھاری
بیٹھا جامیت وچہ جتھے حاجی حج گذاری

یعنی باوا صاحب نیلے کپڑے پہنکر عصا ہاتھ میں اور کتاب (قرآن مجید) بغل میں۔ کوزہ اور مصلا لئے ہوئے اس مسجد میں جا بیٹھے جہاں حاجی حج کے لئے جمع تھے۔

اب دیکھ لو۔ کہ جناب باوا صاحب مکہ گئے۔ تو کس طرح گئے؟ مسلمان بنکر اور ان چیزوں کو لے کر جنکی ایک مسلمان کو عبادت کرنے کے لئے ضرورت ہوتی ہے۔

باوا نانک صاحب اور قیامت

اب میں قیامت کے متعلق بتاتا ہوں کہ باوا صاحب کا اس کے متعلق کیا عقیدہ تھا۔

جنم ساکھی کلاں کے صـ۵۴ میں لکھا ہے کہ:-

دنیا اندر آئیکے عمر گوائی یار
کوڑی مجلس بہہ کے کیتی سو گور اوپار
بھن چلایا عزرائیل ساتھی سنگ نہ کوئی
لے سزائیں انگلیاں کیسے سنائے روی
ملن سزائیں بہتیاں ملک الموت حضور
لیکھا منگن چترگپت جو چھپ کماوے دھوڑ
تاساں لوئن مکر کے توبہ کرن پکار
امت جیبا مکرے چکھ چکھ ساد پکار
ہتھیاں پیراں چاکری حکم کماون کار
پنج حواس انجمنیں سنگ تو یہ کرن پکار

ان الفاظ میں باوا صاحب نے قیامت کا نقشہ کھینچا ہے کہ جب عزرائیل انسان کی جان نکال لے گا تو پھر اسے اپنے اعمال کی سزا ملیگی کوئی اس کی فریاد نہیں سنے گا۔ قیامت کو جب خدا حساب لیگا تو اس وقت انکار کی کوئی گنجائش نہ ہوگی۔ انگلیاں۔ کان۔ زبان۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ غرض ہر ایک عضو اپنے گناہوں کی گواہی دے گا۔ اس وقت انسان توبہ کرے گا مگر وہ بیکار ہوگی۔

اب غور کرو کہ یہ کس کا عقیدہ ہے کہ عزرائیل جان نکالتا ہے۔ یہ کون مانتا ہے۔ کہ قیامت کو حساب ہوگا۔ یہ کس کا یقین ہے کہ انسان کے اعضاء گواہی دیں گے یہ سب اسلامی عقیدے ہیں۔

پھر شری گرنتھ صاحب آدیں ہے۔

لیکھا رب منگیسیا بیٹھا کڈھ وحی
طلباں پوسن آکیاں باقی جنہاں رہی

مطلب یہ کہ قیامت کے روز خدا نافرمان لوگوں سے حساب کتاب لیگا اور انھیں اپنے اعمال کی سزا بھگتنی پڑے گی +

جناب شیخ محمد یوسف صاحب نے یہاں تک تقریر کی تھی کہ وقت ختم ہوگیا۔ اور آپ بیٹھ گئے۔ اس کے جواب میں سکھ مناظر صاحب نے جو تقریر کی۔ اس کے درج کرنے سے قبل یہ بتا دینا ضروری ہے کہ سکھ صاحبان کے اصرار سے شرائط مباحثہ میں ایک شرط یہ بھی رکھی گئی تھی کہ مناظرہ کرنے والوں کے تین تین مددگار ہوں۔ اس شرط سے تو سکھ مناظر صاحب نے تو بہت فائدہ اٹھایا۔ کیونکہ تین چار آدمی ان کو مدد دیتے رہے۔ لیکن شیخ محمد یوسف صاحب نے کسی مددگار سے کوئی مدد حاصل نہ کی۔ خود ہی حوالے نکالے اور خود ہی تقریر کرتے رہے +

بھائی گنگا سنگھ صاحب کی تقریر

شیخ محمد یوسف صاحب کی تقریر کے جواب میں بھائی گنگا سنگھ صاحب نے تقریر کرتے ہوئے جو حوالے پیش کئے وہ چونکہ اصل الفاظ میں قلمبند نہ کئے جا سکتے تھے۔ اور نہ یہاں کی سنگھ سبھا کے سکرٹری صاحب نے باوجود ہماری درخواست کے ہمیں لکھ کر دیئے۔ اور دینے سے صاف انکار کر دیا۔ اس لئے ان کا مفہوم اپنے الفاظ میں کیا جائے گا +

سکھ مناظر صاحب نے سب سے پہلے حج کے ذکر کو لیا۔ اور کہا شیخ صاحب نے اسکے متعلق جو حوالہ پیش کیا ہے اس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ باوا صاحب کہتے ہیں کہ ہندو جب بھرشٹ ہو گئے تو مسلمان بن گئے۔ پھر اسی سے ظاہر ہے کہ باوا صاحب تناسخ کے قائل تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ باوا نانک

مکہ حج کرنے کے لئے نہیں گئے تھے بلکہ اس لئے گئے تھے کہ وہاں کے لوگوں کے غلط خیالات کی تردید کریں ۔

پھر دیکھئے اسی جگہ لکھا ہے کہ جب باوا صاحب مکہ گئے۔ اور مکہ کی طرف پاؤں کر کے سو گئے۔ تو ایک شخص نے جس کا نام جیون تھا ان کے پاؤں پکڑ کر دوسری طرف کر دیئے۔ مگر جس طرف اُس نے پاؤں کئے تھے مکہ ادھر ہی پھر گیا۔ وہاں باوا صاحب نے لوگوں کو اپنی باتیں بتائیں اور وہ ایمان لے آئے (مگر اب وہ مکہ میں ایمان لانے والے کہاں ہیں۔ نور) اس سے سمجھ لیا جائے کہ انھوں نے کیسا حج کیا تھا۔ بات یہ ہے کہ باوا صاحب جہاں جایا کرتے تھے اسی ملک کے رواج کے مطابق لباس پہن لیا کرتے تھے تاکہ کوئی رکاوٹ نہ پیش آئے۔ چونکہ عرب کے لوگ جاہل اور دوسرے لوگوں کو مار دیا کرتے تھے۔ اور یہ شرف صرف مسلمانوں کو ہی حاصل ہے کہ اپنے تیرتھ میں کسی غیر مذہب کے انسان کو نہیں جانے دیتے ۔

اس موقعہ پر پریزیڈنٹ صاحب نے دخل دیکر کہا میں امید کرتا ہوں کہ سکھ مناظر صاحب تہذیب سے گفتگو کریں گے۔ بھائی گنگا سنگھ صاحب نے اس کا اقرار کرتے ہوئے کہا۔ اسی وجہ سے باوا صاحب نے عرب جاتے وقت نیلے کپڑے پہنے تھے۔ اور عصا و کوزہ اور مصلّٰی ساتھ لیا تھا۔ نہ کہ وہاں مسلمان بنکر گئے تھے ۔

پھر شیخ صاحب نے جو یہ شلوک پیش کیا ہے:۔

فریدا لے نماز اکتیا ایہہ نہ بھلی ریت
کدی جل نہ آیوں پنجے وقت میت
اُٹھ فریدا وضو ساد ھ صبح نماز گذار
جو سر سائیں نہ نیویں سو سر کپ اُتار

یہ باوا فرید کا شلوک ہے اور اس میں شک نہیں کہ شری گورو گرنتھ

صاحب میں درج ہے۔ مگر کسی کے متعلق بحث کرتے وقت اسی کی مقرر کردہ اصطلاح کے مطابق کام کرنا چاہیئے۔ شری گورو گرنتھ صاحب میں جس طرح جنیو۔ سوتک۔ مندراں وغیرہ الفاظ آئے ہیں جو کہ ہندوؤں کے لئے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کو یہ کہا گیا ہے۔ ورنہ باوا صاحب کے نزدیک جو کچھ نماز تھی وہ یہ تھی کہ حق حلال کھانا وغیرہ ؛

اس کے متعلق دریافت کیا گیا کہ یہ کس کا شلوک ہے تو بھائی گنگا سنگھ صاحب نے کہا کہ بھگت کبیر کا۔ اور کہا کہ جب شیخ صاحب باوا فرید کا شلوک پیش کر سکتے ہیں تو میں کیوں بھگت کبیر کا شلوک پیش نہ کروں ؛

پھر شیخ صاحب نے محمدؐ صاحب پر ایمان لانے کے متعلق حوالے پیش کئے ہیں لیکن پورا حوالہ پڑھنے سے اصلیت معلوم ہو جاتی ہے۔ لکھا ہے جب باوا صاحب حج کرنے کے لئے گئے تھے۔ تو قاضی رکن دین نے ان سے پوچھا کہ آپ نبی کو کس طرح مانتے ہیں۔ اس کا جواب گورو نانک صاحب دیتے ہیں کہ محمدؐ ایسے ہوئے ہیں ..... (گرنتھ اور داران بھائی گورداس جی جو سکھ مذہب کا دار و مدار ہے۔ اس میں یہ ذکر نہیں۔ بھائی بالا کی جنم ساکھی کا سو سال کا پرانا نسخہ حال ہی میں شیخ رحمۃ اللہ صاحب اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر ویرکا کے ذریعہ مجھے ملا ہے۔ اس میں بھی یہ ذکر نہیں۔ موجودہ جنم ساکھی جس میں یہ درج ہے سے خود سکھ صاحب بھی اس میں بہت کچھ تغیر و تبدل مانتے ہیں۔ نور) اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ محمد صاحب پر ان کو کیسا ایمان تھا ؛

شیخ صاحب نے ایک یہ شلوک پیش کیا :-

ل۔ لعنت بر سر تنہاں جو ترک نماز کریں
تھوڑا بہتا کھٹیا ہتھوں ہتھ گویں

مگر یاد رہے ہمارے ہاں وہ نماز نہیں جو مسلمان پڑھتے ہیں بلکہ اور

ہی ہے اور وہ وہی ہے جو میں ابھی بتا آیا ہوں ؛

تیہہ کر رکھے پنج کر ساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائے

کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ تیس روزے رکھتے ہیں اور پانچ نمازیں پڑھتے ہیں۔ ان کا نام شیطان کاٹ دیتا ہے۔ یہ مسلمانوں کو کہا گیا ہے کیونکہ شیطان کے متعلق عقیدہ مسلمانوں کا ہی ہے کہ وہ گمراہ کرتا ہے۔ گورو نانک کوئی شیطان وغیرہ نہیں مانتے۔ پھر اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ آخری نبی محمدؐ صاحب ہیں مگر گورو نانک دیکھئے کیا کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ اخیر میں سب سے بڑا نانک ہوگا۔ اور وہ (کسی شلوک کا حوالہ نہیں۔ نور) سب پر غالب آئے گا۔ اور تمام قومیں خالصہ دھرم کی شرن میں آئینگی ؛

اب رہی بانگ اس کے متعلق جو شلوک پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ

بابا گیا بغداد نوں باہر جا کیتا استھاناں
اک بابا اکال روپ دوجا ربابی مرداناں
دتی بانگ نماز کر سن سماں ہویا جہاناں

اس سے ظاہر ہے کہ گورو نانک نے نماز کر کے بانگ دی جس کو سُنکر تمام جہان سُن سمان ہوگیا۔ اب میں پوچھتا ہوں کیا مسلمان نماز پڑھ کر بانگ دیتے ہیں (سنتوں کے بعد اذان دینی جائز ہے۔ نور) یا نماز پڑھنے سے پہلے۔ صاف ظاہر ہے کہ پہلے دیا کرتے ہیں۔ اور ان کی بانگ سے جہان سُن سماں نہیں ہو جایا کرتا۔ مگر باوا صاحب نے نماز کے بعد بانگ دی۔ جس کو سُنکر سارے لوگ سن سمان ہو گئے یہ بانگ وہی جے کارا ہے جو سکھوں کے پاس ہے (سن سماں کے معنے خاموش کے ہیں۔ جب آذان دی جائے تو مسلمانوں کے لئے خاموش ہو جانے کا حکم ہے۔ نور) اور جو دُنیا کو سُن کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔ مسلمان جے کارا نہیں مارتے ؛

شیخ صاحب نے ایک اور شلوک پیش کیا ہے اور وہ یہ ہے :-

پاک پڑھیوس کلمہ رب دا محمد نال ملائے
ہو یا معشوق خدائے دا ہو یا تل الٰہہ

لیکن یہ ایک کہانی کا شلوک ہے جو یہ ہے کہ محمد صاحب کے دل میں خیال پیدا ہُوا کہ میں نبی ہوں۔ چنانچہ پہلے پہل انھوں نے کوئی دعویٰ نہ کیا تھا لیکن پھر دوسروں سے سُن سنا کر کہ نبی ہوتے ہیں۔ نبوت کا دعویٰ کر دیا اور اس پر انھیں غرور پیدا ہُوا۔ کہ میرے بغیر کوئی بخشا نہیں جائے گا اور کسی کی شفاعت نہ ہو سکے گی۔ اس پر خدا نے محمدؐ صاحب کو معجزہ دکھایا کہ اونٹوں کی ایک قطار جا رہی ہے جس پر صندوق لدے ہوئے ہیں اور ان صندوقوں میں انڈے ہیں۔ ان میں سے ایک کو لے کر توڑا گیا تو اس میں سے کٹی انسان نکلے (گرنتھ صاحب اور واران بھائی گورداس جی جو سکھ مذہب کا دار و مدار ہے ان میں کوئی ایسا حوالہ نہیں۔ نور) اور اس طرح محمدؐ صاحب کا یہ خیال دور ہُوا

پھر پڑھیوس کاس بتاتا ہے کسی اور نے پڑھا ؛

بھائی گنگا سنگھ صاحب نے اس جگہ اپنی تقریر ختم کی جس کے جواب میں شیخ صاحب نے تقریر شروع کرتے ہوئے پہلے اُن غلطیوں پر روشنی ڈالی۔ جو بھائی صاحب نے اپنی کتب کے حوالے پڑھتے ہوئے کی تھیں۔ چنانچہ بھائی صاحب نے واران بھائی گورداس جی کا یہ حوالہ پڑھتے ہوئے کہ

بابا پھر سکے گیا نیلے بستر دھارے بن والی

والی کی جگہ واری پڑھا جس کے معنے کردیا یونے کا پوجاری اور بن والی ولی بن کر ہر دو میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ نور) شیخ صاحب نے اس کے متعلق کہا کہ اگر میں گورمکھی نہ جانتا تو ممکن تھا کہ غلطی کھا جاتا۔ لیکن چونکہ میں گورمکھی پڑھا ہُوا ہوں۔ اس لئے آپ کا یہ جادو مجھ پر نہیں چل سکتا ؛

اس بات کو سکھ مناظر صاحب نے خاص طور پر محسوس کیا۔ اور اپنی تقریر

ہیں اقرار کرلیا۔ کہ چونکہ مَیں نے حوالہ دیکھ کر نہیں پڑھا تھا۔ اس لئے غلطی ہوگئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے شیخ صاحب کے متعلق یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ انھوں نے غلطیاں کی ہیں لیکن اس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ سکھ مناظر جذبہ انتقام سے مجبور ہو کر ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔

شیخ محمد یوسف صاحب کی تقریر

سکھ مناظر بھائی گنگا سنگھ صاحب کے جواب میں شیخ محمد یوسف صاحب نے کہا بھائی صاحب نے حج کے متعلق جو بات بیان کی ہے وہ نہایت ہی عجیب و غریب ہے فرماتے ہیں باوا صاحب مکے گئے۔ اور محراب کیطرف پاؤں کر کے سو گئے تو ایک شخص جیون نے ان کے پاؤں اُدھر سے ہٹا کر دوسری طرف کر دیئے اسپر مکہ بھی اُدھر ہی پھر گیا اور باوا صاحب کے پاؤں کی طرف چلا گیا مگر افسوس ہے کہ بھائی صاحب کو اتنا بھی پتہ نہیں ہے کہ مکہ میں نماز پڑھنے کے لئے کوئی ایک سمت مقرر نہیں ہے۔ بلکہ چاروں طرف کھڑے ہو کر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ اس قسم کے خلاف واقعہ قصے گھڑنے سے صاف ظاہر ہے کہ ہمارے سکھ دوستوں نے چاہا اور کوشش کی کہ باوا صاحب کے اسلام کو چھپائیں لیکن کامیاب نہیں ہو سکے۔

پھر دیکھئے لکھا ہے اور بھائی گنگا سنگھ صاحب نے پڑھ کر سُنایا ہے کہ مکہ میں ایک شخص جیون تھا جس نے باوا صاحب کے پاؤں دوسری طرف کئے تھے۔ غضب خدا کا ہندی نام مکہ میں رہنے والے شخص کا ہو۔ شکر ہے جیون مل نہیں کہدیا گیا۔ اس نام کے بجائے کوئی اور نام رکھا جاسکتا تھا اور اسی کا مترادف عربی میں یحییٰ نام موجود ہے۔ مگر چونکہ خدا تعالےٰ نے یہ دکھانا تھا کہ اس کتاب میں الحاق کیا گیا۔ اس لئے ایسا نام لکھوا دیا جو عربی نہیں بلکہ ہندی ہے اور یہ قطعاً ناممکن ہے کہ کسی عرب کا نام ہندی ہو۔

پھر بھائی صاحب نے کیسی مزہ کی بات بیان کی ہے کہ نماز سے مراد وہ

ظاہری نماز نہیں جو مسلمان پڑھتے ہیں بلکہ دل کی نماز ہے مگر جو شلوک بینے پیش کیا ہے اس میں پانچوقت لکھے ہیں +

اس موقع پر شیخ صاحب نے ان شلوکوں کو پھر دہرایا۔ جو نماز کے متعلق ان کی پہلی تقریر میں درج ہو چکے ہیں۔ اور پوچھا کہ ان میں تو صاف پانچوقت۔ وضو۔ مسیت (مسجد) کے الفاظ آئے ہیں اور چلکر مسجد میں جانے کے لئے کہا گیا ہے۔ اس سے کیا مراد لی جائے گی +

پھر اگر نماز کے وہ معنے نہیں جو ان الفاظ سے ظاہر ہیں۔ تو اس شلوک کا کیا مطلب گھڑا جائے گا۔ کہ

تیہے حرف قرآن دے تیہے سپارے کین
تس وچ پندو نصیحتاں سُنکر کرو یقین

بھائی صاحب نے کہا کہ باوا صاحب جہاں جاتے تھے۔ وہاں کے مطابق کپڑے پہن لیتے تھے تاکہ لوگ دُکھ نہ دیں۔ اور اسی لئے وہ عرب کو جاتے وقت نیلے کپڑے پہن کر قرآن بغل میں۔ عصا ہاتھ میں اور مصلّی کو زہ ساتھ لیکر گئے۔ مگر میں پوچھتا ہوں جب باوا صاحب ہردوار گئے اور وہاں کے پانڈوں نے انھیں نکال دیا۔ اس وقت ان کا کیا لباس تھا۔ کیا انھوں نے تلک لگایا تھا اور گلے میں جنیو ڈالا ہوا تھا +

بھائی صاحب نے شیطان کا ذکر کرتے ہوئے اسلام پر چوٹ کی ہے لیکن آیئے میں دکھاؤں۔ سکھ مذہب کا اس کے متعلق کیا عقیدہ ہے۔ گرنتھ صاحب وار جتیسری محلہ ۵ میں لکھا ہے:۔

کام۔ کرودھ۔ ہنکار پھریں دیوانیاں
بن پورے گرو دیو پھریں شیطانیاں

پورے گرو کے سوا جو لوگ شہوت۔ غصہ اور تکبر میں گھرے ہوتے ہیں وہ شیطان کے قبضہ میں ہوتے ہیں +

اور لیجئے جنم ساکھی کے ص ۱۴۷ میں لکھا ہے:-

توریت - زبور - انجیل - تے پڑھ سُن ڈٹھے وید
رہی قرآن کتاب کل یگ بیں پروار

اور ملاحظہ ہو گرنتھ صاحب:-

کل پروان کتیب قرآن پوتھی پنڈت رہے پران

مطلب یہ کہ توریت - زبور - انجیل اور وید کو پڑھ پڑھا کر سُن لیا - اس کل یگ میں اگر کوئی کتاب گناہوں سے بچا سکتی ہے تو قرآن ہی ہے +

پھر جنم ساکھی کے ص ۱۳۹ میں لکھا ہے:-

کھاون قسم قرآن دی کارن دنی حرام
آتش اندر سڑسن آکھے نبی کلام

کہ جو لوگ قرآن کی قسم جھوٹی کھاتے ہیں - وہ آگ میں جلینگے +

یعنے جو یہ شلوک پیش کیا تھا - کہ

تہہ کر رکھے پنج کر ساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائے

اس کے متعلق بھائی گنگا سنگھ صاحب کہتے ہیں کہ جو لوگ تیس روزے رکھتے اور پانچ نمازیں پڑھتے ہیں ان کا نام شیطان اچھے لوگوں کی فہرست سے کاٹ دیتا ہے مگر میں کہتا ہوں - اگر اس کا مطلب یہ ہے تو کیا اس کے ساتھ ہی اک کر دھایا" یعنی ایک خدا کے ماننے کی وجہ سے بھی شیطان نام کاٹ دیتا ہے - اس صورت میں سکھ صاحبان بھی شیطان کے پنجہ سے نہیں نکل سکتے +

بھائی گنگا سنگھ صاحب کی تقریر

شیخ صاحب نے اس شلوک پر بہت زور دیا ہے کہ

تہے حرف قرآن دے تیہے سپارے کین
تس وچہ پند نصیحتاں سُن کر کرو یقین

لیکن اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ قرآن پکار تو بہت کرتا ہے مگر کچھ تسلی نہیں کر سکتا (شلوک صاف پنجابی زبان میں ہے۔ آپ کے معنوں کو اصل شلوک سے کوئی تعلق نہیں۔ نور) شیخ صاحب نے کہا ہے کہ اگر نماز سے مراد وہ نماز نہیں جو مسلمان پڑھتے ہیں۔ تو پھر پانچ وقت سے کیا مراد ہے۔ اس کے لئے یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر ایک کام علیحدہ علیحدہ وقت میں ہوتا ہے۔ مثلاً جس وقت سچ بولنے کا وقت ہوگا۔ اس وقت سچ بولا جائے گا جس وقت حق حلال کھانے کا وقت ہوگا۔ اس وقت حق حلال کھایا جائے گا (کیا حق حلال کھاتے وقت سچ بولنا گناہ ہے) اس لئے وقت کا لفظ کہا گیا ہے۔ شیخ صاحب نے جو یہہ شلوک پیش کیا ہے:۔

رہی قرآن کتاب کل جُگ میں پروار

اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ گناہوں اور پاپوں کا زمانہ۔ اس وقت قرآن جیسی کتاب آگئی ہے۔ یعنی جیسا زمانہ خراب ہے ویسی ہی کتاب ہے (یہ کس شلوک کے معنے ہیں۔ نور) +

شیخ صاحب نے تیس سپارے والا کوئی حوالہ پڑھا ہے اس کو میں چھوڑتا ہوں (کیوں۔ نور) اور ان سے پوچھتا کہ اگر گورو نانک مسلمان ہوا تھا تو اس نے اپنی شادی ہندوؤں میں کیوں کی۔ اگر کہو شادی کے بعد مسلمان ہوئے تھے تو انھوں نے اپنے لڑکوں کے نام ہندوانہ نام کیوں رکھے۔ اگر کہو ان کے نام رکھنے کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔ تو انکی شادی ہندوؤں میں کیوں کی گئی اور پھر ان کو گورو صاحب کی گدی کیوں ملی +

شیخ صاحب کہتے ہیں کہ جیون پنجابی نام ہے عربی نہیں۔ لیکن جس طرح پنجابی میں کسی کا نام قائم دین ہو تو اُسے قیما کہا جاتا ہے۔ اسی طرح کا یہ نام ہے۔ اور جیون چونکہ مینیل سٹاف (چپڑاسی۔ جاروب کش وغیرہ) سے تھا اس لئے بطور حقارت اس کا نام عربی کے بجائے پنجابی میں لیا گیا۔ پنجابی

چونکہ عربوں کو اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے بلکہ حقیر سمجھتے تھے۔ اس لئے ممکن ہے کہ اس کا نام جمال الدین ہو۔ اور تحقیر کے طور پر جیون کہا گیا ہو یا ہو سکتا ہے کہ کوئی پنجابی وہاں گیا ہو۔ اور وہیں رہ گیا ہو +

شیخ صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ جنم ساکھی میں جو یہ لکھا ہے کہ مکہ پھر گیا۔ یہ بعید از عقل بات ہے۔ میں کہتا ہوں یہ اگر بعید از عقل ہے تو پھر انھوں نے اپنے دعوے کی بنیاد اس کتاب پر کیوں رکھی ہے۔ (بنیاد و مدار دعویٰ گرنتھ ہے۔ نور) جس میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں۔ پھر ممکن ہے ایسا ہی ہو کہ مکہ چاروں طرف ہو لیکن نماز پڑھتے وقت کسی ایک ہی طرف مُنہ کرتے ہونگے +

شیخ صاحب کی تقریر

بھائی گنگا سنگھ صاحب نے جو یہ حوالہ پیش کیا ہے کہ قرآن کو لوگ بہت پڑھتے ہیں۔ مگر فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ وہی لوگ فائدہ نہیں اُٹھاتے جو شیطان کے گمراہ کئے ہوئے ہیں +

بھائی صاحب نے باوا صاحب کے مکہ جانے کے متعلق ان باتوں سے اتفاق کر لیا ہے کہ نیلے کپڑے پہن کر گئے تھے۔ قرآن مصلّی کوزہ اور عصا ان کے پاس تھا۔ مگر جیون کے متعلق کہتے ہیں کہ جس طرح پنجاب میں کسی کا قائم دین ہوتا ہے تو اسے قیما کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ممکن ہے اس کا کوئی اور نام ہو۔ اور جیون کہا گیا ہو۔ مگر میرے دوست مکہ پنجاب میں نہیں بلکہ عرب میں ہے اور عرب میں ہندی نام نہیں رکھے جاتے +

میرا دوست ان حوالوں کیطرف نہیں آیا جو میں بار بار پیش کرتا ہوں معلوم نہیں۔ کیا وجہ ہے۔ اب اور لیجئے +

بھائی صاحب کہتے ہیں کہ گرنتھ صاحب میں جو کچھ لکھا ہو وہی ماننا چاہیئے اور بھگت کبیر کے شلوک کو انھوں نے بڑی شد و مد سے پیش کیا ہے میں بھی انہیں کا ایک شلوک پیش کرتا ہوں کہتے ہیں :-

کبیر پریت کر ایک سوں ان بدھ دیدا جائے
بھانویں لانبے کیس رکھ بھانویں گھر منڈائے

یعنی چاہے سر پر لمبے کیس رکھ۔ اور چاہے منڈوا دو۔ ایک ہی بات ہے،
بھائی صاحب نے جن سوالوں کا کوئی جواب نہ دیا تھا۔ ان کو پھر پیش کیا گیا۔ اور اس کے بعد کہا گیا کہ بھائی صاحب کہتے ہیں اگر باوا صاحب مسلمان تھے۔ تو انھوں نے ہندوؤں کے ہاں شادی کیوں کی۔ مگر انھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ کسی کا مسلمان ہونا شادی پر منحصر نہیں ہے بلکہ اس کے اقوال اور اعمال پر ہے ٭

بچوں کے نام رکھنے کے متعلق بھائی صاحب نہ گرنتھ صاحب سے نہ جنم ساکھی سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ باوا صاحب نے رکھے ہیں۔ اور باوا صاحب نے گدی اپنے بچوں کو نہیں دی ٭

اب میں باوا صاحب کے مسلمان ہونے کے متعلق ایک اور بات پیش کرتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ ضلع فیروز پور میں ایک جگہ گورو ہر سہائے ہے وہاں سکھوں کے پاس باوا صاحب کی ایک پوتھی ہے۔ جس کو بڑا متبرک سمجھا جاتا ہے اس کو جب کھول کر دیکھا گیا تو قرآن نکلا۔ چنانچہ اب تک وہاں قرآن رکھا ہے۔
پھر جب باوا صاحب فوت ہوئے تو انکے پٹھان مرید آئے اور انھوں نے کہا کہ ہم انھیں دفن کریں گے یہ مسلمان ہیں۔ اس وقت کسی نے انکار نہیں کیا کہ باوا صاحب مسلمان نہیں ہیں ٭

بھائی گنگا سنگھ صاحب کی تقریر پہلی خوشخبری تو شیخ صاحب نے یہ سنائی۔ کہ جو لوگ شیطان کے بہکائے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کو قرآن کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ میں کہتا ہوں اگر ان کو قرآن کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ تو پھر کس کام کا۔ جو پہلے ہی اچھے لوگ ہیں انکو قرآن کی ضرورت کیا۔ اور جو بُرے ہیں۔ انکو قرآن برائیوں سے چھڑا نہیں سکتا ٭

اب شیخ صاحب نے بھائی گورداس جی کے حوالے بھی پیش کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ جن کو میں چھوڑتا ہوں دیکھوں۔ بھائی گورداس جی تو سکھوں کے ایسے واجب الاحترام بزرگ ہیں جو گورؤوں کو بہت عزیز تھے۔ اور جنکی تصنیف کو کلید گرنتھ کہا جاتا ہے پھر ان کے حوالوں کو آپ کیوں چھوڑتے ہیں۔ نور) +

شیخ صاحب کہتے ہیں۔ جیون عربی لفظ نہیں۔ مگر یہ تو خیال ہے کہ جنم ساکھی پنجابی میں ہے عربی میں نہیں ہے کہ اس میں عربی کے الفاظ رکھے جاتے۔ پس یہ زور دینا ٹھیک نہیں کہ جیون پنجابی لفظ ہے کیونکہ بندہ پرور جنم ساکھی بھی عربی نہیں پنجابی ہے +

شیخ صاحب گورو نانک صاحب کا بار بار مسلمان ہونا پیش کرتے ہیں لیکن دیکھئے گورو نانک صاحب مسلمانوں کے عقیدوں پر ہندوؤں کے عقیدوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ چنانچہ مردہ کو دفن کرنے کے بجائے جلانا پسند کرتے ہیں +

بھانویں لانبے کیس رکھ بھانویں گھر منڈائے

یہ گرنتھ صاحب کا شلوک ہے اور ہم اس کے قائل ہیں مگر یہ ان سادھوؤں کو کہا گیا ہے جو یا تو لمبے لمبے کیس رکھتے ہیں یا بالکل منڈا دیتے ہیں +

شیخ صاحب کی تقریر ۴۰

بھائی صاحب کہتے ہیں جو کتاب ان لوگوں کو نجات نہیں دے سکتی۔ جس پر شیطان کا قبضہ ہوتا ہے اس کا کیا فائدہ ہے۔ مگر شاید انھوں نے غور نہیں کیا۔ باوا نانک صاحب یہ خود فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جو شیطان کے قبضہ ہیں ان کو قرآن کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا جیسا کہ فرماتے ہیں۔ وہ لوگ جو شیطان کے قبضہ میں ہیں ان پر گرو کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔ اسی طرح قرآن شریف کے متعلق کہتے ہیں:۔

بھائی صاحب کہتے ہیں۔ جیون ترجمہ کر کے پنجابی میں لکھا دیا گیا ہے کیونکہ

۴۰ گرنتھ صاحب وار جیتیری محلہ ۵ کام کرودھ نہ کار پھریں دوانیاں۔ بن پورے گورو یو پھریں شیطانیاں

جنم ساکھی پنجابی میں ہے۔ عربی میں نہیں ہے۔ اگر کوئی ان کے لٹریچر سے واقف نہ ہوتا۔ تو ایسی بے دلیل بات میں آجاتا۔ لیکن یہاں دال نہیں گلتی دیکھئے جہاں جیون کا لفظ ہے۔ وہیں قاضی رکن دین کے الفاظ موجود ہیں ان کا کیوں نہ پنجابی ترجمہ کر دیا گیا۔ پھر عصا کونسا پنجابی لفظ ہے۔ کتاب کوزہ مصلّی۔ کون سے پنجابی الفاظ ہیں۔ پس جب اتنے عربی الفاظ ایک جگہ لکھ دیئے گئے تو پھر کسی عربی لفظ کا جیون ترجمہ کرنے کی کیا ضرورت تھی +

بھائی صاحب نے کہا ہے کہ باوا صاحب دفن کرنے کی نسبت جلانے کو پسند کرتے تھے۔ اس کے متعلق میں انھیں کا عقیدہ پیش کرتا ہوں گرنتھ صاحب میں فرماتے ہیں:۔

دنیا مقام فانی۔ تحقیق دل دانی
مم سر موعزرائیل گرفتہ دل ہیچ ندانی
زن پسر پدر برادراں کس نیست دستگیر
آخر بیفتم کس ندارد چوں شود تکبیر

اب بتائیے۔ عزرائیل کے جان قبض کرنے کا عقیدہ کن لوگوں کا ہے اور تکبیر جنازہ کس وقت پڑھی جاتی ہے جلانے کے وقت یا دفن کرنے کے وقت؟

پھر جنم ساکھی ص ۲۲۶ پر لکھا ہے +

داغ پوتر دھرتری جو دھرتی ہوئی سمائے
تاں کے نکٹ نہ آوسی دوزخ سندی بھائے

باوا صاحب کہتے ہیں جو لوگ داغ سے پاک ہو کر قبر میں جاتے ہیں ان کے نزدیک دوزخ کی ہوا تک نہیں آتی +

پھر دیکھو جنم ساکھی بھائی بالا ص ۱۵۴ سطر ۱۸

مرے و چارا ہندڑو وچے اگے دین جلائے

جلیل ہوگئی بھسمڑی پونا کھڑے اوڑلے
پڑھ کے ویکھ قران نوں کسنوں وڈی سزائے
سو ۔ ۔ ۔ ۔ بہتے کھاندے تائے

اب اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے خود باوا صاحب کی اپنی نعش بھی جلائی نہیں گئی ؛

بھائی گنگا سنگھ صاحب کی تقریر شیطان کے متعلق گورو نانک صاحب نے تو یہ کہا ہے کہ جن کو گورو پورے نہیں ملتے وہ شیطان کے قبضہ میں ہوتے ہیں ؛

قاضی رکن دین کا نام نہ بدلنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ بڑی پوزیشن کا آدمی تھا۔ لیکن جیون اعرابی تھا۔ اس لئے اسکی ہتک کے لئے اس کا اس طرح نام لیا گیا۔ باقی لفظ چونکہ عام تھے۔ اس لئے وہی رکھے گئے۔ اب میں اور اعتراضوں کو چھوڑتا ہوں۔ اور شیخ صاحب سے صرف یہ پوچھتا ہوں کہ گورو نانک نے جو تیسرا مذہب چلایا وہ کیوں چلایا۔ اگر مسلمان تھے۔ اس کے جواب کے لئے میں اپنا وقت بھی شیخ صاحب کو دیتا ہوں ؛

شیخ صاحب کی تقریر بھائی گنگا سنگھ صاحب نے کہا ہے کہ رکن دین کی چونکہ پوزیشن بڑی تھی۔ اس لئے اس کے نام کا پنجابی میں ترجمہ نہ کیا گیا۔ لیکن جیون معمولی آدمی تھا۔ اس لئے اس کا نام اس طرح لیا گیا۔ مگر تعجب ہے کہ بھائی صاحب کو اپنے لٹریچر کی بھی واقفیت نہیں۔ جنم ساکھی کے صـ ۱۳۲ میں لکھا ہے :-

تاں بابے نانک جی آکھیا۔ کہ ملاں جیون اس شہر دا محرم خدائے ہے۔ اور یہ مکہ مدینہ آوجگاوا تیرتھ ہے۔

مطلب یہ کہ باوا صاحب نے کہا کہ ملاں جیون مکہ شہر دا محرم خدائے ہے یعنی عارف باللہ ہے۔ اور مکہ مدینہ آوجگاوا کا تیرتھ یعنی سب سے پہلا خدا کا گھر ہے

بھائی صاحب کہتے ہیں کہ میں بار بار ان حوالوں کو کیوں پیش کرتا ہوں مگر جب تک مجھے ان کا جواب نہ دیا جائے گا میں ان کو پیش کرتا رہوں گا ✣

اس موقعہ پر پھر گزشتہ حوالے پیش کئے گئے اور اخیر میں کہا کہ بھائی صاحب کہتے ہیں باوا صاحب نے کوئی تیسرا مذہب نکالا ہے۔ اس کے متعلق میں پوچھتا ہوں جیسا کہ باوا صاحب فرماتے ہیں ✣

ب بدعت کو دُور کر قدم شریعت راکھ
نیوں چل اگے سب دے منداکسے نہ آکھ

وہ کونسی نئی شریعت ہے جو باوا صاحب نے پیش کی ہے انھوں نے کہاں یہ بتایا ہے۔ کہ فلاں عورت سے شادی کرنی چاہیئے اور فلاں سے نہیں۔ فلاں کام کے متعلق یہ حکم ہے اور فلاں کے متعلق یہ۔ حکام سے اس طرح تعلق رکھنے چاہئیں اور خود حاکم ہو کر رعایا سے اس طرح۔ اسی قسم کی اور بہت باتیں ہیں جنکے لئے شریعت کے احکام کی ضرورت ہے۔ پس اگر باوا صاحب نے کوئی تیسرا مذہب نکالا تھا تو اس کے لئے کونسی شریعت بنائی تھی ✣

بھائی گنگا سنگھ صاحب کی تقریر ۵

اس جواب میں بھائی صاحب نے جو تقریر کی وہ آخری تقریر تھی۔ اس میں انھوں نے بجائے کسی سوال کا جواب دینے کے اسلام پر اعتراض کرنے چاہے جس سے پریزیڈنٹ صاحب نے روک دیا کہ یہ اعتراض کرنے کا وقت نہیں ہے اور طے شدہ شرائط کے رو سے آپ کوئی ایسا حوالہ پیش نہیں کر سکتے جو پہلے پیش نہیں ہوا۔ اس طرف سے روک دیئے جانیکے بعد بھائی صاحب نے اعتراض کا جواب دینے کے بجائے سکھ مذہب کو قبول کرنیکی اپیل شروع کر دی اور اسی میں اپنا وقت ختم کر دیا۔ جس پر مباحثہ کی کارروائی ختم ہو گئی ✣

اخیر میں پریزیڈنٹ صاحب نے جلسہ کو برخاست کرتے ہوئے سامعین کیطرف سے دونو لکچراروں کا شکریہ ادا کیا۔ اور سکھ صاحبان کیطرف سے جناب پریزیڈنٹ صاحب کے حسن انتظام کی وجہ سے شکریہ ادا کیا گیا اور جلسہ برخاست ہو گیا ✣

مسلمانوں کے تعلقات سکھ گوروں سے

(اس مضمون کے تقریباً ۳/۴ حصہ کو سکھوں کے مشہور اخبار لائل گزٹ نے اپنے اخبار میں حرف بحرف درج کیا)

بیچارے مسلمانوں کی قسمت ہی میں یہ لکھا ہے کہ یہ نیک سے نیک سلوک کریں اور اسکے عوض میں انھیں بدنام کیا جائے۔ آہ! بیچارے مسلمان بھی کس قسمت کے مالک ہیں آج اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کو بدنام کیا جاتا ہے مگر اسکے سلطنت کے بہترین اراکین کون تھے مہاراجہ جسونت سنگھ اور راجہ جے سنگھ وہ بے تعصب عالمگیر جس نے کانگڑہ کی مشہور و معروف جوالا مکھی کے مندر کے پوجاریوں کے نام پانصد یا کم و بیش بگہہ زمین جوالا مکھی کے مندر کے واسطے ہمیشہ کیلئے وقف کی۔ مندر کے پوجاریوں کے پاس اسوقت بھی یہ سند تانبے کے پترہ پر فارسی حروف میں لکھی ہوئی موجود ہے مگر آہ! اس بے تعصب عالمگیر کو بعض وطنی بھائیوں کیطرف سے پانی پی پی کر کوسا جاتا ہے مشہور فرانسیسی سیاح ڈاکٹر برنیر نے ۱۶۶۸ء میں شیراز سے اپنے ایک دوست مسٹر چیپلین کو ایک چٹھی لکھی تھی جس میں وہ لکھتے ہیں "مغل اعظم گو مسلمان ہے مگر ان قدیم اور پُر از توہمات رسوم کی اجازت دے دیتا ہے کیونکہ وہ بُت پرستوں کو اپنے مذہبی فرائض کی ادائیگی سے روکنا نہیں چاہتا" اور تاریخ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ ہنود کے ساتھ اورنگ زیب کے ظالمانہ برتاؤ کی روائتیں معاندین کے واہمہ اخلاق کا ایک متعصبانہ کرشمہ ہیں۔ اور بس +

ضرورت ہے کہ ہمارے ہندو بھائی اپنی اس رائے پر جو انھوں نے اورنگ زیب کے بارے میں قائم کر رکھی ہے نظر ثانی کریں۔ اور اپنے ایک بہت بڑے محسن کو ایک بہت بڑا دشمن خیال کرنے کے گناہ سے بچیں +

ماہ اکتوبر ۱۹۱۱ء میں انگلستان کے ایک مستشرق لفٹننٹ کرنل ڈی سی فلیٹ بنارس جانے کا اتفاق ہوا۔ جہاں انھیں اورنگ زیب کے ایک فرمان کی عکسی نقل ہاتھ لگ گئی۔ یہ فرمان حاکم بنارس ابوالحسن کے نام تھا۔ اور اس کے مضمون کی نوعیت ایسی نہ تھی۔ کہ اس عام شہرت کے اعتبار سے جو اورنگ زیب کو ہندو حلقوں میں نصیب ہے۔ بادی النظر میں اسے غرضی نہ سمجھ

+ آجکل اس کا نام شیر پنجاب ہے

لیا جاتا۔ ہندوؤں نے مشہور کر رکھا ہے کہ اورنگ زیبؒ ان کا جانی دشمن تھا۔ اس نے ان پر جزیہ لگایا۔ اور اس نے انکے بُت توڑے۔ اس نے انکے مندر ڈھائے۔ جب تک وہ سوا من زنار نہ جلا لیتا تھا اسے کھانا ہضم نہ ہوتا تھا۔ اس نے دوسرے مقامات کیطرح بنارس میں بھی ہنود کے بہت سے بُت کدے برباد کر دیئے۔ اور ان کے کھنڈروں پر مسجدوں کو تعمیر کیا۔ یہ کہانیاں کرنل فلٹ نے بھی سنی تھیں۔ ایسی حالت میں مقام تعجب نہ تھا۔ اگر فرمان کی عکسی نقل پر جو اورنگ زیب کو کسی اور ہی رنگ میں پیش کر رہی تھی۔ انھیں اعتبار نہ آئے۔ اور جب تک اصل کو دیکھ کر مطمئن نہ ہو لیں اپنی رائے اس باب میں محفوظ رکھیں۔ چنانچہ وہ دوبارہ بنارس گئے اور اس مرتبہ خان بہادر شیخ محمد طیب صاحب کوتوال شہر کی امداد سے آپ نے اصلی فرمان بھی دیکھ لیا وہو ہذا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منشور لامع النور اورنگ زیب شاہ بہادر غازی محمد اورنگ زیب شاہ بہادر غازی ابن صاحبقران ثانی ؛

لایق العنایۃ والرحمۃ ابوالحسن بالتفات شاہانہ امیدوار بودہ بداند کہ چوں بمقتضائے مراحم ذاتی ومکارم جبلی ہمگی ہمت والا نہمت وتمامی نیت حق طویت بار رفاہیت جمہور انام وانتظام احوال طبقات خواص وعام مصروف است وازروئے شرع شریف وملت منیف مقرر چنیں است کہ دیر ہا دیریں برانداخت نشود وبُت کدہ ہا تازہ بنا نیابد ودریں ایام معدلت انتظام بعرض اشرف اقدس ارفع اعلیٰ رسید کہ بعض مردم از راہ عنف وتعدی نہ ہنود سکنہ قصبہ بنارس دیرے امکنۂ دیگر کہ نواحی آں واقع است وجماعت برہمناں سدنہ آں محال کہ سدانت بتخانہ ہائے قدیم کہ آنجا باینہا تعلق دارد مزاحم ومتعرض مے شوند ومیخواہند کہ اینہا را از سدانت آں کہ ازمدت مدید باینہا متعلق است وایں معنی باعث پریشانی وتفرقہ حال ایں گروہ میگردد لہذا حکم والا صادر شود کہ بعد از ورود ایں منشور لامع النور مقرر کنند کہ من بعد احدی تعرض وفتویش باحوال برہمناں ودیگر ہنود متوطنہ آں محال نہ رساند تا آنہا بدستور ایام پیشین بکار ومقام خود بودہ بہ جمعیت خاطر بدعا بقائے دولت (خدا) واوابد مدت ازل بنیاد قیام نمایند وبریں باب تاکید دارند تاریخ ۱۵ ایمادی الثانیہ ۱۰۲۹ ہجری نوشتہ شد ؛

مقاد منشور

ابوالحسن کو جو نوازشات وعنایات کا مستحق ہے ہماری شاہانہ التفات کا امیدوار رہ کر جاننا چاہیئے۔ کہ اپنے مراحم ذاتی اور مکارم جبلی کے اقتضاے مابدولت واقبال کی سب سے بڑی مصوفیت یہی ہے کہ خلق خدا آسودہ رہے اور رعایا کے چھوٹے بڑے سب طبقوں کی حالت درست رہے یہ بھی واضح ہو کہ شریعت غرا کے مقدس قانون کے لحاظ سے اگرچہ نئے بتکدوں کی تعمیر کی اجازت نہیں دیجاسکتی لیکن جو پرانے مندر ہیں۔ وہ ڈھائے بھی نہیں جاسکتے۔ ان ایام معدلت نظام میں یہ خبر ہمارے گوش زد ہوئی ہے۔ کہ بعض اعمال ازراہ جبر وتعدی قصبہ بنارس اور اس نواح کے بعض دوسرے مقامات کے ہندوؤں اور اس علاقہ کے بعض برہمنوں پر جو وہاں کے قدیم بتخانوں کے پروہت ہیں تشدد کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں۔ کہ ان برہمنوں کو انکی پروہتی سے الگ کر دیں جس کا نتیجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ کہ بیچارے پریشاں ہوں۔ اور مصیبت میں مبتلا ہو جائیں۔ لہذا تمہیں حکم دیا جاتا ہے۔ کہ اس منشور لامع النور کے پہنچتے ہی ایسا انتظام کرو۔ کہ کوئی شخص تمہارے علاقہ کے برہمنوں اور دوسرے ہندوؤں کے ساتھ کسی قسم کا تعرض نہ کرے اور انکی تشویش کا باعث نہ ہو۔ تاکہ یہ جماعت بدستور سابق اپنی اپنی جگہ پر اور اپنے اپنے منصبوں پر قائم رہ کر اطمینان قلب کے ساتھ ہمارے دولت خداداد ابد مدت وازل بنیاد کے حق میں مشغول دعا رہیں۔ اس باب میں تاکید مزید کی جاتی ہے ؛

بتاریخ ۱۵ شہر جمادی الثانی سنہ ۱۰۵۸ ہجری المقدس اس فرمان کی شان نفاذ پر خان بہادر محمد طیب نے جو تاریخی روشنی ڈالی۔ وہ بہت ہی بصیرت افروز ہے۔ اسکی لمعانی ملاحظہ ہو۔

بنارس کے محلہ منگلا گوری میں گوپی اپادھیا نام ایک برہمن رہتا تھا جسے گذرے ہوئے پندرہ سال ہوتے ہیں۔ اسکی یادگار صرف ایک نواسہ ہے جسے منگل پانڈے کہتے ہیں اور وہ بھی محلہ منگلا گوری ہی میں رہتا ہے۔ نانا کے انتقال پر دوسرے خاندانی کاغذات کے ساتھ شہنشاہ اورنگ زیب کا یہ فرمان بھی ترکہ میں ملا۔ ماہ اپریل سنہ ۱۹۰۵ء منگل پانڈے نے بنارس کے کلکٹر کی عدالت میں ایک استغاثہ دائر کیا۔ اور میں کلکٹر صاحب کے حکم سے

ابتدائی تحقیقات پر مامور تھا۔ منگل ایک گہاٹیا برہمن ہے۔ جو دریا کے گھاٹ پر بیٹھا رہتا ہے۔ اور پجاری کی خدمات انجام دیتا ہے۔ جو جاتری اشنان کرنے کے لئے آتے ہیں انھیں پوجا کراتا ہے۔ اور پوجاری کی رسموں کے لئے جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے وہ انھیں خرید کر دیتا ہے۔ پچھلے دنوں گجرات کی کچھ بنانیاں اپنے ملک کی رسم کے مطابق گھاٹ پر دھرنا دیکر بیٹھ گئیں اور رونا اور بین کرنا شروع کر دیا۔ اس سے دوسرے پوجاریوں کی عبادت میں خلل آنے لگا۔ منگل پانڈے نے انھیں ٹوکا۔ کہ اگر تم یونہی روو اور چلاؤ گی تو کوئی دوسرا پوجاری اس گھاٹ پر نہ آئے گا۔ اور میرا نقصان ہوگا۔ اس پر منگل میں اور ان بنیوں میں تنازعہ ہو گیا۔ اور اسے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑا۔ جسنے اس سے پوچھا کہ تمہارے پاس گھاٹ کے اس حصہ کی پروہتی کے لئے کوئی قانونی دستاویز بھی موجود ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو پیش کرو۔ اس مطالبہ کے جواب میں اس نے اورنگ زیب کے متعدد کاغذات میرے سامنے پیش کئے۔ اور شہنشاہ اورنگ زیب کا فرمان بھی انہیں میں موجود تھا۔ یہ فرمان اب بھی اس کے قبضہ میں ہے۔

اس فرمان کے بعد کرنل فلٹ کے سارے شکوک جاتے رہے۔ اور فرمان کو جسکی پشت پر اورنگ زیب کے بیٹے شہزادہ محمد سلطان کی مہر ثبت ہے۔ بنظر غائر دیکھنے کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ فرمان اورنگ زیب ہی کا جاری کیا ہوا ہے۔ اور اسکے پڑھنے کے بعد خواہ نخواہ ماننا پڑتا ہے کہ اورنگ زیب ویسا نہیں جیسا اسکے نکتہ چین اسے ظاہر کرتے ہیں بلکہ اسکی سب سے بڑی تمنا یہ تھی۔ کہ اسکی ہندو رعایا امن وامان اور خوشحالی و فارغ بالی کی زندگی بسر کرے (نور ۱۷۔ فروری ۱۹۳۸ء)

مگر ہمارے وطنی دوستوں کے نزدیک آج اس عالمگیر سے بڑھ کر اور کوئی برا شخص نہیں یہی حالت سکھ گوروؤں سے حسن سلوک کے متعلق ہے مسلمان بادشاہوں نے سکھ گوروؤں کے ساتھ نیک نیک سلوک کئے اور شہنشاہ اسلام ہر وقت سکھ گوروؤں کی ترقی میں کوشاں رہے ہمیشہ گورو صاحبان کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کو روا رکھا۔ اور سکھ گوروؤں کی خوشنودی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ مگر آج مسلمان بادشاہ سب سے زیادہ بدنام ہیں دنیا میں وہ کوئی عیب نہیں جو

انپر نہ لگایا جاتا ہو۔ جابر وہ متعصب وہ۔ خدا جانے اور کیا کیا کچھ انھیں نہیں کہا جاتا۔ یہ کیوں بات صاف ہے ہمارے وطنی دوستوں کو یہ بات کبھی ایک آنکھ بھی نہیں بھائی کہ وہ سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات کو اچھی نگاہ سے دیکھیں اس لئے انھوں نے خوبیوں کو تو چھپایا مگر اس کے برخلاف معمولی سے معمولی باتوں کو رائی کا پہاڑ بناکر عجیب و غریب رنگ آمیزیوں سے پیش کرتے رہے جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ سکھ اور مسلمان جو درحقیقت بھائی بھائی تھے جو ایک ہی وحدت اور روحانیت کے چشمہ سے شیر و شکر ہو کام ہوئے تھے ان میں اسقدر آزردگی اور کشیدگی اور تنفر پھیلا کہ وہ ایک دوسرے کے جانی دشمن ہو گئے سکھ ایک سپاہی قوم تھی اور تعلیم کی طرف ان کا خیال کم تھا۔ اس وجہ سے ہمارے وطنی دوستوں کی ان رنگ آمیزیوں نے سکھوں میں خوب کام کیا۔ سکھ بیچارے حقیقت حال سے ناواقف تھے اس لئے جو کچھ وہ کہتے رہے سکھ دوست اعتبار کرتے رہے اور ساتھ ہی اس کے مسلمانوں سے ایک بڑی بھاری کوتاہی ہوئی کہ انھوں نے حقیقت حال سے آگاہ کرنے اور از سر نو پاغلط انتہامات سے عہدہ برا ہونے سے سخت سستی سے کام لیا۔ بھولے مسلمانوں کے دلوں میں یہ بہت ہی کم خیال ہوا کہ سکھ صاحبان دراصل ہمارے بھائی ہیں اور بعض خود غرض لوگوں کے بیجا اتہاموں اور غلط فہمیوں سے یہ بہت دور جا پڑے ہیں۔ حقیقت حال سے آگاہ کرکے انھیں اپنے ساتھ ملانا چاہیئے۔ مجھے امید ہے کہ جوں جوں سکھ صاحبان میں تعلیم پھیلتی جائیگی وہ نوں نوں حقیقت حال سے آگاہ ہوتے جائیں گے۔ اور وہ وقت انشاء اللہ تعالیٰ بہت قریب ہے جب دو بچھڑے ہوئے بھائی ایک دوسرے کے گلے مل جائیں گے ٭

حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلمانوں کے ساتھ مضبوط تعلقات کی نسبت ہم کافی و وافی روشنی ڈال چکے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ دوسرے گورو صاحبان کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کا کیا عالم رہا۔ میرے ان معلومات کا ماخذ زیادہ تر تاریخ گورو خالصہ۔ سورج پرکاش۔ گوربلاس۔ بنشہ پرکاش وغیرہ ہیں۔ آپکے دوسرے جانشین حضرت باوا انگد جی مہاراج ایک کامل فقیر منش تھے۔ انھیں جاہ و حشمت سے کوئی سروکار نہ تھا۔ تیسرے گورو مہاراج امرداس جی صاحب کے عہد میں فقیری و امیری ایک جگہ جمع ہوئیں یعنی

جُوں جُوں . . . گورو صاحبان کا دائرہ عقیدت وسیع ہوتا گیا۔ توں توں مریدوں نے زیادہ نذر و نیاز پیش کرنی شروع کیں۔ گو تیسرے گورو صاحب کو دنیا سے کوئی محبت نہ تھی مگر شردھا اور عقیدت کے ساتھ جو کچھ مرید نذر پیش کرتے تھے وہ انکی خاطر اور خدا کا انعام سمجھ کر قبول ہی کرنا پڑتا تھا۔ بہرحال تیسرے گورو کے عہد میں امیری اور فقیری ایک دوسرے کے بہت قریب ہو گئیں +

جب آپ کرتارپور چھوڑ کر گوئندوال آئے تو ایک شخص گوبند نامی نے گورو مہاراج پر دعویٰ کیا۔ وہ دعویٰ حاکم لاہور جو ایک مسلمان تھا کے حضور پیش ہُوا۔ مگر حاکم نے گورو صاحب کے حق میں فیصلہ دیا حالانکہ حاکم جانتا تھا کہ گورو امرداس صاحب کا حلقہ دن بدن بڑھ رہا ہے اور وہ وقت قریب ہے جب سیاسی رنگ میں موجودہ حکومت کیلئے بہت کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا مگر حاکم لاہور نے اسبات کی قطعاً پروانہ کی۔ اور انصاف کے سامنے سر جُھکاتے ہوئے گورو صاحب کے حق میں فیصلہ دیا۔ پھر کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے گورو صاحبان پر تشدد کیا۔ میں کہتا ہوں صرف انصاف ہی نہیں بلکہ انصاف سے کئی درجہ بڑھ کر جسے شاہانہ شفقت اور لُطف کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے وہ ہمیشہ گورو صاحبان کے لئے شاہنشاہانِ مخلیہ نے روا رکھا۔ اکبر نے گورو صاحب اور انکے مریدوں کے لئے محصول راہداری معاف کر دیا۔ اور باولی بنوادی سمت ۱۶۳۳ بکرمی میں اکبر بادشاہ لاہور کو جاتا ہُوا گورو امداس جی کو ملا موضع سلطان ونڈ اور تونگ وغیرہ کے نواح کی زمین کو گورو صاحب کے ساتھ شامل کر دیا۔ اور انھیں سند معافی لکھ دی۔ اس میں کم از کم ۲۸ ہزار بیگھہ زمین ہو گی اور بہت کچھ نقد بھی گورو صاحب کے پیش کیا۔ اب خدارا غور کیجئے کہ سکھ گوروؤں کے ساتھ مسلمان بادشاہوں کے تعلقات کیسے مشفقانہ اور ہمدردانہ تھے۔ مگر بدنام کیا جاتا ہے تو مسلمانوں کو۔ ان مراعات کو روا رکھتے ہوئے بھی ہمارے بعض دوستوں کے نزدیک مسلمان بادشاہوں سے بڑھ کر اور کوئی متعصب اور ظالم نہ تھا +

آئیے اب پانچویں گورو کے حالات پر نظر ڈالیئے اور دیکھئے کہ اس درویش صفت بزرگ کے تعلقات مسلمان فقراء اور صوفیاء سے کیسے مخلصانہ تھے۔ دربار صاحب امرتسر

کی عظمت اور احترام کس دوست سے پوشیدہ ہے۔ ہندوؤں کے ہاں کاشی اور پریاگ کا تیرتھ اور مسلمانوں کے نزدیک جو کعبہ شریف عظمت رکھتا ہے وہی عظمت سکھ دوستوں کے ہاں دربار صاحب امرتسر کی ہے۔ ایسے عظیم الشان اور محترم تیرتھ اور معبد کے لئے جب بنیادی پتھر رکھنے کا وقت آیا۔ تو اس وقت بڑا جوڑ میلا اور جلسہ کیا گیا۔ بڑے بڑے دور دراز سے سکھ اور "سنگتیں" جمع ہوئیں۔ مگر ایسے نیک وقت یعنی تقریب سعید اور ایسے عظیم الشان معبد کے سنگ بنیاد رکھنے کے لئے اگر کسی بزرگ کے ہاتھ میں یمن اور برکت دیکھی تو وہ حضرت میانمیر رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ تھا۔ حالانکہ اس وقت ہندوؤں کے بڑے بڑے پنڈت رشی وغیرہ بھی ہونگے جو ہندوؤں کے ہاں خاص عظمت اور احترام رکھتے ہونگے۔ مگر بنیادی پتھر کے لئے گورو ارجن دیو جی مہاراج نے اگر پسند کیا تو حضرت میانمیر رحمۃ اللہ علیہ کو۔ جو ایک مسلمان ولی اللہ اور صوفی منش تھے۔ اینٹ رکھتے وقت حضرت میانمیر صاحب سے اینٹ ٹیڑھی رکھی گئی اور معمار نے سرکا کر سیدھی کر دی۔ گورو صاحب نے معمار کو مخاطب کر کے کہا کہ غضب کر دیا۔ ایک پاک اور مطہر اور پاکیزہ ہاتھ نے رکھی ہوئی اینٹ کو تم نے سرکا دیا اب اس کا یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ ایک فرقہ یہ مندر گرے گا اور پھر دوبارہ بنے گا۔ چنانچہ احمد شاہ کے پنجاب میں آنے کے وقت ایسا ہی ہوا۔ آہ اب خدارا غور کیجئے کہ گورو صاحبان کے تعلقات مسلمان صوفیا اور فقراء سے کیسے تھے۔ خدا کرے کہ ہم بھی گورو صاحبان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں تاکہ ہمارے تعلقات بھی عمدہ سے عمدہ نظر آئیں اور ہم ایک دوسرے سے بھائیوں کیطرح ملیں تاکہ ہمارے بزرگوں کی ارواح خوش ہو کر ہمارے حق میں اشیرباد بھیجیں اور نیک دعائیں کریں +

جب گورو ارجن دیو صاحب نے لاہور میں باولی بنوائی تو حسن خان حاکم لاہور نے باولی بنانے میں گورو صاحب کو خاص مدد دی۔ پھر اسکے بعد آپکے بھائی پرتھی چند نے گورو صاحب کے خلاف دعویٰ کیا۔ حالانکہ یہ صحیح بات تھی کہ سکھ اس وقت دن بدن ترقی کر رہے تھے شاہ وقت اسباب سے غافل نہ تھا کہ سکھوں کی جماعت ترقی کر رہی ہے اور ایک نہ ایک دن یہ حکومت کے لئے تکلیف کا موجب ہو سکتے ہیں مگر مسلمان حاکموں نے ہمیشہ گورو صاحبان کا پکش لیا وہ

قطعاً نہیں چاہتے تھے کہ گورو صاحبان کو ہماری طرف سے کوئی تکلیف پہنچے اس لئے مسلمان بادشاہوں نے گورو صاحبان کی عظمت کو مقدم رکھا اور پرتھی چند کے دعوی کو خارج کر دیا۔ اور گورو صاحب کے حق میں فیصلہ دیا۔ پھر چندو لال نے جو وزیر مال تھا۔ اس نے حاکم وقت کے حضور شکایت کی کہ گورو صاحب نے ایک کتاب (آدگرنتھ صاحب) بنائی ہے اور اسمیں مسلمانوں کی بہت توہین کیگئی ہے۔ گرنتھ صاحب کو دربار میں لایا گیا۔ اور جب گرنتھ کو جگہ بہ جگہ سے سُنا گیا۔ تو اس میں اسلام کی تعریف پائی گئی۔ حاکم وقت نے خوش ہو کر بہت کچھ نذر نیاز دی اور لگان معاف کر دیا۔ اب غور کیجئے۔ ایک ہندو وزیر چندو لال نامی گورو صاحب کے خلاف چغلی کھاتا ہے مگر مسلمان حاکم گورو صاحب کو نذر اور انعام واکرام سے مالا مال کر دیتا ہے مگر حیرت اور تعجب تو یہ ہے۔ کہ پھر بدنام مسلمان ذرا اسکے بعد دیکھو کہ چندو لال نے گورو صاحب کے ساتھ کیا سلوک کیا پہلے چھوٹی چغلی کھائی۔ کہ گورو صاحب نے ایک کتاب بنائی ہے جسمیں اسلام کے برخلاف لکھا ہے۔ جب اسمیں بھی چندو لال شرمسار ہوا۔ تو پھر اُس نے گورو صاحب کو ایذا پہنچانے کے لئے اور راہ نکالی۔ گورو صاحب کے ہاں اپنی لڑکی کا ناطہ کرنا چاہا۔ مگر گورو صاحب نے انکار کر دیا۔ بس پھر کیا تھا۔ چندو لال کے غیض و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ وہ آپے سے باہر ہو گیا۔ ان دنوں جہانگیر تو کشمیر کیطرف گیا ہوا تھا انکی عدم موجودگی میں چندو لال ہی سیاہ و سفید کا مالک تھا۔ لکھا ہے کہ اُس نے گورو صاحب کو بلا کر پھر ناطہ کی بات چھیڑی۔ گورو صاحب نے انکار کر دیا۔ . . . . . پھر اس نابکار نے جیٹھ اور اساڑھ کی جلتی بلتی دھوپ میں گورو صاحب کو برہنہ بٹھلا کر جلتی بلتی ریت آپکے جسم پر ڈالنی شروع کی آپکے مُنہ سے نکل آئے مگر خدا کے بھگتوں میں خاص استقلال ہوتا ہے۔ ان کا ماٹو ہی یہ ہوتا ہے "جان جائے پر آن نہ جائے"۔ اس حالت میں حضرت میانمیر صاحب نے گورو ارجن دیو جی مہاراج کو کہلا بھیجتے ہیں کہ میں شاہ وقت کو اس پاپی کے جور و ظلم سے اطلاع دیتا ہوں اور خود اس سفاک کے حق میں بد دُعا کرتا ہوں مگر گورو صاحب حضرت میانمیر صاحب کو یہ جواب بھیجتے ہیں کہ آپ میرے حق میں یہ دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس امتحان میں مجھے صابر رکھے۔ میرا دل ڈاواں ڈول نہ ہو "باقی پاپی کے مارنے کو پاپ مہابلی" ہے۔ غور کیجئے کہ گورو صاحب مکرم کو حضرت

میانمیر صاحب پر کسقدر حسن عقیدت تھی مگر اسقدر دکھ اور تکالیف و مصائب پہنچا کر بھی چندو لال کا دل ٹھنڈا نہ ہوا۔ اس ظالم نے کھولتے ہوئے پانی کی دیگ میں گورو صاحب کو ڈالدیا۔ غرضیکہ بے رحم اور ظالم نے اس طرح گورو صاحب کو ایذائیں اور تکالیف دیکر گورو صاحب کی جان لی +

پیارو! دیکھو! ذرا غور کرو کہ چندو لال ظالم نے گورو صاحب کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ کیا دنیا میں اس ظلم صریح کی اس سے بڑھ کر بھی کہیں نظیر مل سکتی ہے مگر بدنام بیچارے مسلمان۔ خدارا غور کیجئے کہ مسلمانوں نے گورو صاحبان کے ساتھ کیسے عمدہ سلوک کئے اور اسکے مقابلہ میں چندو لال وغیرہ نے گورو صاحبان کے ساتھ کیا برتاؤ روا رکھے مگر حیرت اور تعجب یہ کہ پھر بدنام بیچارے مسلمان مگر چند اشخاص کی ناکردنی حرکات پر کبھی کسی قوم کی نسبت اپنے دلمیں کوئی خاص جگہ نہ دینی چاہیئے +

اس کے بعد چھٹے گورو ہرگوبند صاحب کا عہد شروع ہوا۔ آپ سب سے پہلے گورو ہیں جنھوں نے کمر میں تلوار باندھی۔ آپ جب لاہور تشریف لائے تو سب سے پہلے آپ حضرت میانمیر صاحب شیخ جان محمد صاحب لاہوری شاہ محمد اسمٰعیل صاحب شیخ کرم شاہ صاحب سے ملے اور انکے ساتھ گیان دھیان کی باتیں کیں۔ اس جگہ اس وقت ہندو پنڈت اور سنیاسی وغیرہ بھی ہونگے مگر گورو صاحب نے اپنی ملاقات کے لئے مسلمان صوفیاء کو ترجیح دی۔ چندو لال اور آپکے چچازاد بھائی مہربان جہانگیر کے پاس گورو صاحب کی شکایت کی کہ گورو صاحب باقاعدہ فوج رکھتے ہیں اور حکومت کا جوا اتارنا چاہتے ہیں مگر جہانگیر قطعاً بدظن نہ ہوا۔ اور معاملہ کو جونہی ٹال دیا۔ حالانکہ جہانگیر خوب جانتا تھا کہ گورو صاحب نے تلوار کمر میں باندھ لی ہے باقاعدہ فوج رکھتے ہیں اور یہ ضرور کسی نہ کسی وقت سلطنت کے لئے موجب فکر ہونگے۔ مگر جہانگیر نے باوجود شکایت ہونیکے بھی اسبات کو کئی آئی گردیا کیا اس سے یہ صریح نتیجہ نہیں نکلتا کہ جہانگیر جناب گورو صاحب کی صریح رعایت کرنا چاہتے تھے مگر آہ پھر بدنام ہیں تو بیچارے مسلمان +

اب غور کیجئے کہ مہربان اور چندو لال کی شکایت سنکر جہانگیر نہ صرف ٹال ہی دیتا ہے بلکہ وزیر خان نائب زیراور غنچہ بیگ دوہزاری کو سوار دوسو اشرفیاں دیکر گورو صاحب کے پاس بھیجتا ہے اور گورو صاحب کے واجب الاحترام پتا کی تعزیت کرتا ہے۔ خدارا غور کیجئے۔ مسلمانوں کے حسن سلوک پر اور توجہ دیجئے۔ پرتھی لعل چندو لال وغیرہ کے سلوک پر۔ مگر

بدنام بیچارے مسلمان + ابھی اکتفا نہیں۔ ذرا اور آگے چلیئے۔ گورو ہرگوبند صاحب جہانگیر کے ملنے کیلئے دہلی آئے۔ تو جہانگیر کمال تعظیم سے پیش آیا۔ پانصد روپیہ ماہانہ گورو صاحب کا خرچ مقرر کیا۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی اور حسن سلوک کی مثال مل سکتی ہے مگر تعجب ہے تو یہ کہ پھر بدنام بیچارے مسلمان +

جب چندو لال نے گورو صاحب کو گوالیار کے قلعہ میں نظر بند کرا دیا۔ تو پھر وزیر خان حضرت جلال الدین سجادہ نشین حضرت نظام الدین اور حضرت میاں میر صاحب کی سفارش سے گورو صاحب کو قلعہ گوالیار سے رہائی ملی تو گورو صاحب نے یہ کہلا بھیجا کہ جب تک دوسرے شاہی قیدیوں کو بھی رہا نہ کیا جائے میں رہا نہیں ہونگا اور محض گورو صاحب کی خاطر پچپن ہندو راجاؤں کو جو سلطنت کے باغی تھے چھوڑ دیا گیا۔ دیکھو خدارا غور کرو۔ یہ گورو صاحب کی کس قدر خاطر داری ہے۔ ایک شخص کی خاطر پچپن شاہی قیدیوں کو چھوڑ دینا کیا اس سے بڑھ کر بھی کہیں خاطر داری کی مثال مل سکتی ہے کوئی سلطنت کسی کی خاطر اسقدر رعایت روا نہیں رکھے گی۔ مگر گورو صاحب کی خوشنودی کے لئے یہ سب کچھ روا رکھا گیا مگر تعجب اور حیرت کی جا ہے تو یہ کہ پھر بدنام بیچارے مسلمان +

جہانگیر نے خوش ہو کر گورو صاحب کو سات ضرب اتواپا اور ڈیڑھ ہزار سپاہ کے رکھنے کے لئے حکم دیا۔ اور پنجاب کی نگرانی بھی گورو صاحب کے سپرد کی گئی۔ ایک دن موقع پا کر گورو صاحب نے چندو لال کی حرکات و سکنات کا ذکر کیا۔ جرم ثابت ہونے پر چندو لال گورو صاحب کے حوالہ کیا گیا۔ گورو صاحب اس پاپی کو جوتوں سے پٹواتے امرتسر لائے۔ گدھے پر چڑھا کر تشہیر کیا۔ اور گرم ریت ڈال کر پورا انتقام لیا۔ اب غور کیجیئے کہ وہ مسلمان شہنشاہ جس نے گورو صاحب کے حوالے پنجاب کی نگرانی کی سات ضرب اتواپا اور ڈیڑھ ہزار فوج رکھنے کا اختیار دیا گورو صاحب کے واجب الاحترام باپ کے قاتل اور سلطنت کے معزز عہدیدار کو گورو صاحب کے قطعی حوالہ کر دیا جنھوں نے دل کھول کر بدلہ لیا مگر پھر بدنام بیچارے مسلمان +

کشمیر کو جاتے ہوئے جہانگیر گورو صاحب کے لئے بہت سے تحایف لائے اور گورو صاحب کو اپنے ساتھ کشمیر لے گئے اور راستہ میں رؤسا وغیرہ سے گورو صاحب کو نذر و نیاز دلاتے گئے

جب جہانگیر سے اجازت لیکر گورو صاحب واپس ہوئے تو راستہ میں گجرات میں شاہ دولے شاہ سے ملکر گورو صاحب بہت خوش ہوئے +

جب شاہجہان تخت پر بیٹھا تو گورو صاحب متوفی بادشاہ کی تعزیت اور نئے بادشاہ کی تہنیت کے لئے لاہور آئے۔ گورو صاحب کے چچازاد بھائی مہربان اور چندو لال کے بیٹے کرمچند نے شاہجہان کے دربار میں گوریائی اور باپ کے قصاص کا علی الترتیب دعوی کیا مگر ہر دو مقدمات وزیر خان کی سفارش سے خارج ہوگئے۔ اب غور کرو کہ جس صورت میں گورو صاحب کے چچازاد بھائی نے گوریائی کا دعوی کیا تھا اگر شاہجہان چاہتا تو مہربان کے حق میں فیصلہ دیکر سکھ صاحبان کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دو جگہ تقسیم کرسکتا تھا مگر شاہجہان گورو صاحب کا ہمدرد اور خیرخواہ تھا اس لئے نہ صرف یہی کہ آپکے چچازاد بھائی کا ہی دعوی خارج کردیا۔ بلکہ ساتھ ہی اس کے کرمچند خلف چندو لال کے دعوے قصاص پدر کو بھی ڈسمس کردیا۔ اور نہ صرف یہی بلکہ گورو صاحب کو ایک خلعت فاخرہ بھیجا مگر حیرت اور تعجب یہ کہ پھر بدنام ہیجارے مسلمان +

جب گورو صاحب ہرگوبند پور پہنچے بھگوانا کھتری نے آپ کا مقابلہ کیا مگر ہار گیا۔ اور گورو صاحب نے اسکے مکان کی جگہ مسجد بنوادی۔ اور اسکی حفاظت مسلمان فقرا کے سپرد کی بھگوانا اور مہربان دہلی پہنچے۔ اور گورو صاحب کو سلطنت کا باغی قرار دیکر فوج کشی کے لئے ترغیب دلائی۔ مگر وزیر خان کی سفارش سے بات رفت گذشت ہوگئی +

پھر وہیری مل نے خود گورو بننے کی دل میں ٹھانی اور حاکم وقت سے مدد طلب کی۔ مگر شاہجہان نے دھتکار دیا۔ بھگوانا و کرمچند نے شکایت کی کہ گورو صاحب کیرت پور میں باغی رکھتے ہیں مگر حسن علیشاہ عربی نے بادشاہ کو سمجھا کر معاملہ ٹالدیا۔ جب گورو صاحب کیرت پور تشریف رکھتے تھے۔ نواب بالیر کوٹلہ۔ نواب مورنڈھ۔ نواب روپڑ گورو صاحب سے ملاقات کرتے رہے۔ اور داراشکوہ نے پنجاب کی نگرانی گورو صاحب کے سپرد کی۔ رام رائے بڑے بھائی نے گورو ہرکشن پر جنکی عمر چھ سال کی تھی دعوی کیا۔ مگر عالمگیر نے خارج کردیا۔ کون عالمگیر؟ وہ عالمگیر جسے ہمارے وطنی دوست پرلے درجہ کا متعصب اور ظالم کہتے ہیں + پھر عالمگیر نے گورو صاحب کو بلانیکے لئے راجہ جے سنگھ سوائی کو بھیجا۔ گورو صاحب آپکے ہمراہ دہلی تشریف لائے اور راجہ جے سنگھ سوائی کے دیوان خانہ میں

فروکش ہوئے۔ مگر گورو صاحب نے حاضر دربار ہونے سے انکار کیا جسے عالمگیر نے مطلقاً برا نہیں منایا۔ اُلٹا اپنے بیٹے شہزادہ معظم بیگ کو بہت سے تحفے تحائیف دیکر گورو صاحب کے پاس بھیجا۔ اور اس تحائیف میں ایک سیاہ پشمینہ کی سہلی بھی تھی۔ جو گورو نانک صاحب کی نشانی تھی۔ گورو صاحب نے اور تحائیف تو واپس کر دیئے صرف سیاہ پشمینہ کی سہلی گورو صاحب کا نشان سمجھ کر لے لی۔ گورو صاحب کی اس بے نفسی کا عالمگیر پر بہت اثر ہوا۔ وہاں گورو صاحب چیچک سے بیمار ہو گئے۔ عالمگیر خود گورو صاحب کی عیادت کو آئے +

اس کے بعد گورو تیغ بہادر گورباہی کی گدی پر بیٹھے۔ مگر دیہری مل نے دشمنی سے گورو صاحب کا سب مال و اسباب لوٹ لیا۔ اور ایک بار گورو صاحب پر اُس نے بندوق کا فائر بھی کر دیا۔ مگر نشانہ خطا گیا۔ اور گورو صاحب بال بال بچ گئے۔ پھر گورو صاحب امرتسر دربار صاحب کے درشنوں کو آئے تو وہاں کے پوجاریوں نے مندر کے دروازے بند کر لیئے۔ پیارو پجاری کو ملن تھے ہندو یا مسلمان ؟ گورو صاحب نے امرتسر سے دو میل کے فاصلہ پر رہائش اختیار کی مگر سوڑھ مل نے وہاں بھی گورو صاحب کو آرام سے نہ بیٹھنے دیا۔ اس لیئے آپ نے دریائے ستلج کے کنارے پر رہائش اختیار کر انند پور بسایا۔ دیہری مل نے رام رائے کو اُبھارا۔ انھوں نے بادشاہ کے حضور گورو صاحب کے خلاف دعویٰ دائر کیا مگر عالمگیر نے خارج کر دیا۔ کون عالمگیر وہی جسے ہمارے وطنی بھائی مجسم متعصب کہتے ہیں مدفع پا کر دیہر مل رام رائے وغیرہ نے عالمگیر کے دربار میں پھر شکایت کی کہ گورو تیغ بہادر اور حافظ آدم نبورا مرید بجد الف ثانی سرہند نے اپنے پاس ڈاکو جمع کر رکھے ہیں دن دہاڑے ڈاکے ڈلواتے ہیں اور ہم انکے دست تعدی سے بہت تنگ آ گئے ہیں یہ شکایت سنکر عالمگیر نے گورو صاحب اور حافظ آدم نبورا کو دہلی بلوایا۔ گورو صاحب سیف علیخان سیف آباد اور سامانہ میں محمد بخش افغان کے ہاں ٹھہرتے ہوئے دہلی پہنچے۔ عالمگیر نے کہا کہ ہر طرف دہائی مچ رہی ہے آپ استحصال یا لجبر کیوں کرتے ہیں۔ گورو صاحب نے کہا کہ میں فقیر ہوں فقیروں کو ان باتوں سے کیا تعلق۔ لوگ غلط کہتے ہیں۔ عالمگیر نے اعتبار کر لیا۔ اور ہندوؤں کا دعویٰ خارج کر دیا۔ عالمگیر نے کہا آپ فقیر ہیں کوئی کرامت دکھائیں۔ گورو صاحب نے کہا کہ میں یہ تعویذ گلے میں باندھتا ہوں آپ بیشک تلوار کا وار کریں میرا سر نہیں کاٹا جائیگا۔ بطور

آزمائش میں اپنے آپ کو جلاد کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ جلاد نے تلوار ماری سر کٹ گیا۔ تعویذ میں یہ لکھا تھا سر دیا سر دار نہ دیا۔ اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کو سخت افسوس ہوا کہ گورو صاحب ناحق قتل ہوئے۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ اب پچھتانے ہاتھ ملنے اور سر دھننے سے کیا فائدہ تھا۔ اب گورو صاحب کا زندہ ہونا ناممکن تھا۔ حافظ آدم نبورا پر استحصال یا بجبر ثابت ہوا اور اسے جلاوطنی کی سزا دی گئی ✤

آپ کے بعد گورو گوبند سنگھ صاحب گورپائی کی گدی پر رونق افروز ہوئے۔ جب سری گورو گوبند سنگھ صاحب کے سر پر سے انکے والد مکرم کا سایہ اُٹھ گیا۔ تو گورو صاحب انند پور میں تنہائی میں رہکر ایشور کی بھجن بندگی میں مصروف ہوئے اور اسی اثنا میں پہاڑی راجہ بھیم چند رگورو صاحب سے ملنے کیلئے آیا۔ جب بھیم چند رنے آکر دیکھا کہ گورو صاحب کے ساتھ بہت سے سکھ ہیں اور اُن کا توحید کا پرچار دن بدن بڑھ رہا ہے اور ہندو لوگ بُت پرستی کے جوا کو اُتار کر جوق در جوق گورو صاحب کے قدموں میں آکر توحید کے شیدا بن رہے ہیں۔ راجہ بھیم چند رجو سیاسی جوڑ توڑ میں ایک خاص مہارت رکھتا تھا۔ اسکی دُوربین نگاہیں فوراً بھانپ گئیں کہ یہ وقت ہے ابھی ابتدا ہے دریا کا پانی اب دہانہ سے نکل رہا ہے ابھی کسی نہ کسی طرح اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو جو ہندوؤں کو بت پرستی سے آزاد کرکے توحید کیطرف لا رہا ہے ایک زبردست بند لگا دیا جاوے ورنہ اگر خاموشی سے کام لیا گیا تو اس کا یہ لازمی نتیجہ ہوگا کہ آہستہ آہستہ سب ہندو ہمارے حلقہ بگوشی سے آزاد ہو کر بُت پرستی سے مُنہ پھیر کر توحید کے گرویدہ ہو جائینگے اور جسقدر لوگ بُت پرستی سے روگردان ہو کر توحید کیطرف آئینگے۔ اتنا ہی ہماری طاقت اور ثروت اور رُعب میں فرق آجائے گا۔ کوئی ایسی راہ اختیار کی جاوے جس سے ایک کرشمہ دو کار برآمد ہوں یعنی مجھ پر کوئی حرف بھی نہ آئے اور ابتدا میں ہی گورو صاحب کے مشن کو ایک ایسا زبردست دھکا لگا دیا جائے جس سے انکی بڑھتی ہوئی طاقت کو ناقابل برداشت صدمہ پہنچ جائے۔ چنانچہ یہ سوچ راجہ بھیم چند رنے گورو گوبند سنگھ صاحب سے ایک سفید ہاتھی جو انکے ایک عقیدتکیش راج کمار آسام نے نذر کیا تھا مانگا۔ گورو صاحب نے اس لغو مطالبہ کو رد کر دیا بس پھر کیا تھا بلی بھاگو جھینکا ٹوٹا۔ ایک جرار فوج لے کر راجہ بھیم چند رگورو صاحب پر پل پڑا۔ آگے گورو صاحب

نے بھی مقابلہ کیا نتیجہ یہ ہوا کہ راجہ بھیم چند رشکست فاش کے ساتھ واپس لوٹا۔ یہ واقعہ سن سید بڈھن شاہ ساڈھوری گوروصاحب کے پاس پہنچا۔ اور آکر کہا کہ مجھے یہ معلوم کرکے حد سے زیادہ تکلیف ہوئی کہ راجہ بھیم چند نے بلاوجہ اور بلاسبب آپکو اس خلجان میں ڈالا اگر آیندہ کے لئے آپکو اس قسم کی کوئی تکالیف پہنچے۔ تو آپ بے تکلف مجھے اطلاعدیں میں آپکی خاطر ہر طرح کی اعانت کرنیکے لئے تیار ہوں اور آپ کے لئے ہر مشکل سے گذرنا آسان سمجھتا ہوں دوستو اب خیال کرو کہ ایک طرف تو ایک ہندو راجہ بلاوجہ اور بلاسبب گورو مہاراج سے جنگ زرگری ٹھانتا ہے اور پورے شان و شوکت اور ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ گوروصاحب کی طاقت کو کچلنے کیلئے میدان میں آتا ہے۔ دوسری طرف سید بڈھن شاہ ساڈھوری گوروصاحب کے پاس آتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ مجھے یہ سُنکر بہت تکلیف ہوئی کہ راجہ بھیم چند نے بلاوجہ اور بلاسبب آپ سے برسرِ پرخاش ہوکر آپکو اسقدر پریشانی میں ڈالا۔ اگر آیندہ کیلئے راجہ بھیم چند کیطرف سے کوئی واقعہ پیش ہو تو آپ مجھے فوراً اطلاعدیں میں ہر طرح سے آپکی اعانت کرنیکے لئے حاضر ہوں۔ پیارو غور کرو کہ ایک مسلمان سید کس طرح گوروصاحب کی اعانت کیلئے اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے مگر افسوس کہ پھر بھی یارانِ مطلب نے غلط فہمیوں کے طومار باندھ کر بیچارے مسلمانوں کو ہی بدنام کیا۔ بھیم چند رجب ہر طرح شکست فاش کھاکر لوٹا تو بھلا اسکی طبیعت کس طرح اور کیسے نچلی بیٹھ سکتی تھی وہ اسی جوڑ توڑ میں دن رات مصروف رہا کہ کوئی ایسا حیلہ بہانہ تراشا جائے اور اس طاقت کے ساتھ حملہ کیا جائے کہ گوروصاحب کو ایک ناقابل برداشت نقصان پہنچ جائے چنانچہ یہ رائے قائم کرکے راجہ بھیم چند نے راجہ کرپال چند رولئے کٹوچی راجہ کیسری چند رولئے جسوال راجہ کھڈیو دلئے جسروٹھ راجہ ہرچند رولئے ہنڈوڑہ اور راجہ پرتھی چند رولئے ڈووال اور راجہ فتح چند سرینگر کو بلاکر دعوت دی اور ان سب پہاڑی راجاؤں کے سامنے راجہ بھیم چند رنے یہ بیان کیا کہ تم جانتے ہو کہ مورتی پوجا دیوی و دیوتا پوجا بہتر تھی یا ترا ویدوں کی ہما جینیو یا چوٹی کا رکھنا یہ ہندو دھرم کے عقائد عظیمہ ہیں یہ ہندو دھرم کے وہ اصول ہیں جسپر ہندو دھرم قائم ہے مگر کیا آپ آنکھیں موند کر سو رہے ہیں۔ گوروگوبند سنگھ ہمارے ان ہندو دھرم کے عقائد کی سخت مخالفت کر رہا ہے اور اس نے ہمارے مذہبی اصولوں کی جڑوں پر تبر رکھ دیا ہے کثرت سے ہندو لوگ جنیو اُتار چوٹی کٹوا

تیرتھ یاترا اور ویدوں کو خیرباد کہے۔ یا یوں سمجھو کہ ہندو دھرم کو تلانجلی دے گورو گوبند سنگھ کے حلقہ بگوش ہوئے ہیں دیکھ تمہیں کس طرح آرام کی نیند آتی ہے کیا تم پسند کرتے ہو کہ اس طرح ہمارے مذہبی عقائد کی توہین ہو۔ ابھی وقت ہے ابتدا ہے ہم اس بڑھتے ہوئے سیلاب کی رَو کو روک سکتے ہیں اور اگر چندے اور سستی سے کام لیا تو پھر گذرا ہُوا وقت ہاتھ نہیں آئے گا۔ پھر کف افسوس ملنے اور یکبر پیٹنے اور سر دُھننے کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہوگا۔ اس زبردست تقریر کا فسوں پہاڑی راجوں پر چل گیا۔ سب پہاڑی راجوں نے ہم آہنگ ہو کر کہا کہ ہم حاضر ہیں چنانچہ یہ قرار پایا کہ ساتونکے ساتوں پہاڑی راجگان اپنی متفقہ طاقت سے گورو صاحب پر یک لخت حملہ کر دیں اور گورو صاحب کی بڑھتی ہوئی طاقت کو ہمیشہ کیلئے ایک ناقابل برداشت صدمہ پہنچا دیں چنانچہ اس قرارداد کے بعد ساتونکے ساتوں پہاڑی راجوں نے گورو صاحب پر حملہ بول دیا۔ جہانگیر کے عہد سے گورو صاحب کو دو ہزار فوج رکھنے کی اجازت تھی پہاڑی راجوں کا متفقہ جمگھٹا دیکھ کر پانصد حلوا مانڈا کھانے والے تو اسی وقت علیحدہ ہو گئے باقی صرف ڈیڑھ ہزار کے قریب رہ گئے۔ مثل مشہور ہے:۔

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست در پریشاں حالی و درماندگی

سید بڈھن شاہ کو جب یہ خبر پہنچی کہ اس طرح سے ساتونکے ساتوں پہاڑی راجے اپنی مجموعی طاقت سے گورو صاحب پر حملہ آور ہوئے ہیں اور پھر ساتھ ہی پانصد حلوا مانڈا کھانیوالے چیلے بھی گورو صاحب سے الگ ہو گئے ہیں تو سید بڈھن شاہ دو ہزار کی پیادہ فوج لیکر گورو صاحب کے پاس آحاضر ہُوا۔ تین دن تک بڑی زبردست لڑائی ہوئی۔ آخر تین دن کے زبردست معرکہ کے بعد راجہ ہر بچند رگورو صاحب کے ہاتھوں سے مرا اور دوسرے پہاڑی راجگان پیٹھ دکھا کر میدان سے بھاگ نکلے۔ سید بڈھن شاہ کا لڑکا بھی اسی لڑائی میں مارا گیا۔ پیارو غور کرو کہ ساتوں کے ساتوں ہندو پہاڑی راجے گورو صاحب پر اپنی متفقہ طاقت سے حملہ آور ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہم گورو صاحب کی طاقت کو ہمیشہ کے لئے توڑ کر رکھ دیں۔ ایسے نازک وقت میں پانصد حلوا مانڈا کھانیوالے سکھ بھی جُدا ہو جاتے ہیں۔ ایسے آڑے اور نازک وقت میں بیگانے تو بیگانے اپنے بھی جُدا ہو جاتے ہیں ذرا آپ اس بھیانک نظارہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے

لاؤ دشمن اپنی متفقہ طاقت سے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے ایسی مصیبت میں اور تو اور اپنے بھی علیحدہ ہو جاتے ہیں ہاں اس آڑے وقت اور بھیانک و شدید اور پُرخطر حالت میں اگر کوئی کام آتا ہے اور شری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج کیلئے بندوقوں کی گولیوں کی باڑ کے سامنے تلوار کی دھار کے مقابل میں نیزوں کی تیز نوکوں کے آگے اگر کوئی اپنی چھاتی پھیلاتا ہے تو وہ سید بڈھن شاہ ساڈھورہ والے تھے جنہوں نے ایسے وقت میں دو ہزار فوج دی اور اسی لڑائی میں سید بڈھن شاہ کا پیارا لڑکا بھی کام آیا۔ پیار و غور کرو کہ اس نازک وقت میں ہندوؤں نے گورو صاحب کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اور پھر مسلمانوں نے گورو صاحب پر کس طرح اپنی جانیں قربان کیں یہ سب باتیں قابل غور ہیں مگر کسقدر تعجب اور حیرت کی جا ہے کہ پھر بدنام ہوں تو بیچارے مسلمان +

ہماری دل و جان سے یہ دعا ہے کہ جس طرح ایام اولیٰ میں سکھ اور مسلمانوں کا باہمی اتفاق تھا دونو بھائی بھائی تھے ایک دوسرے کے زبردست غمگسار تھے ایک کیلئے دوسرا اپنی جان کو جوکھم میں ڈالدینا بہت ہی معمولی بات سمجھتا تھا۔ خدا کرے کہ اب بھی اسی پریم اور محبت کی لہر ان دونوں بھائیوں میں دوڑ جائے اور ایک دوسرے کے ساتھ بچھڑے ہوئے دو پانیوں کیطرح ملجائیں اسقدر تکالیف دینے کے بعد بھی راجہ بھیم چندر کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا۔ اب اس نے ایک نہایت گہری اور زبردست چال چلی اور اس نے گورو صاحب سے صلح کی طرح ڈالی جسکی تہ میں یہ غرض پنہاں تھی کہ کسی نہ کسی طرح شاہان مغلیہ کی جست میں گورو صاحب کو لایا جائے اور مغلیہ خاندان کے ساتھ گورو صاحب کی ٹھن جائے۔ گورو صاحب جو ان دنیوی چالوں سے ناآشنا تھے وہ بھیم چندر کی اس گہری سازش میں آگئے۔ اور بھیم چندر کا داؤ چل گیا جب راجہ بھیم چندر نے گورو صاحب کے حضور حاضر ہو کر اپنی پچھلی کرتوتوں پر اظہار ندامت کیا تو گورو صاحب نے نہایت خندہ پیشانی سے انھیں معاف کر دیا اور گورو صاحب سے اس نے یہ عہد لے لیا کہ اگر آیندہ کے لئے مجھ پر کوئی مصیبت آئے تو آپ میری مدد فرماویں۔ راجہ بھیم چندر اسبات کو بخوبی جانتا تھا کہ جان جائے تو جائے مگر گورو صاحب اپنے قول اور عہد کو نہیں توڑ سکتے۔ یہ اطمینان حاصل کرنیکے بعد راجہ بھیم چندر نے شاہان دہلی کو خراج دینے سے انکار کر دیا یہ دیکھ کر صوبہ سرہند نے ایک دستہ راجہ بھیم چندر کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ راجہ بھیم چندر نے گورو صاحب سے مدد طلب کی۔

گورو صاحب جو قول کے پکے اور عہد کے پورے تھے جنکی زبان پر اپنے واجب الاحترام پتا کا یہ قابلِ قدر قول تھا:- ؎

بانہہ جنہاں دی پکڑیئے سر دیجے بانہہ نہ چھوڑیئے
گورو تیغ بہادر بولیا دھرمیئے دھرم نہ چھوڑیئے

مطلب جس کا تم بازو پکڑلو مضائقہ نہیں۔ خواہ وہ تمہارا خطرناک سے خطرناک دشمن بھی کیوں نہو پھر تم اسکی خاطر اپنی جان تک لڑا دو مگر اپنے عہد پر مضبوطی سے قائم رہو ٭

گورو صاحب جو قول کے پکے تھے اور اپنے واجب الاحترام والد بزرگوار کا مذکورہ بالا شلوک ہر وقت جنکے پیش نظر تھا۔ پھر کیسے اور کس طرح ہو سکتا تھا۔ کہ گورو صاحب اپنے وعدہ سے باز رہتے بھیم چند رکی چالاکیوں سے بیخبر ہو کر شاہی فوج کے مقابلہ کے لئے گورو صاحب نے اپنے آدمی بھیجدیئے۔ فوجدار علاقہ نے محض راجہ بھیم چند رکی سرکوبی کے لئے بہت ہی مختصر سا دستہ فوج بھیجا تھا۔ لکھا ہے کہ اس دستہ فوج کو شکست ہوئی مگر یہ ابتدا تھی۔ گورو صاحب اور مغلیہ سلطنت کے مقابلہ کی ٭ غور کیجئے کہ کیا گورو صاحب از خود مغلیہ سلطنت کے مقابلہ پر اُترے۔ کیا کسی ملک گیری کی ہوس نے انھیں مجبور کیا ہرگز نہیں بلکہ محض ایک ہندو پہاڑی راجہ کی چال بازی سے جو وہ گورو صاحب کو مغلیہ فوج کے ساتھ ٹکرا کر گورو صاحب کی طاقت کو ہمیشہ کے لئے کمزور کرنا چاہتا تھا (فی قول اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ تو دکن کیطرف ایک مہم پر تھے اس لئے فوجدار علاقہ نے کچھ اور فوج دیکر پہاڑی راجاؤں اور گورو صاحب کے مقابلہ کے لئے بھیجا مگر اس دفعہ بھی اس دستہ فوج کو شکست ہوئی۔ مگر خیال کرو۔ کہ ہر دو دفعہ گورو صاحب از خود شاہی فوج کے سامنے معرکۃ الآرا نہیں ہوئے بلکہ محض پہاڑی راجہ کی چال بازیوں کی وجہ سے جو وہ چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح گورو صاحب کو مغلیہ فوج کے مقابلہ میں لایا جائے یہ خبریں جب دکن میں اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچیں کہ اس طرح پنجاب کے پہاڑی علاقہ میں شورش ہے تو اس نے شہزادہ معظم بہادر شاہ کو رفع فساد کے لئے پنجاب روانہ کیا شہزادہ خود تو لاہور چلا گیا اور میرزا بیگ وسہاری کو بھیج کر راجاؤں کو مغلوب کرا دیا۔ گورو صاحب بھی چونکہ پہاڑی راجاؤں کی مدد کرتے رہتے تھے اس لئے

ایک دستہ فوج سکھوں کی تادیب کے لئے مقرر ہوا جس نے سکھوں کو شکست دیکر انند پور فتح کیا
واپسی پر سکھوں نے فاتح فوج پر شبخون مارا جس سے کچھ نقصان ہوا شہزادہ نے شبخون کی
پاداش میں پھر فوج کشی کے لئے حکم دینا چاہا مگر منشی دربار نے جو ایک مسلمان تھا شہزادہ کے
سامنے گورو صاحب کی بہت تعریف کی جسے سنکر شہزادہ بہت خوش ہوا اور بجائے
فوج کشی کے گورو صاحب کے ساتھ رابطہ اتحاد کے لئے خط و کتابت شروع کر دی۔ آفرین
ہے منشی دربار کو جس نے گورو صاحب کی تعریف کی اور شاباش ہے شہزادہ کو کہ جس نے منشی
دربار کی بات کو مانکر حق شناسی کا ثبوت دیا۔ پیارو اب غور کرو کہ ہندو راجے گورو صاحب سے
کیا سلوک کرتے رہے اور پھر مسلمان گورو صاحب سے کس حسن سلوک سے پیش آتے رہے ان سب
واقعات سے یہ بات صاف ہے کہ گورو صاحب نہ تو سلطنت کے دشمن تھے۔ اور نہ انھیں
ملک گیری کی ہوس تھی یہ سب کچھ ہندوؤں راجاؤں کی چال بازیوں سے ظہور میں آیا۔ جب
ہندو راجوں نے دیکھا کہ اس طرح بھی دال نہیں گلی اور مطلب سدھ نہیں ہوا۔ تو پھر انہوں نے
ایک اور ہی کمینہ راہ اختیار کی۔ اور کہا کہ گورو مہاراج ایک بڑا بھاری یگ کیا جاوے اور
اس میں سے دیوی پرگٹ ہوگی جو ہندوؤں کی مُردہ ہڈیوں میں از سر نو جان ڈالیگی چنانچہ
ایک بڑا بھاری یگ دیوی پرگٹ (دیوی کے ظاہر ہونے) کے لئے کیا گیا جب شعلے بلند ہونے
لگے تو مندر کے پوجاری برہمن نے اپنی کمینہ فطرت کا نہایت ہی بُری طرح اظہار کیا اور کہا
کہ گورو مہاراج جب تک آپ جیسا دھرماتما خود یا آپ کا کوئی عزیز بہ نفس نفیس اس یگ کی
آہوتی نہیں بنے گا یعنی جلتی بلتی آگ میں کود کر قربان نہیں ہوگا تب تک دیوی پرگٹ
نہیں ہوگی گورو مہاراج انکی کمینہ فطرت اور مکروہ چالوں کو فوراً بھانپ گئے۔ گورو مہاراج
نے مندر کے پوجاری سے مخاطب ہو کر کہا کہ مہاراج آپ برہمن دیوتا ہیں بھلا آپ سے
بڑھ کر اور کون دھرماتما ہو سکتا ہے سب سے بہتر یہی بات ہے کہ آپ کی آہوتی ہی دیجائے
جب انکو یہ معلوم ہوا کہ اب تو ہمارا راز طشت از بام ہو گیا۔ تو وہ سب کے سب پوجاری
اور دیگر پہاڑی راجگان چمپت ہو گئے اور گورو مہاراج انکی حرکات کو خوب بھانپ گئے
میرا یہ خیال ہے کہ گورو گوبند سنگھ جیسے مولد شخص کی شان سے بعید تھا۔ کہ وہ

"نمستنگ اکالے نمستنگ دیالے" کہتے ہوئے اور "کرشن بشن کبھو نہ دھاؤں جو برچاہوں سو تم سے پاؤں" یعنی مجھے کرشن اور وشنو وغیرہ دیوی دیوتا کے پوجنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں اپنی ہر ایک حاجت کے لیئے اس احکم الحاکمین کے سامنے ہاتھ پھیلاؤں گا جسکے سامنے یہ دیوی دیوتا بھی ہاتھ باندھے کھڑے ہیں تو پھر یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ ایسا موحدانہ عقیدہ رکھتے ہوئے گورو مہاراج دیوی کی پوجا کرتے۔ دیوی کی پوجا سے غالباً یہی مُراد ہوگی کہ وہ بُت پرستوں کو عملی سبق دیں کہ دیکھو جنکی تم پوجا کرتے ہو وہ نہ تمہاری کوئی بات سُنتے ہیں اور نہ تمہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں پوجنے کے قابل صرف وہی ایک ہستی ہے جو ہماری دُعاؤں کو سُنتی اور ہماری جائز خواہشات کو پورا کرتی ہے بہرحال اس سے آپ یہ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہندو گورو صاحب سے کیا سلوک کرتے رہے اور مسلمان کس طرح پیش آتے رہے۔ . . . . . .

چونکہ پہاڑی راجونکی آئے دنکی شرارتوں سے گورو مہاراج تنگ آگئے تھے وہ کوئی کمینہ سے کمینہ چال نہ تھی جو پہاڑی راجاؤں نے گورو صاحب کے برخلاف نہ چلی ہو۔ آخر تنگ آکر گورو صاحب نے بھی اپنے چیلوں کو حکم دیا کہ اب صبر کا وقت نہیں ہے اب کھلم کھلا پہاڑی راجاؤں کا مقابلہ کرو جسقدر تم کو تنگ کیا ہے تم بھی اب اپنے دل کا بخار نکالو جسقدر مہذب اقوام میں مدافعانہ جنگ کو کسی نے بھی منع نہیں کیا۔ بلکہ قوم کی زندگی کے لئے مدافعانہ پہلو ایسا ہی ضروری ہے جیسا انسانی بقا کے لئے ہوا لازمی ہے۔ وہ لوگ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جنگوں پر آوازے کستے ہیں اور اسلامی جنگوں کو بُرے سے بُرے سانچے میں ڈھال کر دنیا کے سامنے پیش کرنا اعلیٰ درجہ کا کارِ خیر سمجھتے ہیں جائیں وہ لوگ ذرا حضرت رامچندر کی سوانح پر نظر ڈالیں کہ آخر تنگ آکر انکو بھی راون کے مقابلہ میں اپنی تلوار سونتنی پڑی۔ جائیں وہ ذرا پیارے کرشن کی زندگی پر نظر ڈالیں جنہوں نے مدافعانہ جنگ میں ہر دو فریقین کو ہی تباہ کرادیا پچھلے دنوں یورپ میں جو جنگ عظیم اور مہابھارت شروع تھا۔ دیکھو اس میں ہماری سرکار مدافعانہ جنگ میں شریک ہوئی۔ جو قوم اپنے بچاؤ کے لئے اسباب مہیا نہیں کرتی وہ بہت جلد دُنیا میں ناپید ہوجاتی ہے۔ اس لئے گورو صاحب کو بھی آخر پہاڑی راجاؤں سے تنگ آکر

تلوار میان سے سونتی بڑی اور پہاڑی راجاؤں کی ناکوں چنے چبوائے کہ انکے تقریباً چار ہزار آدمی مارے گئے۔ جب گورو صاحب کے مقابلہ میں پہاڑی راجاؤں کو سخت ترین ہزیمت اُٹھانی پڑی۔ تو پہاڑی راجگان اور بھی سٹ پٹائے اور ہر ایک راجہ کو راجپوتی شان کی قسم دی کہ اگر گورو صاحب کی طاقت کو نہیں توڑا جائے گا تو پھر یہ انکی بڑھتی ہوئی طاقت ہمیں نیست و نابود کردیگی۔ اس لئے سب ملکر صوبیدار سرہند کے حضور حاضر ہوئے۔ اور گورو صاحب کے مقابلہ کے لئے مدد کی درخواست کی۔ بعض جگہ تو یہ لکھا ہے کہ اس غرض کیلئے بیس ہزار روپیہ صوبہ سرہند کی نظر کیا گیا۔ اور بعض جگہ یہ لکھا ہے کہ علاوہ اسکے تعلقات کو زیادہ راسخ اور مضبوط کرنیکے لئے اکبری عہد کی یاد کو تازہ کرنا چاہا صوبہ سرہند نے فوج کا کثیر حصہ گورو صاحب کے مقابلہ کے لئے پہاڑی راجاؤں کے ساتھ کردیا۔ چونکہ مقابلہ کی فوج زیادہ تھی۔ اس لئے گورو صاحب نے علانیہ میدان میں لڑنے کے بجائے انندپور قلعہ میں محصور ہوکر مقابلہ کو زیادہ محفوظ سمجھا۔ پہاڑی راجاؤں نے شاہی فوج کے ساتھ ملکر ۱۷ مگھر سمت ۱۷۵۵ کو بمقام کیرت پور گورو صاحب پر حملہ کردیا۔ اور گورو صاحب محصور ہوگئے۔ گورو صاحب کے بہت سے آدمی بھی اس جنگ میں کام آئے رسد بھی ختم ہوگئی۔ آخر تنگ آکر گورو صاحب کسی طریقہ سے بچکر قلعہ سے باہر صاف نکل گئے جب پہاڑی راجاؤں کو یہ معلوم ہوا کہ باوجود ہماری ان شدید کوششوں کے گورو صاحب صاف بچکر نکل گئے تو انکے رنج و غصہ اور غیض و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی اور مارے غصہ کے اپنے ہاتھ کاٹنے شروع کردیئے کیونکہ وہ تو گورو صاحب کا سر نیزہ پر دیکھنا چاہتے تھے۔ گورو مہاراج نے انندپور سے نکلکر ملک کے مختلف حصص میں گھومنا شروع کیا وہ پہلے راجہ سوہلی کے علاقہ میں گئے اسکے بعد راجہ بھنبھر کے ہاں چلے گئے ان راجاؤں کو اسوقت تک گورو صاحب سے کوئی عناد نہ تھا۔ کیونکہ گورو صاحب لڑائی کے لئے پیشقدمی کے واسطے نہ پہلے تیار تھے اور نہ اب۔ گورو صاحب نے جو کچھ بھی کیا محض مدافعانہ رنگ۔ چنانچہ اس طرح بحالت دشت نوردی راجہ کلموٹھہ نے گورو صاحب کی جماعت پر حملہ کرکے انکو لوٹ لیا تو سکھوں کی رگ حمیت پھر جوش میں آئی۔ اور انھوں نے راجہ کلموٹھہ کے حملہ کی مدافعت پر کمر ہمت کو چست کیا۔ راجہ کلموٹھہ کی اعانت کیلئے جوالہ مکھی کا مہنت بھی ایک خاصہ دستہ

دیوی کے اپاسکوں کا لیکر آملا اور ہر دو نے ہندوؤں کے جذبات کو اس طرح بھڑکانا شروع کیا کہ گورو۔ جنیئو اور چوٹی کا سخت دشمن ہے۔ دیوی دیوتا کی پوجا سے لوگوں کو منع کرتا ہے تیرتھوں پر جانے سے روکتا ہے۔ ویدوں کی نندیا کرتا ہے۔ اس لئے گورو صاحب کے مقابلہ میں سب ہندوؤں کو راجہ کلموٹھہ کی ضرور مدد کرنی چاہیئے۔ مہنت کے اس اپدیش کو سنکر بہت سے ہندو جوش میں آگئے اور سب گورو صاحب کے مقابلہ کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ بڑی زبردست لڑائی ہوئی۔ مگر خدا کی شان گورو صاحب کے مقابلہ میں دیوی دیوتاؤں کے پوجاریوں کو شکست فاش ہوئی راجہ کلموٹھہ جنگ سے منہ موڑ کر میدان سے بے طرح بھاگ نکلا۔ سکھوں نے مہنت صاحب کی خوب درگت کی۔ گورو صاحب پر جو دیوی پوجا کا الزام لگایا جاتا ہے یہ واقعہ نہایت شد و مد سے اسکی تردید کرتا ہے۔ اگر گورو صاحب دیوی کے پوجاری ہوتے تو صاف اور ظاہر بات تھی کہ جوالا مکھی یا جوالا دیوی کا مہنت ہرگز اس طرح گورو صاحب کے خلاف لڑائی کیلئے نہ اٹھتا اور ہندوؤں کے جذبات سے اس طرح اپیل نہ کرتا کہ گورو صاحب دیوی دیوتا کی پوجا کے دشمن اور ہندو دھرم سے بیزار ہیں۔ یہ واقعہ نہایت صریح اور صاف الفاظ میں دیوی پوجا کا الزام جو گورو صاحب پر لگایا جاتا ہے اسکی تردید کرتا ہے۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ دیکھئے قابل غور بات یہ ہے کہ گورو صاحب کی جسقدر بھی لڑائیاں ہوئیں وہ ہندوؤں کے ساتھ اور ہندوؤں نے ہی سب سے پہلے گورو صاحب کی طاقت کو کچلنے کے لئے ہتھیار اٹھائے۔ اگر مسلمان لڑائی میں شامل ہوئے تو وہ ہندو راجاؤں کی شدید کوشش اور چال بازیوں کی وجہ سے۔ ہندو راجاؤں نے جب گورو صاحب کو اس طرف لڑائی میں مصروف پایا۔ تو گورو صاحب کی عدم موجودگی میں ہندو راجاؤں نے انندپور کو لوٹ کر بالکل ویران کر دیا۔ عمارتوں تک کو منہدم کر دیا۔ اور ایسا کرنیکے بعد ہندو راجے بالکل بیفکر ہو گئے کہ اب گورو گوبند سنگھ انندپور نہیں آسکے گا۔ راجہ کلموٹھہ کو شکست دینے کے بعد جب گورو صاحب انندپور پہنچے۔ تو انھوں نے انندپور کو بالکل ویران اور خراب و خستہ حالت میں پایا مگر گورو صاحب وہیں ویران شدہ انندپور میں ہی بیٹھ گئے اور بہت سے مرید آپکے ارد گرد جمع ہو گئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں انندپور پھر پہلے کیطرح آباد ہو گیا۔ یہ دیکھ کر پہاڑی

راجے پہلے سے بھی زیادہ سٹ پٹائے۔ اور اب کی دفعہ پہاڑی راجاؤں نے گورو صاحب کے برخلاف نہایت ہی کمینہ اور مکروہ چال چلی۔ وہ بجائے صوبہ سرہند کے پاس جانیکے سیدھے دہلی میں اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے اور کہا کہ گورو گوبند سنگھ مذہب اسلام کا خطرناک دشمن ہے اور وہ اسلام اور اسلامیوں کو بیخ و بن سے اکھاڑنا چاہتا ہے اگر جلدی سے اس فتنہ کو فرو نہ کیا گیا۔ تو یہ نہایت خطرناک صورت اختیار کر جائیگا۔ ابھی وقت ہے اور نہ صرف یہ سلطنت اور اسلام کا ہی دشمن ہے بلکہ بوجہ سلطنت کے فرمانبردار ہونیکے یہ ہمارا بھی خطرناک بدخواہ ہے ہم اسکے ہاتھوں بارہا لوٹے گئے ہمیں کوئی دن چین کا نصیب نہیں ہوتا۔ یا تو شاہ معظم ہماری حفاظت کریں یا خراج لینا چھوڑ دیں مگر اورنگ زیب جیسا غیور آدمی اس طعن کو کیسے برداشت کرسکتا تھا صوبیدار کو گورو صاحب کی طلبی کا حکم بھیجا۔ طلبی نامہ لیجانیوالے سوار تین دفعہ قتل کئے گئے پھر فوج بھیجی گئی +

اب جائے غور ہے کہ ہندو راجے پہلے خود گورو صاحب سے لڑے جب اس طرح ان کا مطلب حل نہوا تو صوبہ سرہند کو رشوتیں دیکر اپنے ساتھ ملایا۔ اور جب اس طرح بھی دلی بات پوری نہوئی تو پھر اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے حضور جاکر روئے پیٹے۔ ان سب واقعات پر غور کرنیسے یہ نتیجہ صاف منکشف ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو گورو صاحب سے قطعاً کوئی عداوت اور دشمنی نہ تھی۔ گورو صاحب نے جسقدر دکھ اٹھائے وہ ہندو راجوں کے ہی ہاتھوں سے۔ عالمگیر نے جب ہندو راجاؤں سے گورو صاحب کے متعلق شکایات کا دفتر سنا تو مجبور ہوکر انھوں ہندو راجاؤں کے ساتھ کچھ فوج کردی اور نواب سرہند کو گورو صاحب کی طلبی کا حکم بھیجدیا۔ اور شاہی فوج نے ۱۷۰۵ء پھاگن کو انندپور کا محاصرہ کرلیا۔ اور لڑائی شروع ہوئی راجہ بھیم چند اور عظیم خان جو سرلشکر تھے وہ اس لڑائی میں کام آئے انکے مارے جانے کے بعد فوج میں ابتری پھیل گئی اور وہ بھاگ گئے۔ گورو صاحب کی طرف سے جن شخصوں نے اس لڑائی میں داد مردانگی دی انمیں میر بیگ اور مامون خاں بہت مشہور ہیں مسلمانوں کا گورو صاحب کی فوج میں شامل ہونیسے یہ نتیجہ صاف نکلتا ہے کہ نہ گورو صاحب کو

مسلمانوں سے کوئی عداوت تھی اور نہ مسلمانوں کو گورو صاحب سے کوئی دشمنی تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو نہ کوئی مسلمان گورو صاحب کی فوج میں بھرتی ہوتا۔ اور نہ اس طرح سے دادمردانگی دیتا بلکہ گورو صاحب کی لڑائی راجہ بھیم چندر سے تھی جس طرح راجہ بھیم چندر سے گورو صاحب لڑنیکے لئے مجبور تھے۔ اسی طرح سلطنت بھی اپنے ایک باجگذار کی مدد کیلئے مجبور تھی پیار و غور کرو سکھونکی طرف سے کون لڑا۔ سکھ اور مسلمان کسی ہندو کا قطعاً نام و نشان نہ پاؤگے۔ کیا اسوقت کے مسلمان اور سکھ اس طرح تعصب ضد اور ہٹ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ ان کا یہ طرز عمل صاف بتلاتا ہے کہ وہ ٹھیک ایک دوسرے کے ساتھ بھائی بھائی کی طرح رہتے تھے۔ گورو صاحب کے عہد میں موجودہ تعصب کا نام و نشان تک بھی نہ تھا۔ گورو مہاراج نے فقیرانہ طرز معاشرت کی شان سے بعید سمجھا کہ پہاڑی راجاؤں کی شکایات عالمگیر کے پاس لیکر جاتے۔ اگر گورو صاحب بھی اورنگ زیب کے پاس پہاڑی راجاؤں کی شکایات اور انکے حرکات شنیعہ سے شہنشاہ عالمگیر کو اطلاع دیتے تو یقیناً یقیناً اورنگ زیب گورو صاحب کی شکایات پر ویسے ہی کان دھرتا جس طرح پہاڑی راجاؤں کی شکایات پر توجہ کی ✣

راجہ بھیم چندر اور شاہی فوج کے پسپا ہونیکی خبر جب عالمگیر کو پہنچی۔ تو عالمگیر نے فوراً سرہند کے علاوہ لاہور اور کشمیر کے صوبہ داروں کے نام احکام بھیجے کہ انند پور جاکر گورو گوبند سنگھ کو گرفتار کرو۔ شاہی فوج نے انند پور پر حملہ کیا اور گورو صاحب کو محصور کرلیا۔ مگر شبخون کیوجہ سے پھر فوج کو بھاگنا پڑا۔ جب یہ خبر اورنگ زیب کو پہنچی تو وہ بہت حیران ہوا۔ اور ایکدفعہ اس نے سب احکام پنجاب کو فوج کشی کیلئے حکم دیا اور گورو صاحب محصور ہوگئے۔ ایسی حالت میں جبکہ حلوہ مانڈہ کھانے والے مریدوں نے کہا کہ اب تو ہم بھوکے مرنے لگے ہیں اب ہم میں لڑائی کی ہمت نہیں رہی۔ بہتر ہے کہ اب بھی صلح کرلیجاوے مگر جوش شجاعت اور خودداری نے آپ کو تلوار ہاتھ سے چھوڑنیکی اجازت نہ دی۔ گورو صاحب نے انکو کہا کہ اگر یہی بات ہے اور تم نے ایسا ہی بزدلی کا نمونہ دکھلانا ہے تو لکھ دو کہ نہ ہم تمہارے چیلے اور نہ تم ہمارے گورو۔ خدا کی قدرت بہت سے حلوہ مانڈہ

کھا نیوالے چیلوں نے لکھ دیا صرف چالیس راسخ الاعتقاد مرید باقی رہ گئے جنھوں نے عسر و یسر میں ساتھ دینے کا پختہ عہد کیا۔ وقت تنگ تھا گورو صاحب نے پہلے تو زنانہ سواریوں کو مع چند عقیدت کیش مریدوں کے باہر نکالا۔ اور پھر خود مع چند عقیدت مند چیلوں کے باہر نکلے زنانہ سواریاں کسی طرح بھیس بدل کر نکل گئیں۔ اور گورو صاحب چمکور پہنچکر ایک عالیشان مکان میں پناہ گزین ہوئے اور پھر لڑائی شروع ہوئی۔ گورو صاحب کے حالات تو ہم پھر لکھیں گے فی الحال ہم اس دردناک نظارہ کا بھیانک سین آپ کو دکھلاتے ہیں کہ جب گورو مہاراج کی بوڑھی والدہ اور دو چھوٹے چھوٹے لخت جگر اس افراتفری کی حالت میں روپڑ کے قریب موضع کھیڑی میں اپنے خاندانی پروہت گنگو برہمن کے ہاں رات آرام کرنیکے لئے ٹھیرے وہ گنگو برہمن جو گورو صاحب کا نمک خوار تھا جسپر گورو صاحب کے بے پایاں احسانات تھے مگر اس ظالم اور سفاک نے جب گورو مہاراج کے جگر کے ٹکڑوں کو بے سروسامانی کی حالت میں پایا۔ تو اس خونخوار کی نظر بدل گئی۔ اپنے ہاتھوں کو ان معصوموں کے خون میں رنگنا چاہا۔ اسکی بدلی ہوئی نظر کو دیکھ کر گورو مہاراج کی والدہ مکرمہ نے زیور اُتار کر دیدیا مگر اس خونی اور سفاک اور ستم کیش کا دل ٹھنڈا نہوا یہ بھینٹ (نذر) لیکر بھی برہمن دیوتا پرسن نہوئے بلکہ انھوں نے اپنی دکھشنا (نذر) میں گورو مہاراج کے لخت جگروں اور نونہال فرزندوں کو موت کے گھاٹ اُتارنا چاہا۔ چنانچہ گنگو برہمن نے فی الفور حاکم سرہند کو اطلاع دی کہ اس طرح گورو گوبند سنگھ صاحب کے لڑکے میری حراست میں ہیں چنانچہ حاکم سرہند نے لڑکوں کو مع انکی بوڑھی دادی کے بُلا بھیجا۔ حاکم سرہند اگرچہ مسلمان تھا لیکن وہ ظالم و سفاک نہ تھا۔ اس نے تا فیصلہ گورو صاحب . . . کے صاحبزادگان کو نظر بند کر دیا۔ آخر اُس نے بچوں کو اپنے سامنے بُلایا کہ انکی قسمت کا فیصلہ کر آگے ان دو معصوم بچوں کے ساتھ کیا گذری۔ ہمارے وطنی دوستوں نے بیچارے مسلمانوں پر یہ از سر تا پا بیہودہ الزام لگایا ہے کہ صوبہ سرہند نے ان بچوں کو زندہ دیوار میں چُنوا دیا تھا۔ لیکن واقعات کی موجودگی میں یہ سراسر جھوٹ ہے کیونکہ صوبہ سرہند اگرچہ حاکم وقت تھا لیکن اسکی پوزیشن گورو گوبند سنگھ کے بارہ میں بعینہٖ وہی تھی جو کہ ہیرود یس کی مسیح کے صلیب پر کھینچنے کے متعلق تھی جس طرح گنگو برہمن نے اپنے ممد و معاون

کے خلاف رپورٹ کر کے انکو حاکم وقت کے ہاتھ میں گرفتار کروایا تھا بعینہٖ اسی طرح مسیح کے ایک خادم نے اپنے مخدوم کو پکڑوایا تھا جسوقت حضرت مسیح کو ہیرودیس کے سامنے لایا گیا اور اس نے بطور حاکم وقت کے اس مقدمہ کی سماعت کی تو اس نے فتویٰ دیا کہ میں اس شخص کا کوئی گناہ نہیں دیکھتا کہ جسکی بدولت انکو قتل کیا جاوے میں اپنے ہاتھ پانی سے دھوتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ یہ ایک بے گناہ شخص ہے لیکن مسیح کی قوم کے آدمیوں نے شور مچایا کہ اسکو پھانسی دو۔ اسکو پھانسی دو۔ اگر تم چھوڑنا چاہتے ہو۔ تو چور اور ڈاکو کو چھوڑ دو لیکن مسیح ہمارے نزدیک چور اور ڈاکو سے بھی بُرا ہے اسکو پھانسی دو۔ اسکو پھانسی دو حاکم وقت نے مسیح کی قوم کے اس واویلا کو سُنکر کہا میں اس شخص کو بے گناہ سمجھتا ہوں اور میں اسکے قتل کے حق میں نہیں ہوں لیکن میں اسکو تمہارے سپرد کرتا ہوں تم اسکے ساتھ جو چاہو سلوک کرو۔ چنانچہ ان ملعون لوگوں نے مسیح کو صلیب پر کھینچا۔ ٹھیک اسی طرح جب گورو گوبند سنگھ کے نازک اور ننھے ننھے بچے صوبہ سرہند کے پاس لائے گئے تو نواب شیر محمد خاں والئے مالیر کوٹلہ کی اس درخواست کو سُنکر صوبہ سرہند کا دل پگھل گیا۔ لیکن اس کے موذی دیوان سچدانند نے جو کہ ایک کھتری ہندو تھا نواب مالیر کوٹلہ اور صوبہ سرہند کو مخاطب کر کے کہا:۔

"افعی را کشتن و بچہ اش را نگہداشتن کار خردمنداں نیست۔ چرا کہ عاقبت گرگ زادہ گرگ شود" اس موذی سچدانند کھتری کا گورو مہاراج اور انکے فرزندوں کے بارے میں یہ تقاضا بعینہٖ اسی قسم کا تقاضا تھا جس قسم کا تقاضا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کے یہودی لوگوں نے مسیح کو صلیب پر دینے کیلئے کیا تھا کہ چور اور ڈاکو چھوڑ دو لیکن مسیح کو ضرور پھانسی دو مگر حاکم وقت نے اپنے ہاتھ سے مسیح کو صلیب دینے کی بجائے یہ کہکر اسکو اپنی قوم کے سپرد کر دیا کہ یہ تمہارا آدمی ہے تم اسکے ساتھ جو سلوک چاہو کرو کیا عجب کہ اسی طرح ان مذکورۃ الصدر واقعات کی موجودگی میں صوبہ سرہند نے گورو مہاراج کے بچوں کو اس موذی سچدانند کھتری کے سپرد کر دیا اور کہدیا کہ اگر یہی بات ہے کہ تمہارے نزدیک ان کا باپ بھی زہریلا سانپ یا بھیڑیا ہے اور یہ بھی زہریلے سانپ کے بچے ہیں تو یہ تمہاری اپنی سہنڈ

قوم کے ممبر ہیں میں ہاتھ اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہوں بلکہ تمہاری قوم کے بچوں کو تمہارے ہی سپرد کرتا ہوں۔ تم انکے ساتھ جو سلوک چاہو کرو۔ اور یہ کونسی بڑی بات ہے کہ جس صورت میں کہ پہاڑی ہندو راجگان گورو گوبند سنگھ کے خون کے اسقدر پیاسے تھے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہونیکے لئے ہر ممکن سے ممکن ذریعہ بہانہ اور حیلہ کو کام میں لانا ضروری اور لازمی سمجھتے تھے۔ جس صورت میں کہ ایسے ہندوؤں کے انتقام کی یہ حالت ہو کہ گورو مہاراج کا پرانا خدمتگار نانک بھی انکے بچوں کے خون تک کا پیاسا ہو رہا ہو۔ خود دیوان سچدانند کھتری کا بھی انکے خون کا اسقدر پیاسا ہو کہ وہ انکو سانپ اور بھیڑیئے کے بچے بنا کر حاکم وقت کو انکے قتل پر آمادہ کر رہا ہو۔ اس صورت میں یہ کہنا بالکل درست ہوگا کہ گورو مہاراج کے لخت جگروں کے خون کا ذمہ دار سرہند کا مسلمان صوبیدار نہیں تھا۔ بلکہ یہ وہ اسکی طرح کیطرح گنگو رام برہمن اور دیوان سچدانند کھتری ہی ان معصوم بچوں کے خون کے ذمہ دار تھے۔ واقعات کی اس لڑی کی موجودگی میں سرہند کا مسلمان صوبیدار گورو گوبند سنگھ کے بچوں کے خون سے بالکل بری الذمہ ثابت ہوتا ہے۔

پیارو! جب یہ خبر حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچتی ہے کہ اس طرح دو معصوم بچے دیوار میں چنے گئے تو باوجود یہ سمجھنے کے کہ اس گناہ اور ظلم کا بار گنگو رام برہمن اور سچدانند دیوان کی گردن پر ہے مگر پھر بھی حضرت اورنگ زیب نے حاکم سرہند کو ہمیشہ اور ہمیشہ کیلئے معطل کر دیا۔ حالانکہ پہلے زمانہ میں نواب یا حاکم نسلاً بعد نسل چلے آیا کرتے تھے۔ کیا یہ نواب سرہند کو تھوڑی سزا ملی کہ اسکے خاندان کو ہی نوابی اور حکومت سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا۔ یا بقول کسی ہندی دان کے "کل مارے" یا خاندان ہی تباہ کر دیا۔ اس سے زیادہ اور کیا سزا ہو سکتی تھی۔ بیشک گورو مہاراج کے دو معصوم بچوں کا قتل دنیا کی تاریخ میں ایک چمکتا ہوا سرخ ورق ہے اور خون چکاں کی ایک عجیب تصویر صفائی اور خونخواری کا ایک بھیانک نظارہ ہے جسے دنیا کی سخت سے سخت سیاست بھی روا نہیں رکھے گی۔ مگر پیارو قابل غور یہ سوال ہے کہ یہ فعل نہ تو سلطنت کے حکم سے ہوا۔ اور نہ شرع نے یہ فتوی دیا۔ اصلیت جو کچھ ہے وہ ظاہر ہے گنگو برہمن اور دیوان سچدانند کے اصرار سے یہ ہوش ربا واقعہ ظہور میں آیا۔ مگر پھر بھی

حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ نے خبر پاتے ہی نواب سرہند کو ہمیشہ کے لئے معطل کر کے
اسکی "کل ناش" یا خاندان ہی کو برباد کر دیا۔ اب اس سے بڑھ کر اور کیا سزا ہو سکتی تھی چنانچہ
اسکے بعد جن دنوں مالیر کوٹلہ اور سکھ ریاستوں میں بگاڑ ہوا اور ریاستہائے پھلکیاں نے
مالیر کوٹلہ پر چڑھائی کی۔ تو مہارانی صاحبہ پٹیالہ نے صرف اس بنا پر نواب مالیر کوٹلہ کو مدد
دی کہ ایک دن نواب مالیر کوٹلہ نے گورو گوبند سنگھ کے بے گناہ بچوں کی سفارش کی تھی
سکھوں کو وہ احسان نہ بھلانا چاہیئے۔ اس سے بھی اندازہ لگا لو کہ سمجھدار اور ذی علم سکھ
دوست اسبات کو خوب سمجھتے ہیں کہ اڑے وقت میں گورو صاحب کی کس نے مدد کی ہماری
یہ دل و جان سے خواہش ہے کہ ایام سابق میں جس طرح مسلمان اور سکھ بھائی باہمی محبت اور
پیار سے رہتے تھے سکھوں کے گورو صاحبان اور مسلمانوں کے باہمی گہرے تعلقات تھے اور پریم
و محبت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ شری گورو ارجن دیو مہاراج نے جب
امرتسر کے مندر کے لئے بنیادی پتھر رکھوانا چاہا تو آپ نے حضرت میانمیر کے مقدس اور مطہر ہاتھوں
کو اسبات کیلئے منتخب کیا حالانکہ اسوقت بڑے بڑے پنڈت بھی ہونگے مگر گورو صاحب نے
اگر کسی ہاتھوں میں برکت دیکھی اور رحمت پائی تو صرف حضرت میانمیر صاحب کے ہی مطہر ہاتھوں
میں کیا اب بھی سابقین مسلمانوں اور سکھوں کے باہمی محبت اور پیار میں کوئی شک و شبہ رہ جاتا ہے
ہماری یہ دل و جان سے خواہش ہے کہ خدا ہمارے دلوں میں بھی وہی محبت اور پریم کی لہر جاری
کر دے اور آجکل کے سکھ اور مسلمان بھی اپنے بزرگان اسلاف کے نقش قدم پر چلکر ایک دوسرے
سے بغلگیر ہوتے ہوئے انکی پاک اور مقدس ارواح کی ایشر باد لیں اور نیک عاقبت اپنے حق میں بنوائیں
اب گورو صاحب کا حال سنیئے۔ گورو مہاراج چکور پہنچکر چالیس سکھوں کے ساتھ ایک
عالیشان مکان میں محصور ہو گئے۔ باہر سب ہندو راجگان شاہی فوج کی اعانت سے محاصرہ
کئے ہوئے پڑے رہے شام کے وقت گورو صاحب نے آنکھ بچا کر اپنی جگہ پیسے عقیدت کیش کو
جسکی شکل گورو صاحب سے ملتی جلتی تھی کھڑا کر کے آپ قلعہ سے باہر نکل آئے مکان سے
نکلنے پر دو مسلمانوں نے آپ کو دیکھ لیا اور تعاقب کیا مگر جب نزدیک جا کر دیکھا تو پہچان
لیا اور ادب سے پیش آئے کسی قسم کا تعرض نہ کیا حالانکہ اگر وہ چاہتے تو بہا پتہ آسانی سے

گورو صاحب کو روک سکتے تھے مگر نہیں انھوں نے اشارتاً اور کنایتہً گورو صاحب کی شان میں کوئی گستاخی کا کلمہ تک بھی نہ نکالا۔ اور بڑے ادب سے پیش آئے +

گورو صاحب کئی راتوں سے تھکے ماندے تھے کھایا بھی کچھ نہ تھا فاصلہ پر جنگل میں جاکر ایک کھیت میں دو چار ڈھیلے سرہانے رکھ کر لیٹ گئے۔ کئی راتوں کے نہ سونیکی وجہ سے گورو صاحب کو لیٹتے ہی نیند آگئی جب آنکھ کھلی تو رات کا پچھلا وقت تھا۔ گورو صاحب مہاراج اُٹھ کر تن تنہا وہاں سے روانہ ہوئے اور صبح ماچھی واڑہ پہنچکر باہر باغ میں لیٹ گئے باغ کے مالک نبی خاں اور غنی خاں دو بھائی بھی وہیں تھے جب انھوں نے قریب جاکر دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ گورو صاحب ہیں اور بے سروسامانی کی حالت میں شاہی فوج سے شکست کھاکر بھاگے ہیں تو وہ دونوں بھائی کمال عزت و احترام سے پیش آئے بڑی محبت کے ساتھ انھیں اپنے ہاں لے گئے پہلے گورو صاحب کا وہاں پہنچکر ایک ہندو مسمی گلاب چند باگلا بامند کے ہاں ٹھیرنے کا ارادہ ہوا جو گورو صاحب کے ٹکڑوں پر ہی پل رہا تھا۔ مگر اس نے صاف جواب دیدیا کہ آپ باغی ہیں۔ میں ہرگز آپ کو اپنے گھر نہیں ٹھیرا سکتا۔ مگر غنی خاں اور نبی خاں دو بھائی کمال ادب سے گورو مہاراج کو اپنے گھر لے گئے اس جگہ گورو صاحب کے تین عقیدت کیش سکھ بھی آملے۔ یہ معلوم ہونے پر شاہی فوج تعاقب کئے آرہی ہے گورو صاحب نے غنی خاں کے ذریعہ بعض تاریخوں کے رو سے اپنے فارسی کے اُستاد اور بعض روایات سے ہم مکتب قاضی پیر محمد کو بُلا بھیجا قاضی گورو صاحب کا نام سُنتے ہی دوڑے آئے اور نہایت محبت سے ملے اور باہمی مشورہ کیا گیا کہ شاہی فوج کے تعاقب سے گورو صاحب کے بچانیکے لئے کیا ترکیب کی جاوے آخر نبی خاں اور غنی خاں اور قاضی صاحب کے مشورہ سے یہ بات طے پائی کہ گورو صاحب کو نیلے کپڑے پہنائے جائیں اور انھیں اوچ شریف کا پیر ظاہر کیا جاوے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور شاہی فوج بھی ماچھی واڑہ پہنچ گئی۔ اور نبی خان اور غنی خاں کو بلا بھیجا اور اُن کو کہا گیا کہ تمہارے ہاں گوبند سنگھ چھپا ہُوا ہے۔ اسکو ہمارے حوالہ کردو۔ انھوں نے کمال عقیدت سے یہ کہا کہ وہ تو اوچ شریف کے پیر ہیں اور ہمارے ہاں تشریف فرما ہیں۔ افسر فوج نے کہا کہ بہت بہتر آپ پیر صاحب کو لائیں ہم بھی انکی زیارت کرینگے۔ چنانچہ گورو صاحب کو پالکی میں بٹھلا کر نبی خاں اور غنی خاں دونوں بھائیوں نے

پالکی کو اپنے کندھو پر اُٹھایا اور انھیں خاص عزت و احترام سے افسر فوج دلیر خاں کے پاس لے گئے اور افسر فوج نے کہا کہ نہیں یہ تو گوبند سنگھ ہے مگر نبی خاں اور غنی خاں و قاضی پیر محمدؐ نے گواہی دی کہ نہیں یہ اوچ شریف کے پیر ہیں اور چند دنوں سے ہمارے ہاں فروکش ہیں۔ یہ صاف ظاہر ہے لباس بدلنے سے کبھی انسانی صورت میں کوئی ایسا فرق نہیں آ جاتا کہ اس کا پہچاننا مشکل ہو جائے افسر فوج خوب سمجھتا تھا کہ یہ گورو گوبند سنگھ ہے۔ مگر جب انھوں نے دیکھا کہ اس طرح چند شریف مسلمان آپکی حمایت میں ہیں تو افسر فوج نے زیادہ اصرار کرنا مناسب نہ سمجھا صرف یہی کہا کہ ہم آپکے پیر صاحب کی دعوت کرتے ہیں۔ چنانچہ دعوت کی گئی۔ گورو صاحب نبی خاں غنی خاں اور قاضی پیر محمدؐ صاحب نے بلکہ افسر فوج کے ساتھ دعوت کو تناول فرمایا۔ اور شاہی فوج واپس چلی گئی۔ اب ذرا خدا کے لئے گنگو برہمن اور دیوان سچدانند کے سلوک کا غنی خاں اور نبی خاں پٹھان اور قاضی پیر محمدؐ صاحب کے سلوک سے مقابلہ کرو کہ ہر دو کے سلوک میں کس قدر زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک فریق گورو صاحب کے صاحبزادوں کو قتل کئے جانے پر زور دیتا ہے دوسرا فریق نہ صرف یہ کہ ایسے نازک وقت جبکہ شاہی فوج گورو صاحب کا تعاقب کر رہی ہے پناہ دیتا ہے بلکہ انکو دشمن کے پنجہ سے رہائی دلانیکے لئے اپنا پیر ظاہر کرتا ہے اور انکی پالکی کو اپنے کندھو پر اُٹھانا اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتا ہے ایسے آڑے وقت میں جبکہ اپنوں نے بھی گورو صاحب کا ساتھ چھوڑ دیا۔ ایسے نازک وقت میں جبکہ گورو صاحب قطعی بے سروسامانی کی حالت میں تھے ایسے وقت میں اگر کوئی پناہ دیتا ہے تو مسلمان۔ اور پھر پناہ بھی معمولی رنگ میں نہیں جب وہ دیکھتے ہیں کہ گورو صاحب ایسی حالت میں دشمن کے پنجہ سے رہائی پا سکتے ہیں جب انھیں اوچ شریف کا پیر ظاہر کیا جائے اور خود حسن عقیدت کا جو اپنے کندھوں پر رکھا جائے۔ اور انکی پالکی کو اپنے کندھو پر اُٹھایا جائے تو مسلمان نہایت خوشی سے محض گورو صاحب کے بچاؤ کے لئے ان امور کو بجا لاتے ہیں۔ کیا گنگو برہمن دیوان سچدانند اور نبی خاں غنی خاں اور قاضی پیر محمدؐ ان ہر دو فریقین کا گورو صاحب سے سلوک کا نمونہ دیکھ کر کوئی یہ طرفۃ العین کیلئے بھی خیال کر سکتا ہے کہ مسلمان گورو صاحب کے دشمن تھے۔ نہیں نہیں ہرگز ہرگز نہیں۔

یہ وہ امور ہیں جنپر تعصب اور ضد کو پرے پھینک کر خالی الذہن ہو کر غور کرنا چاہیئے جن
ہماری دل و جان سے دعا ہے کہ ایام سابق میں جس طرح سکھ اور مسلمان باہمی بھائیو
بھائیوں کیطرح رہتے تھے۔ آج ہم بھی انکے نیک نمونہ کو اپنا دستور العمل بنائیں ؛

اسکے بعد گورو صاحب مالوہ کیطرف روانہ ہوئے راستہ میں ایک ہندو جاٹ سے
سواری کے لئے گھوڑی مانگی۔ مگر اس نے دینے سے انکار کیا بعد ازاں جٹ پور پہنچکر ایک
مسلمان کے ہاں آپ ٹھیرے اس نے بہت خاطر و مدارات کی۔ اور سواری کے لئے
ایک گھوڑی دی۔ جب گورو صاحب موضع ہیڑ میں پہنچے تو وہاں مہنت کرپا داس نے
گورو صاحب کو ٹھیرانے سے انکار کر دیا۔ اور بڑی درشتی سے پیش آیا۔ اب اسپر کسی
حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں ہے اس کلیف میں گورو صاحب ایک ہندو سے گھوڑی
مانگتے ہیں وہ قطعی انکار کر دیتا ہے آخر موضع جٹ پور میں ایک مسلمان گورو صاحب کے
ساتھ عمدہ اخلاق سے پیش آتا ہے اور نہایت اخلاص سے گورو صاحب کی نذر اپنی
گھوڑی کرتا ہے۔ اس سے ہی اندازہ لگالو کہ ایام سابق میں سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات
کیسے برادرانہ تھے خدا کرے کہ ہم لوگ بزرگان اسلاف کے نمونوں پر چلتے ہوئے ان کی
نیک دعائیں اپنے حق میں لیں۔ اس سے آگے چلکر گورو صاحب کوٹ کپورہ پہنچے وہاں کا
رئیس ہندو تھا۔ اور وہ اگرچہ بظاہر گورو صاحب کے ساتھ خاطر و مدارات سے پیش آیا۔
مگر جب لڑائی کا موقع آیا۔ تو وہ گورو مہاراج کے برخلاف ہو کر لڑنے لگا۔ اس مصیبت اور
مشکل کے وقت میں پایندہ خان کی اولاد میں سے ایک شخص نے نہایت محبت کے ساتھ
اپنا گھوڑا گورو مہاراج کی نذر کیا جسے لیکر گورو صاحب بہت خوش ہوئے اسی اثنار میں
گورو صاحب نے از سر نو اپنی جماعت کو جمع کیا اور ایک خاصی جماعت گورو صاحب کے پاس
جمع ہو گئی اور موضع دینا سے گورو صاحب نے بھائی دیا نگھ کے ہاتھ ۱۰۸ اشعار کی
نظم حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجی جس میں سے چند اشعار درج ذیل ہیں

منم گشتہ ام کو ہیباں بت پرست	کہ آں بت پرستند و من بت شکن
ببیں قدرت نیک یزدان پاک	کہ از یک بدہ لک ساند ہلاک

که پیمان شکن بے دریغ آمدند — به شمشیر و تیر و تفنگ آمدند
چو کار از همه حیلتے راست — حلال است بردن به شمشیر دست
همه آخر چه مردی کند کارزار — که بر چهل تن آمدش بے شمار
ترا ماند اینم بزداں شناس — برآمد ز تو کارها پر خراش
اگر صد قرآں را بخوری قسم — مرا اعتبارے نه ایں ذره ام
حضورت نیایم نه ایں ره شوم — اگر شاه بخواند من آنجا درم
چرا شد که چوں بچگاں کشت چار — که باقی نمانم چو پیچیده مار
خویشتن شاه شاہاں اورنگ زیب — چه چالاک و دستور جانبک رکیب
که روشن ضمیر است حسن و جمال — خداوند بخشنده ملک و مال
شهنشاه اورنگ زیب عالمیں — که دارائے دوراست و دارا زمیں
شریعت پرست و فضیلت جناب — حقیقت شناس و مطیع کتاب
چو تشریف در قصبه کانگڑه کند — در آنجا ملاقات پیهم شود
نه ذره دریں راه خطره تراست — همه قوم هیڑا را حکم تراست
بیایم شه خود را زبانی کنم — بروے شما مهربانی کنم
بیا تا بگیری زمن ایں دیار — بیایم بیک صد هزار
شهنشاه راه بنده چاکریم — اگر حکم آید بحاضر شویم
فریسنده گر شاه فرمان بمن — حضورش بیایم همه جان و تن

یه نظم صاف اور کھلی ہے اس میں کوئی پیچ اور گرہ نہیں ہے۔ گورو صاحب کہتے ہیں کہ میں کانگڑہ کے پہاڑی راجاؤں کے ساتھ جو مشرک تھے لڑ رہا تھا۔ اور اس لئے کہ میں بت پرستی کی بجائے توحید پرستی اور لاانتہا خداؤں کے بجائے ایک واحد اور حقیقی معبود کا نام روشن کرنے کے لئے مشرکوں کے ساتھ جنگ آزما تھا اور محض اس لئے کہ میں خداوند تعالےٰ کا نام روشن کرنیکے لئے شرک اور بدعت کا قلع قمع کرنے کے واسطے نبرد آزما تھا۔ اسواسطے مجھ پر خدا کا اسقدر فضل تھا۔ کہ میرا ایک ایک توحید پرست دس دس

لاکھ مشرکوں پر بھاری تھا کہ اچانک صوبیدار سرہند مشرکوں کی مدد اور اعانت کے لئے آ نکلا۔ اور اس نے اپنے اس نارواں فعل سے اس عہد کو بُری طرح توڑا جو خدا کی کتاب میں اس نے یہ پڑھا تھا کہ شرک کی بجائے توحید کی اشاعت کرو۔ اصولاً چاہیئے تھا کہ صوبیدار سرہند میری مدد کرتا۔ کیونکہ میں توحید کا نعرہ بلند کرنے لئے مشرکوں سے لڑ رہا تھا۔ مگر اس نے سب عہد و پیمان کو بہت بُری طرح درہم برہم کیا۔ اور مشرکوں سے مِلکر شرک کی مدد اور توحید سے مخالفت کی۔ دریں حال اگر وہ سینکڑوں قسمیں بھی قرآن مجید کی کھاتا تو میں اسپر رتی بھر بھی اعتبار نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ وہ آدمی جو صریح اور بدیہی طور سے قرآن مجید کی مخالفت کر رہا ہو اسکی حلف کیا وقعت رکھ سکتی ہے اسکے آگے چلکر وہ کونسی خوبیاں اور محاسن اور نیکیاں ہیں جو شری گورو مہاراج نے حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ میں تسلیم نہیں کیں۔ روشن ضمیر اور فضیلت کا مالک تک آپکو کہا۔ وہ لوگ جو حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بُرے سے بُرے الزامات لگاتا دو ہمانوں کی نیکیاں سمجھتے ہیں خدا کے لئے انھیں شری گورو گوبند سنگھ صاحب جو سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہنے والے تھے جو بہادر نڈر اور شیر دل تھے جو لاکھوں کی جماعت کے واجب الاحترام مقتدا اور امام تھے جو اظہار حق کے لئے اپنی جان تک کو خاطر میں نہ لاتے تھے، دیکھو اور غور کرو کہ وہ حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں وہ کونسی خوبیاں اور محاسن ہیں۔ جو وہ حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ میں تسلیم نہیں کرتے اور کس انشراح صدر کے ساتھ حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں رطب اللسان ہیں اور برضا و رغبت تمام حضرت اورنگ زیب کو اپنا شہنشاہ تسلیم کرتے ہیں اور کفر گڑھ پر تسلط پانے کی ہدایت کرتے ہیں۔ کیا کوئی شخص کسی میں اسقدر خوبیاں اور محاسن تسلیم کرکے اور اُسے برضا و رغبت اپنا شہنشاہ تسلیم کرتا ہُوا اسکے ساتھ عداوت اور دشمنی کا اظہار کر سکتا ہے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں +

اسکے بعد گورو صاحب تلونڈی پہنچے اسجگہ زنانہ ساتھ جو انند پور سے جدا ہُوا تھا آ ملا اور اورنگ زیب کی طرف سے بھی وہیں جواب پہنچا۔ حضرت محی الدین اورنگ زیب نے لکھا کہ اگر موقعہ ملا تو میں ضرور نیاز حاصل کرونگا۔ اگر آپ خود تکلیف فرما کر تشریف لائیں تو بہت بہتر

ہوگا۔ اور حاکمان پنجاب کے نام احکام بھی جاری کر دیئے کہ آیندہ آپ سے کوئی مقابلہ آرا نہ ہو چنانچہ بعد میں ایسا ہی ہُوا۔ اور جب گورو صاحب کو ہر طرح سے اطمینان ہُوا تو آپ نے گرنتھ صاحب کی تکمیل کی۔ اس سے فارغ ہو کر آپ بطرف دکن سیاحت کیلئے روانہ ہو گئے کہ وہاں جا کر اورنگ زیب سے ملیں جب آپ بھگور میں پہنچے تو معلوم ہُوا کہ حضرت اورنگ زیبؒ نے سفر آخرت اختیار کیا۔ اورنگ زیبؒ کی وفات کے بعد انکے لڑکوں میں فساد ہُوا۔ تو بہادر شاہ نے گورو صاحب سے مدد مانگی۔ گورو صاحب نے بغیر کسی دریغ کے بہادر شاہ کو مدد دی۔ بہادر شاہ کامیاب ہو کر گورو صاحب کو دار السلطنت میں اپنے ساتھ لے گیا۔ وہاں سے فارغ ہو کر بہادر شاہ نے دکن کی سیاحت کا قصد کیا۔ اور گورو صاحب کو بھی اپنے ساتھ لیا۔ بادشاہ نے دربار کیا اور بر سر دربار جبکہ راجے اور نواب سب جمع تھے بادشاہ نے گورو صاحب کی بہادری کی تعریف کی اور جب بادشاہ احمد نگر روانہ ہُوا تو گورو صاحب برہان پور ٹھہر گئے اور بہادر شاہ چند روز میں ہی احمد نگر کو جاتا ہُوا گولکنڈہ میں گورو صاحب سے ملا۔ اور ایک نہایت ہی بیش قیمت ہیرا گورو صاحب کی نذر کیا۔ اور آپکو علاقہ ناندیر (دکن) کا حاکم مقرر کیا۔ جہاں گورو صاحب نہایت امن و سکھ سے اپنی زندگی کے دن گذارنے لگے۔

وطنی دوستوں کیطرف سے بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ گورو صاحب دریائے گوداوری کے کنارے پر بیٹھے خدا کی یاد میں مگن تھے کہ ایک پٹھان نے آپکے پیٹ میں چھرا گھونپ دیا۔ مگر واقعات اسکی تصدیق نہیں کرتے۔ شروع سے لیکر آخر تک مسلمانوں نے گورو صاحب کا ساتھ دیا۔ گورو صاحب کی پالکی کو اپنے کندھوں پر اٹھانے کو سعادت دارین سمجھا۔ گورو صاحب کے حسن عقیدت کے جوئے کو اپنی گردن پر رکھنا اپنی خوش قسمتی خیال کیا۔ ہر ایک آڑے سے آڑے وقت میں مسلمان گورو صاحب کے کام آئے تو پھر یہ کیسے اور کس طرح ہو سکتا تھا کہ اس آخری وقت میں کسی مسلمان سے گورو صاحب کو گزند پہنچا ہو یہ امر وہم و گمان سے باہر ہے ہاں آخری ایام میں گورو صاحب کو گزند پہنچانے والا ضرور کوئی چندو لال یا دیوان سچدانند اور گنگو رام برہمن کا ہی ہم خصلت ہوگا ورنہ وہ پٹھان جنہوں نے گورو صاحب کی جان بچانے کیلئے پالکی کو اپنے کندھوں پر اُٹھایا۔ اور گورو صاحب کو دشمن کے گزند سے بچانیکے لئے اپنا پیر بنایا۔ وہ

پٹھان جنکے قلوب میں گورو صاحب کے لئے اسقدر محبت اور اخلاص کا مادہ ہو بھلا پھر کیسے اور کس طرح ہو سکتا ہے کہ انکے دل میں کبھی بھولے سے بھی گورو صاحب کی بدخواہی کا خیال پیدا ہو سکتا ہو ؛

شری گورو گوبند سنگھ اور مسلمان

بعض کوتاہ بین گورو صاحب کی ذات والا صفات پر الزام لگایا کرتے ہیں کہ خدانخواستہ گورو صاحب متعصب اور مسلمانوں کے جانی دشمن تھے۔ ایسے کوتاہ بین گورو صاحب کی عظیم ہستی کو اپنی تنگ خیالی سے ماپا چاہتے ہیں۔ اور گورو صاحب کے عمل سے بالکل آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ گورو صاحب تو صاف فرماتے ہیں :-

جنیہہ تے اٹھ گیو بھرم اُر کا
تینہہ اگے ہندو کیا تُرکا

یعنی جنکی نظر وسیع ہو گئی۔ اور اللہ کی معرفت حاصل ہوئی۔ تو ان کا بھرم جاتا رہا انکے سامنے ہندو اور مسلمان یکساں حیثیت رکھتے ہیں ؛

گورو صاحب کی فوج میں کئی پٹھان تھے۔ خاص آپکے حفاظتی دستہ میں دو پٹھان مقرر تھے۔ سید بڈھن شاہ صاحب مسلمان بزرگ گورو صاحب کیطرف سے ہزاروں کی فوج کے ساتھ ہو کر دشمن سے لڑے۔ خود اس لڑائی میں سید صاحب موصوف کے دو بچے بھی کام آئے اور پھر خود سید صاحب بھی گوروجی کی ہمدردی کی وجہ سے قتل کئے گئے۔ نبی خاں اور غنی خاں کون تھے ماچھی واڑہ کے دو پٹھان جنہوں نے گورو صاحب موصوف کی پالکی کو اپنے کندھوں پر اُٹھا کر کئی میل لے جانا اپنے لئے موجب فخر سمجھا۔ اور گورو صاحب کی اس وقت خدمت کی جبکہ اپنے اور بیگانے گورو صاحب کے جانی دشمن ہو رہے تھے۔ خود گورو صاحب بہادر شاہ کیطرف سے ہو کر لڑے۔ کیا گورو صاحب کا یہ طرز عمل ہمارے لئے بہترین رہنما نہیں ہو سکتا ؛

کہا جاتا ہے کہ گورو صاحب کے دو صاحبزادوں کو سرہند میں زندہ دیوار میں چنوا دیا گیا۔ بیشک یہ ظلم اور صریح ظلم ہے۔ کوئی ظالم سے ظالم حکومت بھی اسے طرفۃ العین کے لئے جائز قرار نہیں دے سکتی۔ مگر سکھ دوستوانہ تو یہ ظلم شرع کے فتوے سے ہوا۔ اور نہ سلطنت نے ایسا حکم دیا۔ ایک نواب کی حماقت کا یہ نتیجہ ہے۔ جو دیوان سچدانند اور گنگو برہمن کے زور دینے پر انکی باتوں میں آگیا۔ کیا سکھ تاریخوں میں یہ واقعہ موجود نہیں کہ جب نواب شیر محمد خاں والئے مالیر کوٹلہ نے نواب سرہند کو بھری مجلس میں پھٹکار ڈالی۔ اور معصوم بچوں کی ہمدردی میں اپنی آواز کو بلند کیا۔ تو دیوان سچدانند نے نواب موصوف کی سخت مخالفت کرتے ہوئے یہ کہا کہ بچوں کو کسی صورت میں بھی زندہ نہ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ

"افعی را کشتن و بچہ اش را نگہداشتن کار خردمندان نیست۔ چرا کہ گرگ زادہ گرگ شود۔"

نواب سرہند کی نسبت گنگو برہمن اور دیوان سچدانند ان معصوم بچوں کے قتل کے زیادہ ذمہ وار ہیں جنہوں نے ان صاحبزادوں کو سانپ اور سانپ کے بچے کہہ کر جان سے مارنے کیلئے نواب سرہند کو مجبور کیا۔ اور جب حکومت کو یہ معلوم ہوا تو اس نے فوراً نواب سرہند کو ہمیشہ کے لئے نوابی سے برطرف کر دیا۔ اور انکی اولاد کو بھی ارث نوابی سے محروم کر دیا۔ بہرحال جو کچھ ہوا یہ صریح ظلم تھا۔ اور ہم اس ظلم کے ارتکاب کرنیوالوں پر علی الاعلان پھٹکار بھیجتے ہیں +

نبی خاں اور غنی خاں اور سید محمد حسن اور سید بڈھن شاہ کی مثالیں اس امر کو بخوبی ظاہر کرتی ہیں کہ زمانہ سابق میں سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات خوشگوار تھے۔ گورو صاحب طرفۃ العین کے لئے بھی اسلام اور اسلام کے ماننے والوں کے دشمن نہیں ہوئے۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو سید بڈھن شاہ صاحب معہ اپنے ہزاروں لاؤ لشکر اور دو بیٹوں کے گورو صاحب پر قربان نہ ہوتے۔ اگر گورو صاحب خدانخواستہ مسلمانوں کے دشمن ہوتے تو کبھی نبی خاں اور غنی خاں پٹھان ایسے نازک وقت میں جبکہ شاہی فوج گورو صاحب

کی تلاش میں تھی۔ اور خود ہندوؤں نے گورو صاحب کو امداد دینے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ یہ دو مسلمان پٹھان گورو صاحب کو امداد نہ دیتے اور آپ کی پالکی کو اپنے کندھوں پر اُٹھا کر کئی میل چلنا اپنے لئے موجب فخر نہ سمجھتے۔ میری یہ دلی خواہش ہے کہ اب بھی سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات باہمی خوشگوار ہو جائیں۔ اور آئے دن سکھ دیہات میں اذان وغیرہ کے جھگڑے جو بپا ہوتے رہتے ہیں۔ ہمیشہ کے لئے یہ جھگڑے دُور ہو جائیں۔ گورو صاحب فرماتے ہیں +

دیوولہ مسیت سوئی پوجا دنماز اوئی
دوسرا نہ بھید کوئی بھول بھرم مانیو

یعنی ٹھاکر دوارہ اور مسجد میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے پھر پوجا اور نماز میں کیا فرق۔ جو نماز اور مسجد کی مخالفت کرتا ہے وہ غلطی پر ہے +

بھرد وہ توحید پرست مذہب جو توحید اور وحدانیت پر اپنی جان فدا کرنا اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہو۔ جن کے ہاں یہ صاف لکھا ہو :-

کبیر سیتے ہوں بڑڑائیکے جینہہ مکھہ نکسے رام
تانکے پگ کی پاہنی میرے تن کو چام

اگر کوئی خواب میں بڑا کر بھی اللہ کا نام لے تو ایسے شخص کے پاؤں کی جوتی اگر میرے چمڑے سے تیار کی جائے۔ تو زہے قسمت سبحان اللہ کس قدر خدا اور خدا کے بھگتوں سے پریم اس سے بڑھ کر خدا پرستی کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے +

سکھو و سنو! اذان کیا ہے۔ توحید کیطرف بلاوا۔ اور اللہ اکبر کا نعرہ۔ اب ہم میں سے کون ہے؟ جو اللہ اکبر کے نعرہ سے روگردانی کرے۔ خدا ہم سب کو توحید پرستی کی توفیق دے +

مسلمان اور سکھ

(از قلم جناب سردار جیون سنگھ صاحب بار ایٹ لا سیالکوٹی)

اہل اسلام ایک موحد قوم ہے جسکے پیرو بہشت۔ دوزخ۔ کو مانتے ہیں۔ اذان۔ نماز

روزہ بھی انکے ہاں فرض ہے۔ فرشتوں کے وجود کے قائل اور قیامت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ اسکے مقابلہ میں سکھ بھی وحدانیت کے تو قائل ہیں مگر باقی کسی چیز کو تسلیم نہیں کرتے آج مجھے بحیثیت ایک سکھ کے یہ دکھلانا مقصود ہے کہ گیانی ہمارا "گورو گرنتھ صاحب" اس کے مقابلہ میں کیا روشنی ڈالتا ہے اور جنم ساکھی کیا بولتی ہے۔ اگرچہ عام طور پر ان مقدس کتب میں اسکی تائید میں بکثرت کلام موجود ہے مگر میں بخوف طوالت صرف تین تین چار چار مثالیں ساتھ پورے پورے حوالوں کے پیش کروں گا ؛

وحدانیت اسکی تائید میں تو ۹۵ فیصدی کے قریب کلام اس میں موجود ہے مشتے نمونہ خروارے ملاحظہ ہو:-

اکس باہجو کو نہیں کس آگے کرے پکار

(گرنتھ صـ۱۴۱ شلوک محلہ پہلا)

ترجمہ۔ جس صورت میں سوائے ایک خدا کے دوسرا کوئی نہیں۔ تو اے بندے دوسرے کس آگے واویلا کرتا ہے) ؛

ایکو کرتار اور نہ کوئی
ایکو سیوو اور نہ کوئی

(گرنتھ صـ۱۱۷۴ بسنت محلہ ۳)

خالق کل ایک ہے۔ دوسرے کو چھوڑ کر اسکی عبادت کرو۔

ایکو صاحب تنے ایکو حد
ایکو سیوو دوجے رد
دوجا کاہے سمریئے جمے تنے مرجا
ایکو سمرو نانکا جل تھل رہیا سما

(جنم ساکھی کلاں صـ۱۴۱)

عبادت کے لائق ایک ہی خدا ہے جسکی حدود اکائی کے اندر ہے۔ اس لئے اسی کے نام کا سمرن کرو۔ دوسرے سے روگردانی کرو۔ جو جنم لیتا اور مرتا ہے اسکو پوجنا فضول ہے۔ اے

نانک! جو جل تھل (تری و خشکی) میں حاوی ہے صرف اسی ایک کی پرستش لازم ہے۔ اور بس +

بہشت گلیں بہشت نہ جائیے چھٹے سچ کمائے (جنم ساکھی ص۱۴۰)
صرف باتوں سے بہشت حاصل نہیں ہو سکتا۔ راستبازی سے ہی (دوزخ) سے چھٹکارا ہو سکتا ہے +

جتھاں سچ کمایا پوسن بہشتی جائے (جنم ساکھی ص۱۴۰)
جو راستی کے پابند ہوئے وہی بہشت میں داخلہ کے قابل ہونگے) یا بہشت میں ڈالے جائینگے

پیر بچھانے بہشتی سوئی
عزرائیل نہ دوج کھڑا (گرنتھ ص۱۰۸۳ محلہ نمبر۵)
جس نے پیر مرشد کی خاطر خواہ تقلید کی۔ وہی حقدار بہشت ہوا۔ بصورت دیگر عزرائیل پر الزام دینا فضول +

کرنی باہجو بہشت نہ پائے (گرنتھ ص۹۰ سطر۱۸)
ماسوائے اعمال نیک کے بہشت پراپت نہیں ہو سکتا) نتیجہ اگر بہشت کا وجود نہ ہوتا۔ تو صاف الفاظ میں کیوں اس کی ترغیب دی جاتی +

دوزخ (جنم ساکھی ص۴۳۸ و ۴۳۹) "اینتھے توں خدا دا نام لینداہے مسلے سُنداپڑھ دا ہیں۔ اتے شہر وچہ جاکر مکر دیاں پھائیاں اڈدا ہیں۔ اور غریباندا لہو نچوڑدا ہیں۔ انہی باتوں سے خدا تینوں سزا دیگا تے فرشتے دوزخ وچ سٹن گے" +

ترجمہ۔ گورو نانک دیو جی مہاراج ایک پٹھان کو جو محض دکھلاوے کی خاطر عبادت کیا کرتا تھا وعظ کرتے ہیں:"

"کہ اگرچہ تو اس جگہ خدا کا نام لیتا ہے اور اسکی مہما کی باتیں سُناتا ہے مگر شہر میں جاکر مکر و فریب کے جال بچھاتا ہے۔ اور غریبوں کا لہو نچوڑتا ہے۔ بس انہی بُرے افعال کے باعث فرشتے تم کو دوزخ میں جھونک دیں گے" +

"ظلم چھوڑ دے تاں توں بخشا جائے گا۔ نہیں تاں دوزخ دی اگ تیرے واسطے تیار ہے" +

ترجمہ۔ گورو مہاراج جی۔ خلنتہ یعنی چولا کی ساکھی (داستان) میں لاجورد بادشاہ کو فرماتے ہیں "ظلم چھوڑ دو گے تو بخشے جاؤ گے۔ ورنہ دوزخ کی آگ کے شعلے تیرے انتظار میں ہیں" +

"جنم ساکھی ص۴۴۴ "انتے پرمیشر دے نام دے بناں منا پچھوتائے گا۔ نرگ دی اگ نینوں جلائے گی"

ترجمہ۔ گورو مہاراج جی۔ ایک ہرن کو جال میں پھنسا ہوا دیکھ کر اپنے دل کو سمجھاتے ہیں "اے دل خدا کا نام نہ جپو گے تو پشیمان ہو گے۔ نار جہنم تم کو جلا کر خاک کر دیگی۔

مارو محلہ نمبر۵۔ سنتان سنگت نرگ نہ پائے۔ (مہاتماؤں کی میل ملاقات (محبت نیکاں) کے سبب سے نرک یعنی دوزخ میں نہ ڈالے جائیں گے +

نتیجہ۔ اگر دوزخ کوئی چیز نہ ہوتی۔ تو اس کا بھیانک نقشہ اس کلام میں کھینچکر خائف کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

بانگ۔ نماز۔ روزہ | گرنتھ مارو محلہ نمبر۹ ص۱۰۸۳

خدا ایک سمجھ دیو بانگاں

ترجمہ۔ صرف ایک خداوند کریم کے وجود کو تسلیم کرتے ہوئے بیشک اذان دو +

گرنتھ ص۱۱۱ **روجا۔ بانگ۔ نماز۔ کتیب بن بجھے جاسی**"

ترجمہ۔ روزہ رکھنا۔ اذان دینا۔ نماز پڑھنا۔ قرآن شریف کی تلاوت وغیرہ سب باتیں اگر تم محض دکھاوے کے طور پر بدوں حقیقت جاننے یعنی عالم باعمل ہونیکے کرتے ہو تو یقین جانو۔ کہ اس قسم کا کیا کرایا تمہارا سب رائیگاں جاوے گا" +

نتیجہ۔ گویا خداوند کریم کو وحدہٗ لاشریک تسلیم کرتے ہوئے۔ اور اس کے فرمان کی تعمیل کرتے ہوئے۔ اذان۔ نماز۔ روزہ۔ قرآن شریف کا پڑھنا۔ سب کچھ جائز و صحیح ہے۔ اگر گورو مہاراج کے نزدیک یہ سب باتیں غیر ضروری ہوتیں تو انکو کیوں [illegible]

تھی کہ خواہ مخواہ ان کی تشریح فرماتے ؟ +
پھر معلوم نہیں کہ دیہات میں سکھ لوگ مسلمانوں کے اذان دینے پر کیوں سیخ پا ہو کر کشت و خون پر اُتر آتے ہیں اے جہالت! تیرا ستیاناس ہو۔ یہ سب تیرے ہی کرشمے ہیں

فرشتے (مارو محلہ نمبر ۵)

پاپ کرے ڈر سر پر مٹھے
عزرائیل پھڑے پھڑ کٹھے

ترجمہ۔ گناہ جو کریگا۔ آخر کار اسکو ایک دن ہارنا پڑے گا۔ عزرائیل اسکو ضرور پکڑے گا اور پکڑ کر ذبح کرے گا۔"

ص ۹۹۳ رام کلی وار محلہ پہلا۔

طلباں پوسن آکیاں باقی جنہاں رہی
عزرائیل فرشتہ ہوسی آئے ہسی

ترجمہ۔ جنکے ذمہ باقی (حساب عمل کی رہ گئی یا جو ہے۔ اور حساب دینے سے گریز کرینگے یعنی باغی ہونگے۔ انکی درگاہِ حق میں ضرور طلبی ہوگی۔ اور تعمیل ارشاد حق کے لئے فوراً عزرائیل فرشتہ آموجود ہوگا۔"

(شرح) فی زمانہ جس زمیندار کیطرف سے لگان سلاہی باقی رہ جاتا ہے تو مجازی گورنمنٹ کے یم دوت یعنی پولیس کے سپاہی جس طرح (پروانہ بقایا لگان) لیکر باقی دار کے دروازہ پر آموجود ہوتے ہیں۔ اسی طرح حقیقی گورنمنٹ کے لگان (اعمال حسنہ) کے باقی رہ جانے پر عزرائیل کی دستک (پروانہ) لیکر آموجود ہونا یقینی ہے +

نتیجہ۔ اب اِس کلام میں صاف طور پر عزرائیل فرشتہ کے وجود کو تسلیم کیا گیا ہے۔

قیامت ص ۴۹ جنم ساکھی۔

کارن نفس شیطان دے قسماں کرے ہزار
روز قیامت ڈھرے کرسن عمل خوار

ترجمہ۔ افسوس ہے کہ انسان نفس امارہ کے باعث ہزارہا جھوٹی قسمیں اُٹھاتا ہے

جسکی پاداش میں قیامت کے دن یا یقین اسکو خوار و ذلیل ہونا پڑے گا۔ یا اپنے انہی حرکات کے باعث وہ خوار ہوگا +

نتیجہ۔ کیا اس میں قیامت کے تسلیم نہ کرنے کی کوئی گنجایش ہے ؟

ہمچو قسم صاف تائیدی کلام کے باوجود کوئی الگ دماغ اگر ان باتوں کو نہ مانے تو میں فقط تجاہل عارفانہ پر محمول کرونگا۔ چند روز ہوئے ہیں کہ مہاتما گاندھی کی خدمت میں ایک معزز ہندو بھائی نے اسلام کے محاسن جمیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے مہاتما جی کو دعوت اسلام دی ہے۔ اور موجودہ تو تو میں میں کے مرض کا علاج کرتے ہوئے یہی (مذہب اسلام کی گولی) بتلایا ہے۔ یہ چٹھی اخبار سیاست مورخہ ۳۔ اپریل ۲۵ء میں چھپ چکی ہے۔ اسکو ملحوظ رکھتے ہوئے میں یوں کہوں گا کہ جس صورت میں سکھوں اور مسلمانوں کے مذہبی تعلیم و اصول باہمی متناقض نہیں ہیں صرف خفیف خفیف سے خود ساختہ اختلافات ہیں۔ تو اندریں حالات ہر دو قوموں کے مقتدر عالم و فاضل بلا تعصب مذہبی لیڈر ایک جگہ بیٹھ کر یہ غلط فہمیاں پھیلانے والے خیالات دونو قوموں سے نکالنے پر کیوں قادر نہیں ہو سکتے +

ہاں ہو تو سکتے ہیں لیکن پیراں نمے پرانند مریداں مے پرند کے مصداق لیڈروں کے چیلے۔ چانٹے۔ حالی موالی۔ انکو سدھ بدھ نہیں لینے دیتے۔ اور ایسے کمینہ اور سنگدل حضرات (کالی بھیڑوں) کے حرکات سے بڑی بڑی اعلیٰ شخصیتیں بھی بہ تقاضائے بشریت ڈانواں ڈول ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اس اہم کام کیطرف کوئی متوجہ نہیں ہوتا۔ اور اکثر منافرت مغائرت کی خلیج کو زیادہ وسیع کرنے میں انکو مزہ ملتا ہے۔ ورنہ اگر سچے دل سے کوشش کی جاوے تو سات کروڑ میں ۴۰ لاکھ کا کھپ جانا یا چالیس لاکھ میں ۷ کروڑ کا مذبذب ہو جانا کوئی ناممکن بات نہیں صرف فریقین میں صفائی قلب اور انصاف پسندی بے تعصبی کا عنصر زیادہ ہونا چاہیئے۔ پھر سب خیر ہی خیر ہے۔ کایا پلٹ راس ہو سکتا ہے۔

کاش کہ میرے ان الفاظ پر کوئی دھیان دے +

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

سکھ دھرم اور نماز و اذان اور قرآن پاک

از قلم سردار جیون سنگھ صاحب نائب تحصیلدار (سبی)

سکھوں کا نعرہ کیا ہے؟ جو بولے سو نہال ست سری اکال۔ اور مسلمانوں کا نعرہ کیا ہے؟ نعرۂ تکبیر۔ اللہ اکبر۔ اب انکی دیکھا دیکھی اسی وزن پر ہندو بھی اپنا ایک مشترکہ قومی نعرہ گھڑ رہے ہیں جو بندے ماترم کے قریبی اشاعت میں یوں مرقوم تھا۔ (جس کا آخری نصف حصہ مجھے بھول گیا ہے) جو بولے سوامر ..... (آگے کچھ اسی قسم کا قافیہ ملا دیا تھا)

قطع نظر ہندوؤں کے نوزائیدہ نعرہ قومی کے اوپر کے دو نعرے آجکل ہندو مسلمان سکھ اپنے مذہبی و سیاسی جلسوں میں یک زبان ہو کر نہایت فخر سے گاتے ہوئے آسمان کو گونجا دیتے ہیں۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ محض حب الوطنی اور یکجہتی اور نئے جوش کے جذبہ کا اظہار ہے۔ اور مسلمان و سکھوں کے باہم اتفاق کا گونہ الارم ہے جس صورت میں آجکل سکھ اللہ اکبر کا نعرہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر بلند آواز سے لگاتے ہیں اور مسلمانوں سے ست سری اکال کا نعرہ لگوا کر خوش ہوتے ہیں۔ تو میری حیرانی کی حد نہیں رہتی۔ جس وقت میں کسی اخبار میں سکھوں کی طرف سے اذان کی بندش کے متعلق شکایت دیکھتا ہوں۔ چنانچہ

"راجہ جنگ" میں "اذان کے ممانعت" کے عنوان سے روزانہ پیسہ اخبار کے ۱۲ جنوری ۱۹۲۷ء کے پرچہ میں ایک شکایتی نوٹ دیکھنے پڑھا ہے جس میں مرقوم ہے کہ مسلمان اس حالت میں سکھوں سے کمزور ہیں۔ باوجودیکہ پانچ ساجد موجود ہیں۔ مگر وہ اذان نہیں دے سکتے شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی سے بھی التماس کی گئی کہ اس سکھا شاہی کا خاتمہ کرے۔ مگر ہنوز روز

اوّل ہے"..... وغیرہ وغیرہ +

اب مجھے سمجھ نہیں آتی۔ کہ وہی سکھ جب کسی جلسہ میں بیٹھے ہوں تب تو وہ نہایت شوق سے ہم آہنگی کے ساتھ اللہ اکبر بلا تامل کہتے ہیں لیکن جب وہی لفظ اللہ اکبر (جو اذان کا پہلا لفظ ہے) جس کے معنے ہیں اللہ سب سے بڑا ہے کوئی مؤذن کسی مسجد سے بلند آواز سے بولتا ہے جو خداوند کریم کی ثنا اور بھگتی کرنے کا ایک بلاوا ہے۔ تو اس صورت میں سکھ کیوں تلملا اُٹھتے ہیں؟ لطف یہ ہے کہ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی نے بھی جو ایک ایسے کے اشارہ سے کسی گوردوارہ پر دھاوا بلا سکتی ہے اور ہزاروں کی تعداد میں زخمی اور بے ہوش کرا سکتی ہے اور ہزارہا کو چُپ چاپ جیل خانہ میں چلے جانے پر مجبور کر سکتی ہے۔ کیوں اس معاملہ میں چُپ سادھ لی ہے۔ ایسے وقت میں جبکہ اتفاق کی اشد ضرورت ہے۔ کمیٹی موصوف کیوں اس خفیف غلط فہمی کے رفع کرنے پر قادر نہیں ہو سکتی۔ اندریں حالات بے ساختہ یہ مصرع مُنہ سے نکل جاتا ہے۔

گر ہمیں مکتب است ایں ملاں کار طفلاں تمام خواہد شد

میرا خیال یہ ہے کہ شاید پیسہ اخبار نے مبالغہ سے کام لیا ہو۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ کمیٹی مذکور کے کان تک اسی قسم کی شکایت پہنچے اور وہ اسکو دوسرے کان سے نکال دے۔ اور سکھا شاہی کا مکروہ خطاب حاصل کرکے خاموش ہو رہے +

کمیٹی موصوف کو مذہبی حوالے دے کر کچھ سمجھانا میرے لئے چھوٹا مُنہ بڑی بات والا مقولہ ہے۔ تاہم میں جملہ وسیع القلب اور انصاف پسند سکھ بھائیوں کو مخاطب کرتا ہُوا مؤدبانہ کہوں گا۔ کہ جس گورو گرنتھ صاحب کو ہم دسوں بادشاہیوں کا سروپ مانتے ہوئے صبح و شام سجدہ کرتے ہیں اور اس کا پاٹھ کرنا ہمارا مذہبی فرض ہے +

اگر اسی میں خدا۔ اللہ۔ قادر۔ کریم۔ رحیم۔ رحمٰن۔ خالق۔ مولیٰ

قرآن پاک" وغیرہ اسلامی الفاظ نہایت شرح سے لکھے ہوئے ہوں۔ تو کیا اس کے معنے یہ نہیں ہیں ؟ کہ ان الفاظ کا سُننا۔ بولنا۔ جاپ کرنا دھرم ہے نہ کہ انکی آواز سُنکر کانوں میں اُنگلیاں ٹھونس لینا واجب ہے۔ (یہ سب ہندوؤں کی دیکھا دیکھی ہے۔ جیساکہ میں پہلے کسی مضمون میں بتلا چکا ہوں کہ سکھوں کو ہندوؤں کے میل جول سے سخت نقصان پہنچا ہے خیر یہ جملہ معترضہ ہے) +

معزز بھائی صاحبان! میں اپنے اس بیان کی تائید میں سری گورو گرنتھ صاحب جی سے ذیل کے حوالے آپ کے پیش کرتا ہوں۔ کر پا کر کے ساتھ ساتھ نوٹ کرتے جاویں اور جا کر سری گورو گرنتھ صاحب سے مقابلہ کر لیویں۔ میں صرف یہی الفاظ عربی کے بتلاؤں گا۔ سارے شبدوں کے معنے و تشریح کرنی میرا آج کا موضوع نہیں ہے۔ صرف اپنے ایمان دھرم گورو گرنتھ صاحب کے آئینہ سے الفاظ مرقومہ الفوق کا دکھلانا مجھے مقصود ہے۔ سُنیئے ؟

(۱) صفحہ ۴۷۵ سطر ۸ آسادی وار ؎

سو کرتا قادر کریم دے جیا رزق سمبھائے

یہ وہ بانی ہے جس کو علی الصباح (امرت ویلا) پڑھنے کا حکم ہے۔ گویا ہر ایک سکھ کو قادر۔ کریم کا روزانہ جاپ کرنے کا ارشاد ہے۔

(۲) اور آگے چلیں۔ صفحہ ۸۸۵ سطر ۸ رام کلی محلہ نمبر ۵ ؎

کوئی بولے رام رام کوئی خدا کوئی سیوے گسیا کوئی اللہ
کارن کرن کریم کرپا دھار رحیم

اب غور فرماویں۔ خدا۔ اللہ۔ کریم۔ رحیم۔ چاروں الفاظ اسی شبد میں موجود ہیں۔ اب چند اوراق آگے اُلٹیں +

(۳) صفحہ ۸۹۶ سطر آخری رام کلی محلہ نمبر ۵ ؎

کارن کرن کریم۔ سرپ پرتپال رحیم

اللہ الکھ اپار۔ خود خدا وڈ بے شمار
انمو بھگوئنت گوسائیں
خالق رد رہیا سرب تھائیں

اب اس شبد میں بھی کریم۔ رحیم۔ اللہ۔ خدا۔ خالق نوٹ کرلیں۔ اسی صفحہ پر اور دیکھیں ؎

(۴) مہروان (مہربان) مولا تو ایک
پیر پینکانبر (پیغمبر) شیخ
دلا کا مالک کرے ہاک
قرآن کتیب (آواز) تے پاک

اب ذرا مولا۔ قرآن۔ پیغمبر کے الفاظ کو خاص طور پر نوٹ کریں۔ اور قرآن کے ساتھ توصیفی لفظ پاک بنظر تعمق دیکھیں اور جانچیں۔ اسی صفحہ پر تھوڑا آگے چلیں ؎

(۵) کہو نانک گور کہوے بہرم
ایکو اللہ پار برہم

اس میں اللہ کا لفظ خاص توجہ کا محتاج ہے۔

(۶) اس سے آگے صفحہ ۹۰۳ رام کلی محلہ پہلا (یعنی سری گورو نانک دیو جی کی بانی) ملاحظہ ہو ؎

کل پروان (مقبول) کتیب قرآن
پوتھی پنڈت رہے پران
نانک! ناؤ بھیا رحمٰن
کر کرتا تو نام ایکو جان

اب اس شبد میں قطع نظر معنے و مطلب کے صرف لفظ قرآن اور رحمٰن کو بھی نوٹ کرلیں ؎

(۷) اب تھوڑے ورق اور اُلٹئے۔ اور صفحہ ۹۶۴ سطر ۱۴ ملاحظہ کریں۔ محلہ نمبر ۵ پوڑی ۵

صحیح تیرا فرمان کتے نہ پھیریئے
کارن کرن کریم قدرت تیریئے

اس پوڑی میں کریم کے لفظ پر توجہ دیں۔ اور بس ٭

سر دست اسی حوالہ جات پر اکتفا کر کے مختصر طور پر یہ بتلا دیا ہے کہ یہ الفاظ جن کو ہمارے سچے بادشاہوں (گوروؤں) نے زبان مبارک سے فرمایا ہے جن کا جاپ کرنا ہمارے لئے فرض اولے ہے۔ سری گورو گرنتھ صاحب میں کتنی دفعہ یہ الفاظ آئے ہیں ٭

کیا کوئی سکھ دربار صاحب کا پاٹھ کرتے وقت ان الفاظ کو عربی الفاظ سمجھ کر نظر انداز کر جاتا ہے ٭

اس کا جواب سوائے دائیں بائیں سر ہلا دینے کے اور کچھ نہیں ہے یعنے ہرگز نہیں ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ سری دربار صاحب میں جو کچھ درج ہے تا قیامت وہی رہے گا۔ کوئی شخص کم و بیش کر کے پڑھنے یا ترمیم تنسیخ کا مستحق نہیں ہے۔ تو گویا تا بہ ایدان الفاظ کا جاپ خواہ ہندو ہو خواہ سکھ جب بھی کوئی دربار صاحب کا پاٹھ کرے گا۔ اس کو کرنا پڑے گا۔ میرا مدعا اس مختصر سے مضمون سے سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ غلط فہمی سے جو کشیدگی ہو گئی ہے۔ بڑی حد تک اس کو رفع کرنے کی کوشش ہونی چاہیئے اور بس ٭

اس سلسلہ میں میں ایڈیٹر صاحب نور کی قابلیت اور محنت۔ دماغ سوزی جگر کاوی کو جو کہ انھوں نے اذان کے گورمکھی ترجمہ میں دکھلائی۔ نہایت وقعت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ انھوں نے اذان کا گورمکھی ترجمہ شائع کیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ سکھ دیہات کے رہنے والے اُردو فارسی اکثر کم جانتے ہیں۔ اس لئے وہ خود بخود اسے زبان گورمکھی میں پڑھ کر اذان کے متعلق نفرت

کو دُور کر دیں گے۔ لیکن ان کی آرزو کہاں تک پوری ہوئی۔ انکو وہ خود اچھا جانتے ہیں۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ ان کے ہم مذہبوں نے اس کی اشاعت میں غیر معمولی عدم توجہی لاپرواہی سے کام لیا ہے۔ ورنہ "راجہ جنگ" میں اذان کی شکایت کا موقع ہرگز ہرگز نہ ملتا +

ہاں طرہ یہ کہ ایڈیٹر صاحب نور اب قرآن شریف کا ترجمہ گورمکھی میں کر رہے ہیں۔ اس سے بھی ان کا مدعا یہی ہے کہ کچھ دیکھ لیں کہ قرآن شریف میں ان کے برخلاف کیا کچھ لکھا۔ ایسا کرنے سے ان کی مراد یہی ہے کہ جو نفرت کی خلیج وسیع فی مابین حائل ہے۔ اس پر یک جہتی کا مستحکم پُل باندھ دیا جاوے +

مگر افسوس کہ جب میں ان کی اپیل اس کار خیر کے انجام دہی کے بارہ میں پڑھتا ہوں۔ اور ان کے ذاتی مکان کی فروختگی کا اشتہار دیکھتا ہوں تو اس وقت میرا دل بہت پسیجتا ہے۔ جس کو وا ہگرو ہی جانتا ہے +

افسوس اندریں حالات میں تو یہی کہوں گا۔ ایڈیٹر صاحب مفت میں سردردی فرما رہے ہیں۔ جبکہ ان کو رتی بھر داد یا امداد کی توقع نہیں ہے۔ تو کس برتے پر تتا پائی۔

(خاکسار اللہ کے بھروسہ پر یہ کام کر رہا ہے۔ جب لوگ معمولی ناولوں کا ترجمہ کرتے ہیں۔ اور اللہ انکی محنت ضائع نہیں کرتا۔ تو کیا وہ رحیم وکریم اپنے پاک کلام کے ترجمہ کی محنت کو بار آور نہیں کرے گا؟ کرے گا اور ضرور کرے گا۔ مجھے تو اس کے فضل پر ایک اور ایک دو کی طرح یقین ہے۔ نور) +

آخر پر میں اپنے جمیع سکھ بھائیوں کی خدمت میں مؤدبانہ بینتی کروں گا۔ کہ اگر وہ اللہ کا لفظ اپنے دربار صاحب میں موجود پاتے ہیں۔ جیسا کہ بینتے اوپر واضح طور پر بتلایا ہے تو پھر اکبر تو اسکی ایک صفت ہے اس سے کیوں کتراتے اور ہراساں ہوتے ہیں۔ لفظ اکبر کے معنی بمب بازی نہیں ہیں۔ بلکہ اکال پورکھ کی صفت ہے کہ وہ سب سے بڑا ہے +

+ الحق اللہ کرلا

موتی دانت پوڈر رجسٹرڈ

حکما اور ڈاکٹروں کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ گندہ منہ اور میلے دانت ہزارہا بیماریوں کا گھر ہیں اگر آپ اپنی صحت کو مقدم و ضروری سمجھتے ہیں تو آجسے ہی موتی دانت پوڈر کا استعمال شروع کر دیں جو دانتوں کی کل بیماریوں کو دور کرتا۔ انھیں فولاد کیطرح مضبوط بناتا اور موتیوں کی طرح چمکاتا۔ یہ دہن کو دور کر کے پھولوں کی سی مہک پیدا کرتا ہے۔ گوشت خورہ دانتوں سے خون یا پیپ کا آنا دانتوں پر میل جمنی یا انکا زرد رنگ رہنا۔ اور مُنہ سے پانی کا آنا۔ غرضیکہ جملہ امراض دندان کیلئے یہ موتی دانت پوڈر اکسیر کا حکم رکھتا ہے جسکے نتیجہ میں قوت ہاضمہ بھی بہت تیز ہو جاتی ہے۔ قیمت فیشیشی ایکروپیہ محصولڈاک

جناب مولوی محمد الدین صاحب بی اے سابق مسلم مشنری شنگا گوامریکہ لکھتے ہیں کہ مینے یہ موتی دانت پوڈر استعمال کیا بہت مفید پایا۔ علاوہ دانتوں کو سفید اور صاف کرنے کے یہ مسوڑوں کے لئے بھی نہایت مفید ہے میرے ایک دانت میں درد تھی تخفیف ہوگئی +

مصنف

ایک اور زبردست شہادت۔ جناب مولوی حسین بخش صاحب مدقق اپیل نویس بٹالہ و کتب کثیرہ لکھتے ہیں کہ "مینے آپکا موتی دانت پوڈر استعمال کیا میرے دانت بہت خراب ہو گئے تھے پوڈر نے جادو کا اثر کیا۔ اور ہر ایک قسم کی بیماری دانتوں کے لئے اکسیر ثابت ہوا۔ کیونکہ یہ مفید عام ہے۔ براہ کرم میرے خیال مذکور کو مشتہر کریں تا کہ ہر ایک شخص اس نعمت سے فایدہ اُٹھا سکے +

اکسیر معدہ } کمزور معدہ۔ انسانی زندگی کو نکما بنا دیتا ہے جس کا نتیجہ دردِ شکم۔ اپھارہ۔ باؤ گولہ پیٹ کا گڑگڑانا۔ کمی بھوک نرش ڈکاریں قے۔ جی کا متلانا ہیضہ ہیجش جگر و تلی کا بڑھ جانا ہوتا ہے۔ اکسیر معدہ نہ صرف ان عوارض کو ہی دور نہیں کرتی بلکہ معدہ کو قوی بنا کر ہاضمہ کو تیز کر دیتی ہے۔ جس سے سادہ غذا بھی جزو بدن بنکر نعمت عظمیٰ ہو جاتی ہے ورنہ مرغن اور لذیذ غذائیں بھی محض وبال ہیں۔ لہذا اگر آپ اپنے معدہ کو قوی بنا کر لطف زندگی سے بہرہ اندوز ہونا چاہتے ہیں تو آج سے ہی اس کا استعمال شروع کر دیں قیمت ایک شیشی عہ محصولڈاک علاوہ

ملنے کا پتہ

مینجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

موتی سرمہ رجسٹرڈ

یہ سرمہ آنکھوں کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے

جس کا ہر گھر میں ہونا نہایت ضروری ہے دنیا میں آنکھیں بڑی نعمت ہیں۔ بدوں آنکھوں دنیا اندھیر ایسی ضروری چیز کی حفاظت سے کبھی غافل نہ رہنا چاہیئے جو دوست اس سرمہ کو اپنا معمول بنائینگے خدا کے فضل سے عمر بھر کبھی انکی آنکھیں خراب ہونگی جو لوگ جوانی میں اس کا استعمال کرتے رہینگے بڑھاپے میں اپنی نظر کو جوانوں سے بہتر پائینگے ضعف بصر۔ کلکے۔ جلن پھولا۔ جالا خارش چشم پانی بہنا دھند غبار۔ پڑیاں۔ ناخونہ۔ گوہانجنی۔ رتوندہ۔ ابتدائی مونیا بند۔ غرضیکہ جملہ امراض چشم کے لئے اکسیر ہے قیمت فی تولہ دو روپے آٹھ آنے محصول ڈاک، ربکثرت سندات میں سے بوجہ قلت جگہ ایک دو ملاحظہ فرمایئے ؎

ڈاکٹر کی شہادت:۔ جناب ڈاکٹر محمد صادق صاحب جنرل ہسپتال اکیاب برہما سے تحریر فرماتے ہیں کہ پہلے بھی آپکا سرمہ بعض مریضوں کو منگوا کر دیا نہایت مفید پایا۔ اب مجھے اپنے لئے خود ضرورت ہے ایک تولہ جلد بذریعہ وی پی بھیجدیں ؎

ایک دوسرے ڈاکٹر کی شہادت } جناب ڈاکٹر بشیری صاحب آئی۔ ایم۔ ڈی نمبر ۱ سیکشن لاہور چھاؤنی سے لکھتے ہیں کہ اکثر مریضوں کو آپکا سرمہ استعمال کرایا گیا بلاشبہ یہ سرمہ بہت ہی مفید اور اکسیر چیز ہے۔ دو تولہ اور بذریعہ وی پی بھیج دیں ؎

ایک ریلوے انسپکٹر کی شہادت } جناب بابو فقیر اللہ صاحب پی۔ ڈبلیو انسپکٹر گولڑہ جنکشن لکھتے ہیں کہ آپکا سرمہ استعمال کیا جسکا حیرت انگیز اثر ہوا۔ خدا کے فضل سے اب میں بغیر عینک کے لکھ پڑھ سکتا ہوں اس سرمہ کی جسقدر تعریف کیجائے تھوڑی ہے خدا اس کا ریزہ میں برکت عظیم دے۔ میں کئی اشتہاری سرمے استعمال کر چکا تھا جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔ مگر آپکے سرمہ نے سحیائی اثر کیا۔ براہ کرم ایک تولہ سرمہ اور ایک ماہ کی خوراک اکسیر البدن جلد بذریعہ وی پی بھیجدیں ؎

اس کمپنی میں سرمہ کے علاوہ اکسیر البدن قیمت پانچ روپے۔ موتی دانت پوڈر قیمت فی شیشی ایک روپیہ بھی موجود ہے ان کا اشتہار بھی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمایئے یہ ہر سہ اشیاء (سرمہ، اکسیر البدن۔ موتی دانت پوڈر) اکٹھے منگوانے پر محصول ڈاک معاف رہے گا ؎

پتہ مینجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

اکسیر البدن آپ کو کیا فائدہ دیگی

صاحبان جس کثرت کے ساتھ اپنی ہی بے اعتدالیوں کی وجہ سے لوگوں کی صحتیں بگڑ رہی ہیں وہ آج کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ ۹۰ لوگوں کو جوانی میں ہی بڑھاپا آجاتا ہے تو یہ بالکل صحیح ہوگا۔ اور ایسے زندہ درگور لوگ خود اپنے لئے اور سوسائٹی کے لئے حسقدر وبال جان ثابت ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں ایسے لوگوں کیلئے اکسیر البدن بہترین مددگار اور غمگسار بنے گی جو (۱) ہڈیوں کو مضبوط بنائیگی (۲) دل و دماغ کو تقویت دیگی (۳) گندے خون کو صاف اور عمدہ خون پیدا کریگی (۴) جسم کو چست بنائیگی (۵) دل میں نئی اُمنگ (۶) اعضاء میں نئی ترنگ (۷) اور دماغ میں نئی جولانی پیدا کریگی (۸) معدہ کو تقویت دیگی (۹) اگر آپ جوان ہیں تو آپکی جوانی کی حفاظت کریگی (۱۰) اگر آپ بوڑھے ہیں تو بڑھاپے کے عوارض سے آپ کو بچائیگی (۱۱) اگر آپ کمزور ہیں تو آپکو زور آور بنائیگی (۱۲) اگر آپ زور آور ہیں تو پھر آپکو شہ زور کریگی۔ حتیٰ کہ موسمی عوارض نزلہ۔ زکام۔ کھانسی وغیرہ میں بھی آپکی حفاظت کریگی ✦ غرضیکہ اکسیر البدن کے استعمال کے بعد آپ عمدہ صحت پاکر خوب محنت کرکے روپیہ کما سکیں گے جس سے آپ اور آپ کے بال بچے خوشی سے زندگی بسر کرینگے۔ لہذا اگر آپ کو اپنی صحت کا کچھ بھی خیال ہے جسکے بغیر بلاشبہ انسان زندہ درگور ہے تو پھر آپ کو آجسے ہی اکسیر البدن کا استعمال شروع کر دینا چاہیئے۔ یہ زیادہ اچھا ہو کہ خط میں اپنے مفصل حالات سے آگاہ فرماویں (یہ خط و کتابت قطعی صیغہ راز میں رہے گی) تاکہ اسکے مطابق آپکے لئے اور مفید ہدایات بھی لکھ دیجائیں ✦ کثرت شہادتوں میں سے بوجہ قلت صرف ایک شہادت پر ہی اکتفا کی جاتی ہے ✦

پلیڈر ہائی کورٹ کی شہادت

جناب محمد یعقوب خان صاحب بی۔ اے پلیڈر ہائی کورٹ پنجاب گورداسپور سے لکھتے ہیں کہ "میں نے آپکی ساختہ دوائی اکسیر البدن قریباً ایک ماہ استعمال کی اور میں نہایت خوشی سے اسبات کا اظہار کرتا ہوں کہ میں نے اس دوا کو جسمانی اور دماغی کمزوریوں کے لئے بہت ہی مفید پایا۔ وہ لوگ جنھیں دماغی کام کرنا پڑتا ہو۔ انھیں یہ دوا ضرور استعمال کرنی چاہیئے۔ ایکماہ کی خوراک کی قیمت پانچ روپے اور محصول ڈاک ۷/ر

پتہ مینجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)